عظمتِ اہلبیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

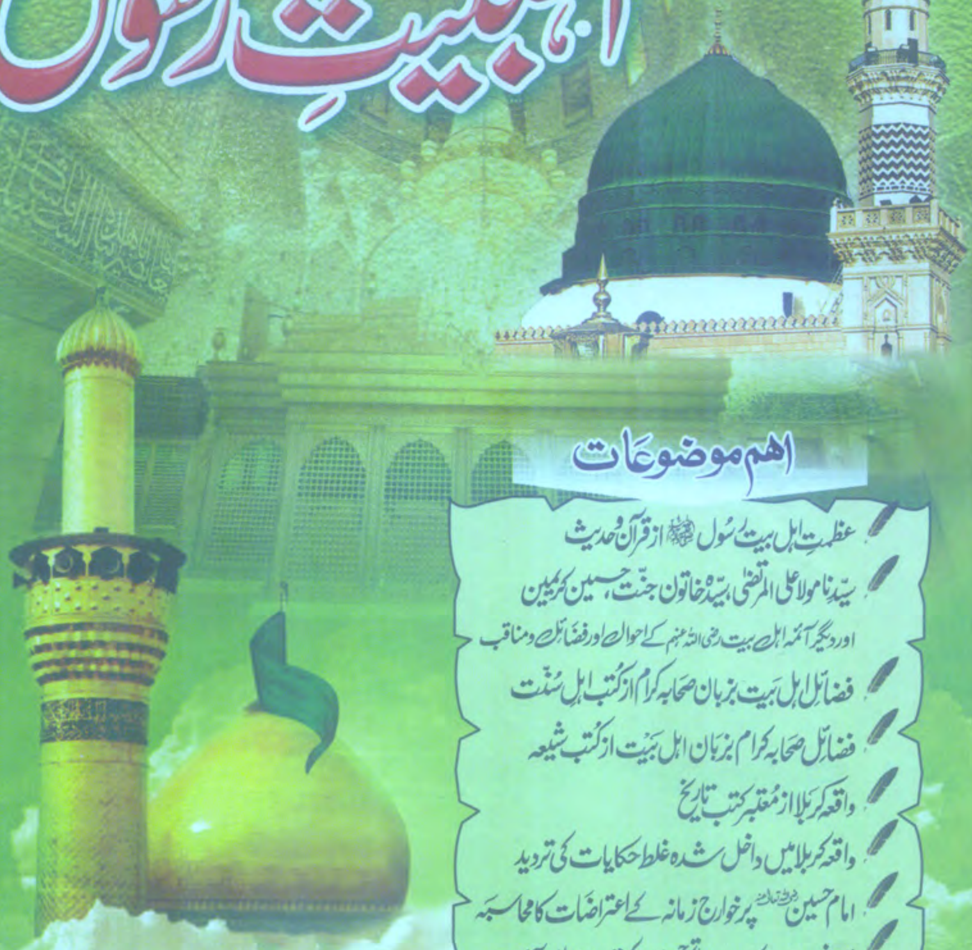

اہم موضوعات

- عظمتِ اہل بیتِ رسول ﷺ از قرآن و حدیث
- سیدنا مولا علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت، حسنین کریمین اور دیگر آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے احوال اور فضائل و مناقب
- فضائل اہل بیت بزبان صحابہ کرام از کتب اہل سنت
- فضائل صحابہ کرام بزبان اہل بیت از کتب شیعہ
- واقعہ کربلا از معتبر کتب تاریخ
- واقعہ کربلا میں داخل شدہ غلط حکایات کی تردید
- امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوارج زمانہ کے اعتراضات کا محاسبہ
- شیعوں کے مروجہ ماتم حسین کی تردید بزبان آئمہ اہل بیت از کتب شیعہ

مصنف

مفسر قرآن علامہ حافظ قاری

محمد طیب نقشبندی

بحکم شیخ طریقت سیدی و سندی حضور قبلہ پیر سید

محمد باقر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کیلانی مجددی نقشبندی

مکتبہ برھان القرآن

مرکز الاویس دانا دربار مارکیٹ لاہور

0321-4298570

بسم الله الرحمن الرحيم

دِیدارِ مصطفیٰ ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْحَبِیْبِ الْعَالِی الْقَدْرِ الْعَظِیْمِ الْجَاهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص ہر شبِ جُمعہ (جمعہ اور جمعرات کی درمیانی رات) اس درود شریف کو پابندی سے کم از کم ایک مرتبہ پڑھے گا، موت کے وقت سرکارِ مدینہ ﷺ کی زیارت کرے گا اور قبر میں داخل ہوتے وقت بھی یہاں تک کہ وہ دیکھے گا کہ سرکارِ مدینہ ﷺ اُسے قبر میں اپنے رحمت بھرے ہاتھوں سے اُتار رہے ہیں۔ (افضل الصلوٰۃ علی سیّد السادات)

عظمتِ اہلبیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف

بحکم شیخ طریقت سیدی وسندی حضور قبلہ پیر سید
محمد باقر علی شاہ کیلانی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مفسرِ قرآن علامہ حافظ قاری
محمد طیب نقشبندی

ناشر: مکتبہ برہان القرآن

مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ لاہور 0321-4298570

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب عظمتِ اہلبیتِ رسول ﷺ

مصنف مفسرِ قرآن علامہ حافظ قاری محمد طیب نقشبندی

طباعت اوّل ذوالحج ۱۴۳۵ھ

طباعت دوم محرم الحرام ۱۴۳۹ھ ستمبر 2017ء

صفحات 344

بااہتمام محمد نعمان رضا

ہدیہ

ملنے کے پتے

دار النور دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ فیضانِ مدینہ مدینہ ٹاؤن، سردار آباد (فیصل آباد)

Find us in UK

UK Branch: Jamia Rasolia Islamic Center

250 Upper Chorlton Road Old Trafford Manchester M16 0BL

Mob: 007786888834 007450005809

فہرست مضامین

- پیش لفظ 24
- وجہ تالیف 25
- کچھ مصنف کے بارے میں 27
- کچھ کتاب کے بارے میں 31

باب اوّل

اہل بیت رسول ﷺ کے اجتماعی فضائل

فصلِ اول

آیاتِ قرآن مجید اور فضیلت اہل بیت رسول ﷺ

- نبی اور آلِ نبی پر درود وسلام 33
- چوتھی آیت، مودۃ فی القربیٰ کا حکم 56
- پانچویں آیت آلِ یٰسین پر سلام 59
- چھٹی آیت حبِ آلِ رسول کا صلہ 61
- ساتویں آیت مسکین ویتیم اور اسیر کو کھانا دینا 62

فصل دوم

احادیث اور فضیلتِ پنج تن پاک رضی اللہ عنہم

- حدیث میں علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم جنت میں ایک جگہ ہوں گے 66
- فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی اور حسنین رضی اللہ عنہم نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں 66
- پنجتن پاک مقام وسیلہ میں ہوں گے 67
- اہل بیت رسول ﷺ کے مختلف افراد کے فضائل 67

- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت محبت اہل بیت 68
- اے علی، فاطمہ وحسنین! تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور تمہارا دوست میرا دوست 68
- پنجتن پاک پر درود وسلام 70
- ام المؤمنین ام سلمہ اور آپ کی بیٹی بھی اہل بیت ہیں 71
- پنجتن سے محبت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا (حدیث) 71
- حدیث دہم اے اللہ میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو 71

فصلِ سوم

اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عقیدت

- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شانِ اہلِ بیت علیہم الرضوان کی تصدیق 73
- فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حب آلِ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 77
- عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور محبتِ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 82
- ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور محبتِ آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا 85
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عقیدت اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 87
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا کردار در عظمت اہل بیت علیہم الرضوان ابرار 90
- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اعلام در شان اہل بیت عظام علیہم الرضوان 91
- کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطباء حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتے تھے؟ 94

فصل چہارم

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے گہری محبت رکھتے تھے

- کلامِ حضرت علی رضی اللہ عنہ در شانِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم 97
- امام حسن رضی اللہ عنہ کی عقیدت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے 98
- امام حسین رضی اللہ عنہ جنت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو پانی پلا رہے تھے 99
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے گستاخوں پر پھٹکار 100
- نوں آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ حدیث خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی شان میں 102

فصل پنجم

آئمہ اہل سنت کی اہل بیت رسول ﷺ سے والہانہ عقیدت

۱۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور حبِ آلِ رسول رحمان ﷺ	104
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حمایت اہل بیت رضی اللہ عنہم میں حکومت کے خلاف فتویٰ دیا	105
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں جام شہادت نوش کیا	106
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں	107
سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اہلِ بیتِ رسول رضی اللہ عنہم سے عقیدت	107
امام احمد بن حنبل اور عقیدت اہل بیت رسول ﷺ	108
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آل رسول ﷺ سے عقیدت	108
حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور حب آل نبی ﷺ	110
حضرت مجدد الف ثانی اور آل رسول ﷺ کی تعظیم	110
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت	111
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت اہل بیت	111

باب دوم

مناقب امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ

فصل اول

حیات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند نمایاں نقوش

ولادت	113
تربیت	114
قبول اسلام	114
ہجرت	115
عقد مواخات	115
شادی	115

- بدر واحد میں آپ رضی اللہ عنہ کا کردار 116
- جنگ خندق 116
- غزوہ خیبر 116
- خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کا لوٹایا جانا 117
- علی رضی اللہ عنہ دوشِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر 117
- غزوۂ تبوک اور مولا علی رضی اللہ عنہ 118
- حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں 118
- اعلانِ غدیر خم 119
- حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تغسیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 119
- خلافتِ صدیق اور بیعت علی رضی اللہ عنہم 119
- آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت 121
- جنگ جمل 121
- جنگ صفین 123
- خوارج کا ظہور 124
- آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت 124

فصل دوم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل

- آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں اترنے والی آیات قرآن 126
- پہلی آیت: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ 126
- دوسری آیت: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ 127
- تیسری آیت: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا 127
- چوتھی آیت: اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ 129
- پانچویں آیت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ 130

- آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 130
- اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو 132
- جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر میں اپنا پرچم دیا 133
- حلتِ جنابت فی المسجد النبوی 133
- تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا با علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 134
- تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام 135
- جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے 137
- مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض اور منافق محبت نہیں رکھ سکتا 137
- اے ابوتراب جاگ جاؤ 139
- محبِ پنجتن جنت میں میرا ساتھی ہوگا 139
- اے اللہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے بغیر مجھے دنیا سے نہ اٹھانا 140
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اقوالِ صحابہ 140
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال 140
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال شانِ علی رضی اللہ عنہ میں 141
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہما 143
- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ در مدح مولا علی رضی اللہ عنہما 143
- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ 144
- مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی کرامت 144
- حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا علم 145

فصل سوم

سیدنا حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اخلاق حمیدہ

- آپ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی 146
- آپ رضی اللہ عنہ کی سادگی 146

- آپ رضی اللہ عنہ کا فقر اور فقیرانہ زندگی 148
- آپ کی سخاوت 149
- آپ رضی اللہ عنہ کا خلق خدا کی خبر گیری کرنا 150
- جسمانی طہارت کا اہتمام 152

باب سوم

مناقب حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

فصل اول

سیدۃ النساء فاطمہ الزہر رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات زندگی

- ولادت مبارکہ 153
- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی 156
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز 157
- حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ولادت 158
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فقیرانہ زندگی 159
- سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شرم وحیا 161
- آپ رضی اللہ عنہ کا صبر وتحمل 161
- آپ کی عبادت وریاضت 163
- آپ کا وصال شریف 163

فصل دوم

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل

- پہلی فضلیت خواتین امت کی سردار 165
- حضرت مریم علیہا السلام افضل ہیں یا فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا؟ 166
- حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا؟ 167

- دوسری فضیلت، آپ سب عورتوں سے بڑھ کر رسول خدا ﷺ کو محبوب تھیں 170
- تیسری فضیلت، رسول خدا ﷺ آپ کو دیکھ کر محبت سے کھڑے ہو جاتے 171
- چوتھی فضیلت، حضور ﷺ اپنے سفر کی ابتداء و انتہا بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کرتے تھے 171
- پانچویں فضیلت، فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کی تکلیف میری تکلیف ہے 172
- چھٹی فضیلت، رسول اکرم ﷺ کی نسبت آپ رضی اللہ عنہا سے چلی 172
- کیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باغ فدک چھین لیا تھا؟ 173
- شیعوں کے دو متضاد دعوے 173

باب سوم

مناقب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما

فصل اول

آپ کے مختصر احوال زندگی

- ولادت 177
- آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت 178
- آپ رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ سے بیعت کرنا 179
- آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 180
- آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین 181
- آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا تھا 182

فصل دوم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

- آپ کی فضیلت میں احادیث نبویہ 183

فصل سوم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ حمیدہ

- آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت 185

- آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت 185
- آپ رضی اللہ عنہ کی کثرتِ ازواج کی حکمت 186
- آپ رضی اللہ عنہ کا حلم 187
- تنبیہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی و جہنمی کہنے کی برائی 187

باب چہارم

مناقب سید الشہدا حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما

فصل اول

سیدنا امام عالی امام حسین رضی اللہ عنہ کے احوال زندگی

- ولادت باسعادت 189
- امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن مبارک 192
- امام حسین رضی اللہ عنہ دورِ خلافت راشدہ میں 195
- دور یزید اور آغاز واقعہ کربلا 196
- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟ 197
- امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کے خلاف خروج کیوں اور کیسے فرمایا؟ 199
- امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل بصرہ کو دعوت حق 202
- صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ 204
- یزید نے ابن زیاد کو قتل حسین رضی اللہ عنہ پر اکسایا 208
- آپ رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی 208
- کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بیعت یزید پر آمادہ ہو گئے تھے؟ 209
- میدان کربلا میں ۱۰ محرم 211
- کربلا میں خطبہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ 212
- حضرت حر رضی اللہ عنہ کا لشکر یزید کو چھوڑ کر لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آجانا 213
- کیا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کربلا میں پانی بند نہیں ہوا تھا؟ 213

- امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں آخری نماز ادا کرنا 215
- شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ 216
- حضرت قاسم بن امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت 217
- حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی شادی کربلا میں؟ 217
- حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت 217
- امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ 219
- شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزری؟ 221
- شہداء کربلا میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی 221
- خیمہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ کوفیوں کی تاراج 223
- امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نور سے چمک رہا تھا 223
- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دربار ابن زیاد میں 224
- اسیران اہل بیت رضی اللہ عنہم کی کوفہ سے شام روانگی 225
- سر حسین رضی اللہ عنہ دربارِ یزید میں 226
- کیا یزید کو قتل حسین رضی اللہ عنہ پر واقعتاً دکھ ہوا تھا یا نہیں؟ 227
- قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا یزید کے خلاف خروج 230
- واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ پر یزید کے مظالم 231
- مکہ شریف پر یزید کی چڑھائی اور موت 232
- اہل مدینہ کو ستانے والا شخص جہنمی اور ملعون ہے۔ 233
- یزید پر لعنت کا جواز 234
- قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی انجام 236
- یزید کا انجام 236
- کوفہ میں مختار ثقفی کی حکومت کا قیام 237
- شمر لعین کا انجام 237

✿ خولی بن یزید کا عبرت ناک انجام 238

✿ عمر بن سعد کا خوف ناک اور عبرت انگیز انجام 239

✿ ابن زیاد کا وحشت ناک انجام 240

✿ ابن زیاد کے سر میں سانپ داخل ہوتا ہے 241

دوسری فصل

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

✿ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضال 243

✿ کیا باغی اہل جنت کا سردار ہوسکتا ہے؟ 245

✿ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 245

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے انفرادی فضائل

✿ پہلی آیت، دین پر استقامت اور حسین رضی اللہ عنہ 248

✿ دوسری آیت، نماز اور صبر کے ساتھ استعانت اور حسین رضی اللہ عنہ 251

✿ تیسری آیت، مصائب سے امتحان اور صبر حسین رضی اللہ عنہ 254

✿ چھوتھی آیت، جان دے کر جنت کی خریداری اور کردار حسین رضی اللہ عنہ 255

✿ پانچویں آیت، شہید کی زندگی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا مقام 256

✿ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز نہیں 257

✿ علمی لطیفہ، جہلاء کے گھر خط آیا 258

اہل تشیع کے مروجہ ماتم کی حرمت پہ اقول ائمہ اہل بیت از کتب شیعہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

✿ حسین رضی اللہ عنہ اور میں ایک چیز ہیں 261

✿ جس نے کسی جنتی کو دیکھنا ہو وہ حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے 262

✿ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کربلا کی مٹی دکھائی گئی 263

۴-حسین رضی اللہ عنہ نہر فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا (حدیث) 264

۵-اے جبریل کیا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے مومن ہونگے؟ 264

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبریل سے سوال 264

خاتمۃ الکتاب

تاقیامت موجود اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل

پہلی فضیلت ۔قرآن اور اہل بیت رسول قیامت تک چشمۂ ہدایت ہیں 266

کیاسادات پر تنقید کی جاسکتی ہے؟ 271

ایک اعتراض ۔ کیا سنیوں نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا؟ 272

دوسری فضیلت قرآن اور اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوضِ کوثر تک آدمی کا ساتھ دیں گے 279

تیسری فضیلت اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے 281

چوتھی فضیلت میری رشتہ داری قیامت کو بھی کام آئے گی (حدیث) 284

پانچویں فضیلت، آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تا قیامت صدقہ حرام ہے 289

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ 290

آل رسول پر صدقہ حرام ہونے کی حکمتیں 292

چھٹی فضیلت سادات کرام بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونے کے باوجود 292

اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتے ہیں 292

ساتویں فضیلت اہلِ بیت کو تکلیف دینے سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے 297

آٹھویں فضیلت اہلِ بیت کو خصوصی شفاعت حاصل ہوگی 299

باب ششم

دیگر ائمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

فصل اول

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما

نام ونسب 302

- امام زین العابدین کی ذات خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت پر دلیل ہے 303
- پیدائش 303
- اساتذہ جن سے علم حدیث حاصل کیا 304
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع اور خوفِ خدا 304
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی کرامات 305
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ حسنہ 306
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے عقیدت ومحبت 307
- وصال 309

فصل دوم

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

- نام ونسب 310
- ولادت 310
- جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا 310
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچانا 310
- امام باقر رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات 312
- امام باقر رضی اللہ عنہ کی ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے گہری عقیدت ومحبت 313
- وصال 315

فصل سوم

امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما

- نام ونسب 315
- ولادت 317
- اساتذہ 317
- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات 318

- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین سے عقیدت ومحبت 319
- وصال 319

فصل چہارم

امام ابوالحسن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رحمہما اللہ

- نام ونسب 321
- ولادت 321
- آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات 321
- حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی جلالتِ علمی 322
- وصال 323

فصل پنجم

حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رحمہما اللہ

- نام ونسب 324
- ولادت 324
- خلیفہ مامون الرشید کی آپ رضی اللہ عنہ سے عقیدت 324
- امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات 324
- امام علی رضا رحمۃ اللہ کی جلالتِ علمی 326
- وصال 327

فصل ششم

حضرت امام محمد تقی بن امام علی رضا رحمہما اللہ

- نام ونسب 327
- ولادت 327
- آپ رضی اللہ عنہ کا علم وفضل 327

وصال 330

فصل ہفتم
حضرت امام علی نقی بن امام محمد تقی رحمہما اللہ

نام ونسب 331
ولادت 331
آپ رضی اللہ عنہ کا جود وسخا 331
آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت 332
وصال 332

فصل ہشتم
امام حسن عسکری بن امام علی نقی رحمہما اللہ

نام ونسب 333
ولادت 333
آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق عالیہ 333
آپ رضی اللہ عنہ کا علم وفضل 335
وصال 336

فصل نہم
امام محمد بن عبد اللہ المہدی رحمہ اللہ

امام مہدی کے بارہ میں احادیث نبویہ 336

مقام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(کلام مصنف علامہ قاری محمد طیب نقشبندی)

ہے درخشاں دونوں عالم میں مقام اہل بیت
مثل خورشید فلک تاباں ہے نام اہل بیت

خود رسول اللہ نے ان کی محبت فرض کی
اور صحابہ نے سکھایا ہے مقام اہل بیت

اہل قُربیٰ کی مودت حکم ہے قرآن کا
اور جزو دیں ہے بے شک احترام اہل بیت

جان دینا دیں کی خاطر کوئی اس سے سیکھ لے
ہمّت و جرأت شجاعت ہے پیام اہل بیت

وقت کے شمروں یزیدوں کے لیے ہر دور میں
صاعقہ باراں ہے تیغ بے نیام اہل بیت

ہیں اکٹھے حشر تک قرآن اور آل نبی
ہے کتاب اللہ سے یہ انضمام اہل بیت

ان کے ذکر خیر سے معمور یہ قرآن ہے
اور نمازوں میں بھی شامل ہے سلام اہل بیت

ہے کلید خُلد طیّب حبّ آلِ مصطفےٰ
شکر مولا میں بھی ہوں ادنیٰ غلام اہل بیت

منقبت درشان مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بھائی ہے وہ رسول کا مولا علی علی
شوہر ہے وہ بتول کا مولا علی علی

ہے جان سے بھی پیارا مولا علی علی
ہر سنی کا ہے نعرہ مولا علی علی

من کنتُ مولا میرے نبی نے ہے کہہ دیا
میں جس کا مولا اس ہی کا مولا علی علی

صدیق کا ہے جانی بھائی عمر کا ہے
عثماں غنی کا بھی ہے پیارا علی علی

ہم مانتے ہیں گوہر کعبہ علی علی
ہم جانتے ہیں شوہر زہرا علی علی

بھائی رسول کا ہے شوہر بتول کا
حسن وحسین کا ہے بابا علی علی

بدر واحد کا غازی غازی حنین کا
خیبر کا در ہے کس نے اکھاڑا علی علی

آقا ہیں شہر علم علی اسکا باب ہے
اور ہے ولایتوں کا منبع علی علی

دشمن ہے وہ علی کا صحابہ کو جو بکے
ہم ہیں علی کے اور ہمارا علی علی

اولادِ مصطفی وعلی کے ہیں ہم غلام
طیب ہماری آنکھ کا تارا علی علی

منقبت بحضور سیدنا امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما

(کلام مصنف قاری محمد طیب نقشبندی)

ذاتِ رسول پاک کا نقشہ حسن حسین
حُسن رخ رسول کا جلوہ حسن حسین

حق نے چلایا ان سے ہے نسل رسول کو
ذرّیت نبی کا ہیں منبع حسن حسین

سارے جہاں میں انکی سخاوت کی دھوم ہے
جودو کرم عطا کا ہیں دریا حسن حسین

خُلق نبی شجاعتِ حیدر کا ہیں نمود
اور ورثان عفتِ زہرا حسن حسین

نازل تمہارے حق میں ہے سورۂ ھل اتیٰ
اور مودت قُربیٰ حسن حسین

جان نبی و قلب علی کا ہیں یہ قرار
دو غنچہ ہائے گلبن زہرا حسن حسین

وہ راکبان دوش حبیب خدا رہے
چشم رسول پاک کا تارا حسن حسین

فرمان مصطفیٰ ہے یہ میرے دو پھول ہیں
ہیں قلب مصطفیٰ کا سہارا حسن حسین

طیب کو یاد رکھنا بروز جزا کے ہے
ادنیٰ سا اک غلام تمہار حسن حسین

منقبت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء

(کلام مصنف قاری محمد طیب نقشبندی)

کیا تیرا مرتبہ ہے اے دختر رسول
عالم سے تو وراء ہے اے دختر رسول

تو خوش تو آقا خوش ہیں تیرے غم سے ان کا غم
تو جزو مصطفیٰ ہے اے دختر رسول

تیری عظمتوں پہ قرباں مری روح اور مری جاں
تو زوج مرتضیٰ ہے اے دختر رسول

دو نور تجھ سے پھوٹے اک ہوگیا حسین
اک حسن مجتبیٰ ہے اے دختر رسول

ترے فقر و فاقہ پر میں دل و جاں سے ہوں نثار
تو مخزن رضا ہے اے دختر رسول

چشم فلک نے دیکھا نہ رنگ رداء ترا
تو منبع حیاء ہے اے دختر رسول

تو لڑے برائے دنیا یہ سب قصہ جھوٹ ہے
دنیا سے تو وراء ہے اے دختر رسول

ہوتا تھا رات بھر سے ہی سجدہ ترا طویل
تو پیکر صفا ہے اے دختر رسول

ہو کر بتول نکلے تو دنیا کے واسطے
یہ تجھ پہ افتراء ہے اے دختر رسول

طیب کو بخشوانا بروز جزا کہ وہ
ترے در کا اک گدا ہے اے دختر رسول

فضیلت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

(کلام مصنف قاری محمد طیب نقشبندی)

حکم کتاب حق ہے مودت حسین کی
لازم ہے مومنوں پہ مودت حسین کی

قربان راہ حق میں کیا سارا خاندان
بے مثل ہے جہان میں سخاوت حسین کی

کٹوا دو سر جھکاؤ نہ باطل کے سامنے
پیغام دے رہی ہے شہادت حسین کی

نانا نبی ہے بابا علی ماں ہے فاطمہ
بالا ہے کائنات سے عظمت حسین کی

مجھ سے حسین ہے اور میں ہوں حسین سے
قول نبی ہے چمکی ہے رفعت حسین کی

اس کے لیے رسول نے سجدہ کیا دراز
قلب نبی میں ایسی ہے الفت حسین کی

قرآن پڑھ رہے ہیں وہ نیزے کی نوک پر
ہے لازوال ایسی تلاوت حسین کی

تیغوں کے سائے میں ہے سجدہ ادا کیا
نازاں ہے جس پہ حق وہ عبادت حسین کی

طیب درِ حسین سے جنت کی بھیک مانگ
رب ہے حسین پاک کا جنت حسین کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بندۂ پُر تقصیر راقم الحروف محمد طیب غفرلہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ سے فارغ ہو کر ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۲۰ ہجری کو واپس اپنے گھر مانچسٹر انگلینڈ پہنچا اور اگلے ہی دن یکم محرم الحرام ۱۴۲۱ ہجری کو میں نے پیش نظر کتاب "عظمت اہل بیت رسول ﷺ" کے لیے قلم اٹھالیا اور الحمد للہ! ساڑھے تین ماہ کی مختصر مدت میں کتاب مکمل ہوگئی اور بروز منگل ۱۸ جولائی ۲۰۰۰ عیسوی بمطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۱ ہجری کو یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں۔ برطانیہ کی مصروف ترین زندگی میں میں روزانہ اوسط دو گھنٹے سے زیادہ وقت نہ نکال سکا۔ اس دوران کئی دن خالی بھی گئے۔ ایک یہ بھی بابرکت امر ہے کہ روزانہ نماز فجر جو ان دنوں قریباً سوا چار بجے ہوتی ہے، سے لے کر ساڑھے چھ بجے تک فجر کے نورانی اوقات میں لکھنے کا روزانہ معمول رہا۔ مئی، جون اور جولائی کے گرم مہینوں میں اہل برطانیہ کے لیے صبح کا یہ وقت گہری نیند کا ہوتا ہے رات گیارہ بجے عشاء کی نماز ادا ہوتی ہے نماز سے فارغ ہو کر ابھی سوتے ہیں اور آدھی نیند بھی پوری نہیں ہو پاتی کہ صبح نماز فجر کے لیے پھر اٹھ جاؤ۔ ایسے میں گہرے مذہبی لوگ ہی نماز فجر کے لیے اٹھتے ہیں۔ مسلمانوں کی ۹۵ فیصد آبادی نیند کی گہری وادیوں میں اتر کر خواب خرگوش کے خراٹے بھر رہی ہوتی ہے مگر اللہ نے مجھ گنہگار پر آل رسول ﷺ کا صدقہ یہ کرم فرمایا ہے کہ نماز فجر اور نماز اشراق کا یہ درمیانی نورانی وقت آل رسول ﷺ کی عظمت و توقیر لکھنے میں گزرانے کی سعادت حاصل ہوئی اور محرم الحرام کی یکم تاریخ سے لکھنا شروع کر دیا جو کہ سیدنا امام عالی مقام حضرت مولا حسین پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مہینہ ہے۔

وجہ تالیف

یہ کتاب لکھنے کا باعث یہ ہوا کہ میرے والد گرامی شیخ الحدیث والتفسیر محقق اسلام حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جب رد شیعیت اور دفاع ناموس صحابہ علیہم الرضوان میں دور حاضر کی عظیم تصانیف تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ، فقہ جعفریہ اور دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ اور میزان الکتب تحریر فرمائیں جو مجموعی طور پر سولہ جلدوں میں طبع ہو چکی ہیں تو ان کتب کو جہاں برصغیر پاک و ہند کے علماء عوام اہل سنت میں بے پناہ پذیرائی ملی ہے وہاں بعض حاسدین ومعاندین نے آپ کو خروج ونصب کے طعنے دینے شروع کر دیئے۔ والد گرامی علیہ الرحمہ نے ان بے بنیاد اعتراضات کا جواب دینے کیلئے ''عظمت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے عنوان سے اپنی زندگی کی آخری کتاب لکھی ابھی وہ مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۶ کو بروز اتوار بعد نماز مغرب والد صاحب کا وصال ہو گیا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اپنی زندگی کے آخری دن یعنی ۱۴ جولائی ۱۹۹۶ کو تہجد کے وقت نماز تہجد سے فارغ ہونے کے فوراً بعد آپ نے مذکورہ کتاب کے چند صفحے لکھے اور دور حاضر کے امام الخوارج محمود عباسی کے اس غلط دعوے کا جواب لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بچہ ہونے کی وجہ سے صف صحابہ کرام علیہم الرضوان میں شامل نہیں ہیں اس غلط دعوے کا جواب مکمل ہوا اور اسی دن شام کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ کے پیر و مرشد پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز آستانہ عالیہ حضرت کیلیانولہ شریف ضلع گوجرانوالہ پاکستان، نے اس کتاب کا مسودہ پڑھنے کیلئے منگوایا، ان سے کسی اور آدمی نے لیا پھر پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا۔ یوں قبلہ والد گرامی کی وہ عظیم تصنیف جو آپ نے شدید بیماری کے ایام میں تصنیف کی تھی ضائع ہو گئی۔ جس کا آپ کے تلامذہ، عقیدت مندوں اور دوستوں کو بے حد افسوس تھا۔ خود قبلہ عالم حضرت صاحب بے حد متأسف تھے۔ مجھے آپ نے اور والد صاحب کے اکثر تلامذہ نے متعدد بار حکم فرمایا کہ تم نے وہ ضائع ہونے والا سارا مسودہ دیکھا تھا اس لیے تمہارا یہ فرض بنتا ہے کہ اسے دوبارہ لکھو، اس طرح تم اپنے والد گرامی کی

روح کو خوش کر سکو گے اور انہیں اپنی قبر میں بھی روحانی سکون حاصل ہوگا۔ میں اپنی ایک کتاب ''سیرت خلفائے راشدین، از کتب شیعہ'' کی تکمیل میں ہمہ تن محو تھا اس لیے اس طرف توجہ نہ دے سکا۔

میں نے وہ کتاب مکمل کی اور تکمیل کے فوراً بعد حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا جس کا میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں وہاں مکہ مکرمہ میں قبلہ حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوگئی وہ بھی حج کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے دوبارہ حکم فرمایا کہ یہ کام بے حد ضروری ہے اس میں کوئی تاخیر قابل قبول نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ گھر پہنچتے ہی شروع کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے گھر قدم رکھتے ہی اگلے دن قلم تھام لیا۔ اللہ کے فضل و کرم نے آل محمد ﷺ کے صدقہ میں مدد فرمائی اور قبلہ حضرت صاحب کا روحانی تصرف اور والد صاحب کی دعائیں کام آئیں اور مجھ جیسے ناقص العلم تہی دامن بے مایہ اور گنہگار روسیاہ کار انسان سے اللہ نے یہ کام لے لیا۔ وما توفیقی الا باللہ

جب انسان لکھنے بیٹھتا ہے تو طرح طرح کے مضامین ذہن میں اترنے لگتے ہیں کہ اس پر لکھا جائے، اس پر لکھا جائے یہی میرے ساتھ ہوا۔ میرا خیال تھا کہ جس طرح والد صاحب نے اہل بیت رسول ﷺ کی شان میں پہلے آیات مع تفسیر لکھیں پھر احادیث وارد کیں پھر خوارج زمانہ کے اعتراضات کا رد لکھا پھر چلتے چلتے بات ابن تیمیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچی اور ان کی بعض عبارات جن سے نقص شان علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا پہلو نکلتا ہے پر گفتگو ہوئی اور ان کے بعض نظریات زیر بحث آئے۔ میں بھی انہی خطوط پر چلوں گا مگر میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے اہل سنت کو قلم اٹھاتے ہوئے احتیاط کی ضرورت ہے اس لیے میں نے کئی باتوں کو قلم انداز کر دیا اور مناسب جانا کہ فضائل اہل بیت کے بیان ہی پہ زیادہ زور دیا جائے۔ اس لئے یہ کہنا مشکل بلکہ غلط ہے کہ یہ وہی تمام مضامین ہیں جن پر قبلہ والد گرامی نے قلم اٹھایا تھا تاہم جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ انہی کے خیالات کی ترجمانی ہے۔ جس طرح میں اولاد ہونے کی حیثیت سے انہی کے وجود کا حصہ ہوں اسی طرح ان کا شاگرد ہونے کے ناطے میرے افکار بھی انہی کے افکار کا حصہ ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ اہل علم میری اس حقیر کوشش کو سراہیں گے اور حوصلہ افزائی کریں گے اور جہاں خامی دیکھیں گے آگاہ فرما کر اصلاح کا موقع فراہم کریں گے۔ وفقنا اللہ ما یحب ویرضاہ

محمد طیب غفرلہ ۱۸ جولائی ۲۰۰۰ء

کچھ مصنف کے بارے میں

استاذ العلماء مولانا قاری محمد طیب صاحب علماء احباب علم و دانش، صاحبان قرطاس وقلم کے حلقہ میں ایک باعمل عالم دین، خوش گفتار، خوش اخلاق بلند شعار، نفیس طبع، عالم، قاری محقق اور مصنف کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کو بچپن ہی سے دین سے ایسی لگن اور محبت تھی کہ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن کریم مکمل حفظ کرنے کے بعد صرف ساڑھے چار سال کی قلیل مدت میں نو سال پرمحیط درس نظام کا سارا کورس اپنے والد گرامی محقق اسلام شیخ القرآن علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کر لیا اور دورہ حدیث شیخ المحدثین علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں کیا۔ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں ”میرے اس بیٹے نے اس محنت اور لگن سے پڑھا ہے کہ جب میں پچھلی رات سحری کے نفل پڑھنے کے لیے اٹھتا تو اس وقت یہ اپنے مطالعہ سے فارغ ہو کر گھر آرام کرنے کے لیے آرہا ہوتا۔“ کوئی شک نہیں جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خدمت لینا ہوتی ہے۔ انہیں کسی اور کام میں لگن دی ہی نہیں جاتی۔ ان کی ساری صلاحیتیں دین کے لیے وقف ہو جاتی ہیں۔ مصنف علام نے عربی بول چال کے حوالہ سے کوئی کورس یا تعلیم و تعلم کا مستقل سلسلہ اپنائے بغیر اپنی خداداد صلاحیت سے دور طالب علمی میں کتب درسیہ پر ایسے شاندار اور فصیح و بلیغ عربی حواشی لکھے جو دلائل و براہین سے مزین و آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ حسن کتابت و خوشنویسی کا بھی ایک خوبصورت شاہکار ہیں جنہیں دیکھ کر اور پڑھ کر حضرت مصنف کی طبعی نفاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے نوعمری میں ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ جامعہ کے تنظیمی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سترہ سال کی عمر میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور باکمال علمی کاوشوں کا لوہا منوایا۔ عام طور پر درس نظامی کے اساتذہ فن قراءت سے کم مانوس ہوتے ہیں لیکن حضرت مصنف بیک وقت کتب درسیہ کے ساتھ فن تجوید میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے یہی آپ کی وہ ہمہ جہت تدریسی و تنظیمی خدمات تھیں جنہوں نے اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کو کسی حد تک تدریسی ذمہ داریوں سے بے نیاز کر کے تصنیف و تالیف کے لئے موقع فراہم کیا۔ فن قراءت پر مشہور زمانہ کتاب ”شاطبی“ کی چار جلدوں پر

مشتمل شرح، آپ کا ایک مثالی کارنامہ ہے۔ دوران تدریس طلباء سے عبارت سنتے اور اعراب کی درستگی پر پورا زور دیتے۔ مفہوم اس شاندار الفاظ میں بیان کرتے کہ ترجمہ میں ایک ایک لفظ طالب علم کے ذہن میں نقش ہو جاتا۔ تنظیمی امور میں طلباء کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے کبھی کبھار طلباء سے انتظامی امور کی بجا آوری میں کوئی غفلت سرزد ہو جاتی تو ناظم جامعہ کے حضور اس غلطی کو اپنی غلطی قرار دیتے ہوئے معذرت کے لیے پیش ہوتے۔ اپنے اساتذہ والدین اور مرشد طریقت کے حضور ہمیشہ نیاز مندی سے حاضری دیتے۔ آپ کی یہی عادت ان تمام بزرگوں سے دعا کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

سلسلہ طریقت میں آمد

جناب مصنف کے والد حضرت محقق اسلام علامہ محمد علی علیہ الرحمہ کو اپنے دور کے اکابر علماء سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو دور طالب علمی میں ہی پیر طریقت، رہبر شریعت حضور خواجہ خواجگان خواجہ نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آگے چل کر حضرت محقق اسلام کو استاذ المحدثین امام الفقہاء حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جامعہ حزب الاحناف اور پھر میزبان مہمانان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضیاء الملت والدین بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضور قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگوں سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے سند خلافت عنایت ہوئی۔ حضرت قبلہ محقق اسلام فرماتے ہیں جب مجھے حضرت قطب مدینہ کی طرف سے خلافت عنایت ہوئی۔ چند ہفتوں بعد مجھے ایک نہایت ایمان افروز خواب آیا۔ بحالت نیند میں ایک بہت بڑا اجتماع دیکھتا ہوں اور پھر ایک آواز سنتا ہوں۔ حضور جان کائنات رحمت عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد اعلان ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربار عالیہ شرقپور شریف میں جلوہ فرما ہیں۔ پھر میں اپنے آپ کو آستانہ عالیہ شرقپور شریف پر حاضر پاتا ہوں۔ وہاں پھر ایک آواز سنتا ہوں کہ آج یہاں شرقپور شریف میں حضور محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، میراں محی الدین الشیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ میں دل ہی میں اپنے آپ کو اس قدر خوش نصیب خیال کرتا ہوں کہ آج مجھے قسمت کس بلند مقام پر لے آئی ہے۔ پھر خیال آیا کہ آج میرا بیٹا محمد طیب بھی میرے ساتھ ہوتا تو اس نور کی برسات میں وہ بھی مالا مال ہوتا اچانک میں

وسندی تاجدار کیلانی کو عطا فرمایا وہ بڑا ہی بے مثال اور منفرد ہے۔ کہ آپ بعض اور سادات کرام کی طرح نسبی تعلق کی بناء پر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کے متعلق نہایت معمولی سے معمولی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوئے۔ جس جرأت اور بہادری کے ساتھ آپ نے سادات کرام کی ناموس کا دفاع کیا۔ اسی جرات اور بہادری کے ساتھ ناموس صحابہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم کا دفاع کیا۔ آپ کا وصیت نامہ حضرت محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ کی کتب میں چھپ چکا ہے۔ جس میں آپ نے وا[ضح] اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا:

> ''میرے بعد میرے آستانہ پر میری اولاد سے تمام سادات امہات المومنین وجملہ صحابہ کرام کیساتھ عقیدت ومحبت کا دعوی رکھنے کے باوجود جس نے کسی ایک صحابی کے بارے میں معمولی سے معمولی بدگمانی کا ارتکاب کیا وہ سجادہ نشین نہ ہو اس کا مجھ سے نہ دنیا میں تعلق ہے نہ آخرت میں۔''

حضرت مرشد کامل کی دین کے ساتھ کمال محبت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ علماء کرام کو ہمیشہ رہنے والے کام یعنی تحریر کی طرف نہ صرف رغبت دیتے رہے بلکہ اپنی جیب خا[ص] سے اسے شائع کرنے کا اہتمام بھی فرماتے رہے۔ یہ آج کے مشائخ کے لئے ایک عمدہ مثال ہے وہ آستانے جہاں خرافات دن بدن بڑھ رہی ہیں ان مشائخ کو اپنے آستانوں کا تقدس برقرار رکھنے کے لیے ایسا مثالی کردار پیش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے اسی علمی فیضان کو نسل د[ر] نسل جاری وساری رکھے۔ آمین!!

رضائے مصطفیٰ نقشبندی
ناظم اعلیٰ: جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج، لاہور

کچھ کتاب کے بارے میں

صحابہ کرام، امہات المومنین رضی اللہ عنہم، آل رسول ﷺ۔ یہ سیرت کا ایک ایسا نازک مرحلہ ہے جہاں بڑے بڑے دانشور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لکھتے لکھتے محبت آل رسول رضی اللہ عنہم سے اکھڑ گئے اور بعض عظمت آل رسول رضی اللہ عنہم لکھتے لکھتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔ اس نازک مرحلہ پر ہر مسلمان کو اس یقین سے گزرنا چاہیے کہ جس زبان سے رسالت نے علی المرتضیٰ، فاطمہ الزہرا، امام حسن، سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہم سے عقیدت و نیاز مندی کا حکم دیا اسی زبان رسالت نے خلفاء ثلاثہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم سے نیاز مندی کا حکم دیا۔ مقام افسوس ہے کہ ہمیں اپنے رسول پاک ﷺ کی ایک بات سے اتفاق ہے اور دوسری سے اختلاف۔ مصنف علام نے جہاں اہل بیتِ رسول رضی اللہ عنہم کی عظمت میں کمال علمی مواد جمع کیا وہیں دامن صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔۔ بلکہ جہاں آیات قرآنیہ اور ارشادات رسول ﷺ سے استدلال کیا وہاں صحابہ کرام و امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز کلمات تحسین پیش کیے جس سے کتاب کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ یہ وہ کمال کوشش ہے جسے جس قدر خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کر کے اسے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔ محبت اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی بے صبری بے قراری بیان کرنے جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں میٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے میدان کربلا میں نہ بے صبری کی نہ ان کی چیخوں کی آواز خیموں سے آئی نہ ہی انہوں نے پلید یزیدیوں سے پانی کی بھیک مانگی۔ بلکہ انہوں نے جرات و بہادری کی وہ شاندار مثال قائم کی جس سے اسلام کا سر ہمیشہ کے لیے بلند ہوگیا۔ اس واقعہ کو جس افسانوی انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ وہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مقام سے بہت گرا ہوا انداز ہے بلکہ جناب مصنف نے قرآن کی تفسیر میں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا کردار پیش کیا۔

”اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو۔“

عبارت کی نفاست اور حسن استدلال کی بناء پر کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد اور انوکھی اور جداگانہ اعزاز کی حامل ہے۔ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔جن کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

حضرت مصنف کو اہل بیت اطہار سے محبت گھٹی میں پلا دی گئی۔اس لئے ہر لفظ محبت وعقیدت کا خوشبو دار پھول ہے اور بدگمانی اور بدعقیدگی کی فضا میں حکمت ومعرفت کا چمکتا ہوا چراغ ہے۔اس قدر دلنشیں انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں۔لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔ ہر عنوان ہر سطر اور ہر لفظ پر مصنف کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی اس حسین کاوش کو (جو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی بارگاہ میں ان کا نیاز مندانہ نذرانہ ہے) اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔

رضائے مصطفیٰ نقشبندی ناظم دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور

باب اوّل

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتماعی فضائل

فصلِ اول:

آیاتِ قرآن مجید اور فضیلت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلی آیت مباہلہ نصاریٰ اور شانِ اہلِ بیت

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ﴿٦١﴾ [1]

ترجمہ: جو آدمی آپ سے (الوہیت عیسیٰ میں) جھگڑے بعد ازاں کہ آپ کے پاس علم آگیا تو آپ (اسے) کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی۔ اور ہم خود بھی آجاتے ہیں اور تم خود بھی آجاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کی دعا کرتے ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نجران کے علاقہ کے عیسائی ۹ ہجری میں مدینہ طیبہ آئے اور حضور پرنور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الوہیت عیسیٰ پر جھگڑا کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلائل سے ان پر حق واضح کیا مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ تب اللہ کریم نے یہ آیت اتاری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان عیسائیوں سے کہہ دیں کہ تم اپنے بیٹے لے آؤ، ہم اپنے بیٹے لے آتے ہیں۔ تم اپنی عورتیں لے آؤ ہم اپنی عورتیں لے آتے ہیں تم خود بھی آجاؤ ہم بھی آجاتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہو کر اللہ سے دعا کرتے

---

[1] سورہ آلِ عمران آیت ٦١ پارہ ٣

ہیں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور وہ ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ وقت مقرر ہوا۔ آپ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور اپنے نواسوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر میدان میں نکلے۔ اس نورانی جماعت کو دیکھ کر عیسائی دور ہی سے بھاگ گئے اور کہا کہ اگر ان لوگوں نے دعا کر دی تو یقیناً اللہ کا عذاب اترے گا اور کوئی عیسائی زندہ نہیں بچے گا۔

تو لفظ اَبْنَآءَنَا کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حسن و حسین کو لے کر نکلے۔ نِسَآئَنَا کے تحت سیدہ فاطمہ خاتون جنت کو لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دیگر بیٹیاں رقیہ، امِ کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن ساری اس واقعہ سے قبل وصال کر چکی تھیں اس کی تحقیق کے لئے ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب دیکھی جائے اور بعض روایات میں ہے کہ آیت مبارکہ کے الفاظ وَاَنْفُسَنَا (کہ ہم خود بھی آتے ہیں) کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود نکلے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی اس میں شامل کیا۔ اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس (نجرانی وفد کے سردار) عاقب اور سید آئے۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو میں جانتا ہوں کون سی چیز تمہیں اسلام لانے سے روکتی ہے کہنے لگے بتائیے! فرمایا: صلیب کی محبت، شراب نوشی اور خنزیر خوری کی لذت، یہ چیزیں تمہیں اسلام سے روکتی ہیں۔ حضرت جابر کہتے ہیں تب آپ نے ان کو دعوت دی کہ ایک دوسرے پر لعنت کی دعا کرتے ہیں انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا۔ اگلے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے۔ حضرت علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لیا ہوا تھا۔ پھر آپ نے سید اور عاقب کو بلایا انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور اپنے عجز کا اقرار کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

والذی بعثنی بالحق لو فعلا لامطر الوادی علیهما نارا۔

ترجمہ: اس رب کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اگر وہ دونوں آجاتے اور ملاعنت کرتے تو یہ وادی ان پر آگ برسا دیتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَاَبْنَآئَکُمْ۔

اور وہ اس طرح کہ اَنْفُسَنَا سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں ابنآئنا سے حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور نسآئنا سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں: [1]

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابنآئنا وابنائکم... الخ، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اللھم ھؤلاءِ اھلی اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں (میرے اہل وعیال ہیں) [2]

۳۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی واقعہ مباہلہ روایت کرتے ہوئے آخر میں کہا رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: اِنْ اَنَا دَعَوْتُ فَاٰمِنُوْا اَنْتُمْ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا تو عیسائیوں نے مباہلہ کرے کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ عیسائیوں نے بھی مباہلے کے لیے میدان میں نکلنا چاہا مگر ان کے ایک سردار نے کہا میں مقابلے میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے ہٹا دے۔ [3]

ان احادیث سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ اس موقع پر اپنے مقرب ترین افراد کو لے کر نکلے۔ بہر حال اس جگہ ان حضرات کے لیے بہت بڑا مقام اور فضلیت ہے رسول اکرم ﷺ ان نفوس قدسیہ کو اپنے ساتھ اسلام کی دلیلوں کے طور پر لے کر نکلے گویا آپ زبان حال سے فرما رہے تھے۔ عیسائیو! میرے دین کی صداقت دیکھنی ہے تو شجاعت علی کو دیکھ لو، میری بیٹی کی طہارت وعفت کو دیکھ لو اور حسین وحسن کی عظمت کو دیکھ لو۔ رضی اللہ عنہم

اس جگہ لفظ ابناء نا کے تحت رسول اللہ ﷺ کا اپنے نواسوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو لیکر

---

[1] حاکم۔ ابن مردویہ اور ابونعیم فی دلائل النبوۃ

[2] مسلم شریف جلد دوم باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ کراچی، ترمذی جلد دوم ابواب المناقب مناقب علی بن ابی طالب

[3] تفسیر کبیر

نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے لیے بیٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں، اسی لیے ان دونوں کی ذریت کو اولاد رسول ﷺ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی رگوں میں رسول اللہ ﷺ کا خون ہے۔

دوسری آیت: اللہ نے اہل بیت رسول ﷺ کو پاک فرما دیا

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ [1]

ترجمہ: اے نبی ﷺ کی بیویو! تم کسی دوسری عورت کی طرح نہیں ہو۔ (سب سے افضل ہو) اگر تم اللہ سے ڈرو تو اپنی بات میں لوچ (ہلکی مسکراہٹ) نہ رکھا کرو کہیں وہ شخص تم میں دلچسپی نہ لے جس کے دل میں مرض ہے اور ہمیشہ اچھی بات کہا کرو اور اپنے گھر میں ٹھہرا کرو اور دور جاہلیت والی پرانی بن ٹھن کے ساتھ باہر نہ نکلا کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے رسول کے گھر والو! کہ تم سے ہر طرح کی آلائش (ناپاکیزگی) دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اس آیت میں لفظ اہل بیت یعنی رسول کے گھر والے کا مصداق کون ہے؟ کن لوگوں کے حق میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے تین اقوال ہیں:

قول اول:

اس سے صرف ازواجِ رسول ﷺ مراد ہیں کوئی دوسرا اس میں شامل نہیں چنانچہ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (جو خود آل محمد ﷺ میں شامل ہیں ان پر صدقہ حرام ہے) سے یہ روایت کیا کہ نزلت فی نساء النبی خاصة یہ آیت صرف اور صرف ازواج نبی ﷺ کے لیے نازل ہوئی

[1] سورہ احزاب: آیت ۳۲، ۳۳ پارہ ۲۲ رکوع ۱

ہے۔ چنانچہ عکرمہ (تابعی) رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

من شاء باھتلہ انہا نزلت فی ازواج النبی ﷺ۔ [1]

ترجمہ: جو شخص چاہے میں اس سے یہ مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ آیت ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے اتری ہے۔

ابن مردویہ نے بھی صحابی رسول سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عکرمہ بازاروں میں ندا کیا کرتے تھے کہ یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت (اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! تم سے اللہ ہر قسم کی آلائش کو دور رکھے) امہات المومنین کے لیے ہی نازل ہوئی ہے۔ [2]

اسی طرح ابن سعد نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہی یہ آیت اتری ہے۔ [3]

صرف ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لینے والوں کی یہی دلیل ہے کہ اس آیت کا مضمون ہی یا نسآء النبی (اے ازواجِ رسول) کے لفظ سے شروع ہو رہا ہے پھر لَا تَخْضَعْنَ، قُلْنَ، قَرْنَ اَقِمْنَ، اور اَطِعْنَ جیسے صیغہ ہائے جمع مونث صاف صاف بتا رہے ہیں کہ ازواج رسول مراد ہیں اور اگلی آیت میں وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ صیغہ ہائے جمع مونث بھی یہی سمجھا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لفظ اہل البیت اور اہل کسی شخص کی بیوی کے لیے ہی استعمال ہوا ہے مثلاً:

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔

ترجمہ: فرشتوں نے حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام سے کہا کیا تم حکم خداوندی سے تعجب کرتی ہو (کہ بڑھاپے میں ہم سے کیسے بچہ پیدا ہوگا) اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ [4]

---

[1] درمنثور نقلاً عن ابن حاتم وابن عساکر جلد ۶ صفحہ ۶۰۳

[2] ابن جریر سورہ احزاب جز ۲۲ صفحہ ۱۵

[3] روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۳

[4] ہود: ۷۳

اس آیت میں لفظ اہل البیت بیوی ہی کے لیے بولا گیا ہے۔

۲۔ اِذْرَ انَارًا فَقَالَ لِاَھْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اپنی اہل یعنی اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا ٹھہر و میں آگ دیکھ رہا ہوں۔ [1]

۳۔ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَھْلِهٖ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِهِ امْكُثُوْا۔

ترجمہ: تو جب موسیٰ علیہ السلام نے (حضرت شعیب کے پاس) اپنی میعاد پوری کرلی اور اپنی اہل (بیوی) کو لے چلے تو طور کی جانب سے آگ محسوس ہوئی تو اپنی اہل سے کہا۔ [2]

۴۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ۔

ترجمہ: اور جب آپ اپنے گھر والوں کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ [3]

۵۔ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَھْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والے نہ بتاؤں جو اس بچے (موسیٰ) کی کفالت کریں گے اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں گے۔ [4]

تو ان تمام آیات میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لئے بولا گیا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے اپنے گھر کی مالکہ کے لئے یعنی اپنی والدہ کے لئے اہل بیت کا لفظ استعمال کیا۔ تو جب سارے قرآن مجید میں یہی طریقہ چلا آرہا ہے تو آیت تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ ...الخ میں اہل بیت کا لفظ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کیوں نہیں ہے؟ جب کہ ان آیات کا شانِ نزول بھی ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے متعلق ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیورات

---

[1] طٰہٰ: ۱۰

[2] سورہ قصص آیت 29 پارہ ۲۰ رکوع ۷

[3] آل عمران: ۱۲۱

[4] پارہ ۲۰ رکوع ۳

طلب کیے تو آپ نے اپنی ازواج سے چند ہفتے علیحدگی اختیار کر لی جسے سیرت النبی میں واقعہ ایلا سے یاد کیا جاتا ہے تب اللہ نے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا تک تمام آیات نازل فرمائیں جن میں پہلے تو ازواج رسول ﷺ سے کہا گیا کہ اگر تم مال لینا چاہتی ہو تو جتنا مال چاہو لے لو۔ اس کے بعد تمہیں طلاق دی جائے گی اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی چاہتی ہو تو یاد رکھو اللہ کے نزدیک تمہارا مرتبہ بہت زیادہ بلند ہے تم مرتبے میں دیگر تمام عورتوں سے بڑھ کر ہو اس کے بعد فرمایا کہ اے ازواج رسول ﷺ! اللہ تو تمہیں تمام دنیاوی آلائشوں سے دور کر کے خوب پاک فرمانا چاہتا ہے تا کہ تمہارے دل سے دنیا کی تمام محبتیں ختم ہو جائیں اور تمہارے دل ہمارے نبی کی طرح ہر دنیوی خواہش سے پاک ہو جائیں اور تمہارے دلوں کو خدا اور اس کے رسول کی محبت سے بھر کر تمہیں سیرت و کردار کے بلندترین مقام پر پہنچا دیا جائے۔

یہاں تک تو قولِ اول کے قائلین کے دلائل ہیں۔ راقم الحرف محمد طیب عرض کرتا ہے کہ اس قول کے اس حصے سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت تطہیر میں ازواج رسول ﷺ داخل ہیں اس لئے کہ اگر ازواج نبی کو نکال دیں تو اس آیت کا ماقبل اور مابعد سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔

قول ثانی:

اس آیت میں اہل بیت سے حضرت علی المرتضی، سیدہ فاطمہ زہرہ خاتون جنت اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور یہ کہ صرف انہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اس پر اتنی احادیث وارد ہیں کہ شمار میں لانا مشکل ہے (اور اسی سبب سے راقم الحروف نے یہ آیت یہاں درج کی ہے) چند ایک یہاں لکھی جا رہی ہیں

ا۔ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ صبح کو تشریف لائے جب کہ آپ کے اوپر سیاہ بالوں والی منقش چادر (کالی کملی) تھی۔ اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ آ گئے آپ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ آ گئے وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں انہیں بھی داخل کر لیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی داخل کرلیا پھر فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ تم سے ہر آلائش کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔ [1]

۲۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے آپ کے ساتھ حسن وحسین اور علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب آپ اندر آگئے تو جناب علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو قریب کرکے اپنے سامنے بٹھالیا اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اپنے رانوں پر رکھ لیا پھر ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ میں ان کی طرف پشت کئے بیٹھا تھا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ [2]

اس مفہوم کی حدیث ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے، ابن جریر، ابن مردویہ اور طبرانی نے ابوحمراء رضی اللہ عنہ سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ [3]

حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اکثر دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سیدہ فاطمہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہما کے گھر کے دروازے پر نماز فجر کے لئے دستک دیتے تو فرماتے "اٹھو نماز کے لئے تم اے اہل بیت! تم کو اللہ پاک کرنا چاہتا ہے:

ان احادیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت مولا علی خاتون جنت اور ان کے بیٹوں حضور امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے لیے نازل ہوئی ہے۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر چادر ڈال کر یہ آیت پڑھی گویا تخصیص کردی کہ یہ وہ اہل بیت ہیں جن سے اللہ نے ہر آلائش دور کردی ہے اور ان کے لیے یہ آیہ تطہیر اتاری۔

---

[1] مسلم شریف جلد دوم کتاب لفضائل، فضائل حسن وحسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کراچی

[2] ترمذی شرف جلد دوم ابواب المناقب، مناقب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ مسند احمد بن حنبل، حاکم: طبرانی، سنن بیہقی

[3] درمنثور جلد ٦ صفحہ ٦٠٦

قول ثانی کے قائلین یہ دلیل بھی رکھتے ہیں کہ اس آیت میں مذکر ضمیریں بولی گئی ہیں یعنی عَنْکُمُ الرِّجْسَ اور وَیُطَهِّرَکُمْ کیونکہ اس کا مدلول پانچ افراد پنج تن پاک رضی اللہ عنہم ہیں جن سے چار مرد ہیں اور ایک عورت تو اکثریت کے سبب جمع مذکر کی ضمیریں لائی گئیں۔ اگر اس جگہ اہل بیت سے ازواج رسول ﷺ مراد ہوتیں تو عنکن اور یطہرکن بولا جاتا مگر ان کا جواب قول اول والوں نے یہ دیا ہے کہ چونکہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت کے جمع کے صیغوں میں اہل البیت کی مخاطب کیا گیا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے تو اس کے لیے جمع مذکر کی ضمیریں لائی گئیں ہیں اور اس کی دیگر مثالیں بھی قرآن مجید میں موجود ہیں جیسے:

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ط [1]

میں حضرت سارہ علیہا السلام کو خطاب ہے اور ضمیر جمع مذکر لفظ اہل البیت کی وجہ سے آئی ہے اسی طرح فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا (سورہ طٰہٰ، ۱۰) میں موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے لئے ضمیر جمع مذکر بولی جا رہی ہے کیونکہ بیوی کو لفظ اہل سے یاد کیا گیا ہے۔

البتہ یہاں ایک حدیث ہے جسے ابن جریر ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی وفی علی و فاطمہ و حسن حسین رضی اللہ تعالی عنھم۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطھر کم تطھیرا۔ [2]

یعنی یہ آیہ تطہیر پانچ افراد کے لیے نازل ہوئی میرے لئے علی اور فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے لئے، مگر یہ حدیث ائمہ دین کے نزدیک پایہ صحت سے ساقط ہے، علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میری تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح نہیں۔ [3] اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو پانچ کا عدد اختصاص کے لئے نہیں بلکہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ پانچ اہل بیت پاک کے معظم ترین فرد ہیں جن کا

---

[1] سورہود، ۷۳

[2] درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۴

[3] روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۱۷ مطبوعہ دار الطباعہ بیروت

خصوصیت سے ذکر کیا جا رہا ہے۔ کئی مواقع پر نبی پاک ﷺ نے کوئی عدد بولا ہے مگر اس سے اختصاص مراد نہیں ہوتا بلکہ معظم ترین افراد کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے ارشاد نبوی ہے:

اجتنبو السبع الموبقات۔

سات مہلک کاموں سے بچو۔[1]

آگے حدیث مبارکہ میں وہ سات مہلک کام بتائے گئے ہیں یعنی شرک، عقوقِ والدین، سحر، قتل، جھوٹ، غیبت اور جھوٹی گواہی وغیرہ مگر مقصد یہ نہیں کہ ان سات کے علاوہ سب کام حلال ہیں مقصد یہ ہے یہ سات کام محرمات میں سے اہم ترین اور معظم ترین ہیں۔

قول ثالث:

اس آیت میں اہل بیت سے ازواج رسول اور علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم دونوں مراد ہیں۔ وہ اس طرح کہ یہ آیت اپنے سیاق و سباق اور شانِ نزول کے لحاظ سے تو ازواج رسول ﷺ کے حق میں ہی نازل ہوئی ہے تاہم نبی پاک ﷺ نے چاہا کہ اس تطہیر کی نعمت سے آپ کی پیاری اور لاڈلی بیٹی خاتونِ جنت اور آپ کے پیارے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے چچازاد بھائی اور داماد مولا علی رضی اللہ عنہ کو بھی سرفراز کیا جائے اور جو فضل آپ کی ازواج پر ہوا ہے ان پر بھی ہو جائے تو آپ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی چادر میں لے کر دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر تو نے میری ازواج کو میرے اہل بیت کہہ کر انہیں تطہیر عطا فرمائی ہے تو اہل بیت کے لفظ سے میں ان کو بھی یاد کرتا ہوں یا اللہ! ان پر بھی یہ نعمت ارزاں فرمادے تو اللہ نے اپنے محبوب کی یہ دعا قبول فرمائی۔

یہ قول پچھلے دونوں اقوال کو جمع کر دیتا اور اختلاف اٹھا دیتا ہے اور متعدد احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چند ایک ملاحظہ ہوں:

۱- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہ آیت انما ایرید اللہ... الخ میرے گھر میں نازل ہوئی اس وقت گھر میں سات افراد تھے جبریل، میکائیل علیہم السلام، علی، فاطمہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جب کہ میں گھر کے دروازہ پر تھی میں نے عرض کیا یارسول اللہ! الست من اھل

---

۱ مسلم شریف

البیت؟ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں؟ فرمایا:

انك على خير انك من ازواج النبی۔

ترجمہ: تم تو پہلے ہی بھلائی پر ہو تم تو ازواج نبی (ﷺ) میں سے ہو۔ ابن مردویہ۔ [1]

۲۔ حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں خیبر سے آئی ہوئی چادر میں لپٹے ہوئے تھے، اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں ان کے پاس گوشت سے بھری ہنڈیا تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کو بلالاؤ تو وہ انہیں بلالائیں ابھی وہ کھا ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت اتری:

انما یرید الله ... الخ

تو نبی پاک ﷺ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی اور پھر آپ ے چادر سے ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف پھیلائے اور دعا کی:

اللهم هؤلاء اهل بيتى وخاصتى فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے قریبی ہیں تو ان سے ہر آلائش دور کر کے انہیں خوب پاک کر دے یہ آپ نے تین مرتبہ دعا فرمائی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے بھی چادر میں سر داخل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! وانا معکم میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ فرمایا:

انك على خير مرتين

ترجمہ: کہ تم دو مرتبہ بھلائی پر ہو۔ [2]

دو مرتبہ بھلائی پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو تم ازواج نبی میں داخل ہو دوسرا میں تمہیں اپنی دعا میں بھی داخل کرتا ہوں اس طرح یہ آیت تمہارے لئے دو مرتبہ ہو جائے گی۔

۳۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملتا جلتا دوسرا واقعہ بھی ہم آگے احادیث کی فصل میں

---

[1] در منثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۴

[2] ابن جریر: ابن ابی حاتم، طبرانی

لا رہے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلالاؤ۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان پر چادر ڈال دی جو خیبر کے مال غنیمت میں آئی تھی اور میرا بچھونا تھی پھر آپ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم هؤلاء ال محمد فاجعل صلوتك وبركاتك على ال محمد كما جعلها على ال ابراهيم انك حميد مجيد

ترجمہ: اے اللہ یہ محمد (ﷺ) کی آل ہیں پس تو اپنی رحمتیں اور برکتیں آل محمد پر اسی طرح نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر اتاری تھیں بے شک تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے چادر کا پلو اٹھا کر دیکھا تو نبی پاک ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا تم تو پہلے ہی بھلائی پر ہو۔ [1]

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ آیت تطہیر ازواج مطہرات کے لئے ہی اتری ہے البتہ نبی پاک ﷺ نے دعا فرما کر مولا علی شیر خدا سیدہ خاتون جنت اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں شامل کرلیا اکثر مفسرین قرآن نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے چنانچہ امام قرطبی ارشاد فرماتے ہیں:

فهذه دعوة من النبى لهم بعد نزول الاية احب ان يدخلهم فى الاية التى خوطب بها الازواج فذهب الكلبى ومن وافقه فصيرها لهم خاصة وهى دعوة لهم خارجة من التنزيل۔

ترجمہ: یہ نبی پاک ﷺ کی طرف سے اس آیت تطہیر کے نزول کے بعد حضرت علی وفاطمہ، وحسن وحسین رضی اللہ عنہم کے لئے دعا ہے۔ آپ نے چاہا کہ انہیں بھی اس آیت میں داخل فرمالیں جس میں آپ کی ازواج کو مخاطب کیا گیا تھا تو کلبی اور اس کے ہم نوا لوگوں نے اسے انہی کے لئے خاص قرار دیا حالانکہ یہ دعا ان کے لئے نزول آیت سے الگ ہے۔ [2]

---

[1] کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۵ بروایت ابن عساکر

[2] تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۳ طبع بیروت

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وعدم ادخالها فی بعض المرات تحت الکساء لیس لانها لیست من اهل البیت اصلا بل لظهور انها منهم حیث کانت من الازواج اللاتی یقتضی سیاق الایة و سباقها دخولهن فیهم بخلاف من ادخلوا تحته رضی الله عنهم فانه علیه الصلوة و السلام لو لم یدخلهم ویقل ما قال لتوهم عدم دخولهم فی الایة لعدم اقتضاء سیاقها۔

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ام سلمہ کو چادر کے نیچے داخل نہ کرنا اس لئے نہیں تھا کہ وہ اہل بیت میں شامل ہونا ظاہر و باہر تھا جب کہ خود آیت کا سیاق و سباق واضح کر رہا ہے بخلاف ان کے آپ نے چادر میں لیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہ کرتے اور جو کچھ فرمایا نہ فرماتے تو آیت میں ان کا غیر داخل ہونا واضح ہوتا کیونکہ آیت کا سیاق و سباق ان کے اہل بیت میں داخل ہونے کا متقاضی نہیں۔ [1]

حضرت علامہ آلوسی نے بڑا محققانہ اور بلیغ کلام فرمایا ہے: فللہ درہ۔

۳۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذه کما تری آیة بینة و محبة نیرة علی کون نساء النبی ﷺ من اهل بیته قافیة ببطلان مذهب الشیعة فی تخصیصهم اهل البیت بفاطمة وعلی وابنیه الحسنین رضی الله عنهم۔

ترجمہ: جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ آیت اس بات کی واضح دلیل اور روشن حجت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں اور یہ آیت شیعہ مذہب کے بطلان پر فیصلہ دے رہی ہے کہ انہوں نے لفظ اہل بیت کو حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور ان کے صاحبزادگان حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے خاص کر دیا ہے۔

آگے علامہ حقی فرماتے ہیں یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، سیدہ

---

1 روح المعانی جز ۲۲ صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیروت

فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اور یہ آیت انما یرید اللہ...... الخ تلاوت کی تو یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات اہل بیت ہیں۔ لا ان من عداھم لیسو کذالک اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے سوا کوئی اہل بیت میں سے نہیں۔ [1]

الغرض قریباً تمام مفسرین قرآن کی یہی رائے ہے کہ یہ آیت تطہیر ازواج رسول ﷺ کے حق میں اتری تو رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور مولا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں داخل فرمایا یعنی اللہ نے ان کو بھی پاک کر دیا۔

تطہیر کا مطلب:

اللہ نے تو یہی فرمایا کہ اللہ اہل بیت رسول ﷺ کو ہر آلائش دنیا سے پاک کرنا چاہتا ہے انما یرید اللہ... اور دوسری جگہ فرمایا: اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَه كُنْ فَيَكُوْن۔ جب اللہ کسی چیز کے لئے یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے تو ہو جاتی ہے اس لئے جب اللہ نے اہل بیت رسول کو پاک کرنے کا ارادہ فرما لیا تو پاک ہو گئے اور پاک کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے محفوظ کر دیا اپنی حفاظت میں لے لیا۔ لیذھب عنکم الرجس کا مفاد یہ ہے کہ پہلے اللہ نے ان کے دل گناہوں سے پھیر دیے اور لیطھر کم تطھیراً کا مفاد یہ ہے کہ پھر ان کے دل نیکیوں کی طرف راغب کر دیے، اب وہ نیکی کا ہی ارادہ کرتے ہیں یا یوں کہہ لیں۔ لیذھب عنکم الرجس کہہ کر اللہ نے گناہوں کے اسباب اور راستے ان سے دور کر دئے اور لیطھر کم تطھیراً میں بتایا کہ اعمال صالحہ کے اسباب ان کے لئے مہیا کر دیئے گئے۔

مذکورہ آیت اور مذکورہ احادیث کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ مولا علی، اور حسنین کریمین کو اللہ نے نیکیوں کی طرف راغب کیا تھا تو انہوں نے جس موقع پر جو بھی موقف اختیار کیا وہ مبنی برنیت خیر تھا اور برحق تھا خواہ وہ واقعہ جمل ہو یا حادثہ صفین ہو یا سانحہ کربلا۔ کیونکہ آیہ تطہیر اور دعائے رسول کی برکت سے اللہ نے ہر طرح کا شر ان کی فطرت سے نکال دیا تھا۔ ان پر اعتراضات کرنا اور ان کو محل تنقید بنانا اپنے اعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے اللہ اس سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین! ثم آمین!

---

[1] روح البیان جلد ۷ صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ بیروت

تیسری آیت:

نبی و آل نبی پر درود سلام!

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْ تَسْلِيْمًا۔

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام کہو۔ [1]

اب ایمان والے کیسے نبی پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجیں؟ اس کا طریقہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے تو فرمایا کیا میں تجھے ایک تحفہ دوں؟ جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا میں نے کہا کیوں نہیں۔ مجھے وہ ہدیہ ضرور عنایت کیجئے، کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ یارسول اللہ! کیف الصلوۃ علیکم اھل البیت آپ اہل بیت پر ہم کس طرح صلوۃ یعنی درود پڑھیں۔ (کیونکہ حضور پرنور نبی کریم رؤوف ورحیم ﷺ خود بھی اہل بیت میں شامل ہیں اور انما یرید اللہ...... الخ کے مخاطبین میں سے ہیں) ہمیں اللہ نے آپ کی زبان سے یہ تو بتادیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے پڑھیں (چنانچہ ہم نماز میں) السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھتے ہیں مگر ہمیں درود پڑھنے کا پتہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہا کرو:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علیٰ محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔ [2]

ترجمہ: اے اللہ! محمد و آل محمد پر درود بھیج جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر درود بھیجا

---

[1] سورہ احزاب:۵۶

[2] بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۷۷ کتاب الانبیاء

ہے بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے اے اللہ! محمد و آل محمد پر برکت فرما جس
طرح ابراہیم اور آل ابراہیم پر تو نے برکت کی۔

تو اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد و آل محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہنا
چاہیے۔

آل محمد کون ہیں؟

اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ آل محمد ﷺ کون ہیں؟ جن پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا گیا ہے تو اس بارہ
میں مختلف اقوال ہیں۔

قول اول:

آل محمد ﷺ سے صرف وہی لوگ مراد ہیں جن کو نبی ﷺ نے اپنی چادر کے نیچے لے کر
فرمایا تھا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں یعنی حضرت علی مرتضیٰ، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم، ان
کی دلیل وہ ہے جو پیچھے دو مرتبہ گذر چکی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو چادر میں لے کر فرمایا:

اللھم ھٰؤلاء آل محمد فاجعل صلواتك و برکاتك علی آل محمد
کما جعلتھا علی ابراھیم انك حمید مجید۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ ہیں آل محمد ﷺ پس تو درود اور برکتیں آل محمد پر اسی طرح نازل فرما
جس طرح تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔

گویا حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم ہی اہل بیت ہیں اور یہی آل محمد ہیں انہی کے لئے
تطہیر ہے اور انہی کے لئے درود اور چونکہ آل کا معنیٰ عموماً اولاد ہی لیا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

آلَ اِبْرَاهِيْمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ: کہ ہم نے ابراہیم اور عمران کی اولاد کو عالمین پر فضیلت دی۔

اس لئے سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد ہی اولادِ محمد کہلانے کی حقدار ہیں اور حضرت علی اولادِ
رسول میں حکماً داخل ہیں کہ داماد بھی بیٹا ہی ہوتا ہے۔

قولِ ثانی:

آلِ محمد میں ازواج رسول بھی داخل ہیں اور آپ کی ذریت بھی۔ کیونکہ آدمی کی آل میں اس کی بیوی اور بچے سبھی شامل ہوتے ہیں اور اسی کو فیملی کہتے ہیں یعنی آل بمعنیٰ افراد خانہ کیونکہ آل اصل میں اہل تھا ہاء کو ہمزہ کیا گیا تو دو ہمزے جمع ہو گئے اور ائل ہو گیا پھر دوسرے ہمزے کو پہلے کی حرکت کے موافق الف سے بدل دیا جیسا کہ لسان العرب القاموس اور مفردات القرآن وغیرہ میں لکھا ہے اس طرح اہل سے آل بن گیا اور عربی میں ہاء کو ہمزے سے بسا اوقات بدلا جاتا ہے جیسے ماء اصل میں ماہ تھا اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ آل کی تصغیر اھیل آتی ہے اور تصغیر سے لفظ کی اصلیت کا پتہ چل جاتا ہے نحو کا قاعدہ ہے:

التصغیر یرجع الی اصل الاسماء۔

جب آل کا معنی اہل ہے تو نبی پاک ﷺ کے اہل میں ازواج بھی داخل ہیں اور ذریت بھی۔ قرآن کریم بھی جا بجا لفظ اہل کو بیوی کے لیے استعمال فرماتا ہے پیچھے متعدد مثالیں گذر چکی ہیں اور ذریت کا اہل میں ہونا بھی ظاہر و باہر ہے اس قول کی تائید ایک متفق علیہ حدیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیف نصلی علیک ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں۔ آپ نے فرمایا:

اللھم صل علی محمد و ازواجه وذریاته کما صلیت علی آل ابراھیم و بارك علی محمد وازواجه و ذریاته کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

ترجمہ: اے اللہ! محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اور اولاد پر اس طرح درود بھیج جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر درود بھیجا اور محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اور اولاد پر اسی طرح برکت فرما جس طرح تو نے آل ابرہیم پر برکت فرمائی۔ [1]

یہ حدیث مسلم کتاب الصلوۃ جلد اول صفحہ ۱۷۵ پر بھی ہے اور اسے امام مالک نے موطا اور

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب الانبیاء صفحہ ۴۷۷

دیگر محدثین نے بھی اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج اور ذریت کو درود میں داخل کیا ہے اور انہیں آل ابراہیم کی تشبیہ دے کر اپنی آل قرار دیا ہے۔ آپ کی ذریت سے مراد آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور آپ کے تا قیامت اس سلسلے کے سارے افراد شامل ہیں بشرطیکہ وہ صاحب ایمان وعقیدہ صحیحہ ہوں وہ سب آل محمد کا مصداق ہیں اور جب درود شریف پڑھنے والے درود پڑھتے ہیں تو ان سب کو اس میں سے حصہ ملتا ہے۔

تیسرا قول:

آل محمد سے مراد وہ سب لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یعنی جملہ بنو ہاشم، جن میں حضرات علی، عقیل، جعفر طیار، عباس اور حارث رضی اللہ عنہم کی اولاد داخل ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو حدیث ثقلین کا مصداق ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ان سے ہمیشہ وابستہ محبت رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھل بیتی لن تضلوا ما تمسکتم بھما بعدی۔

اور صحابی رسول ﷺ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں اہل بیت وہ ہیں جن جن پر صدقہ حرام ہے اور ان سب کے آل محمد کے مصداق ہونے کی دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے اپنے بیٹے عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا تا کہ آپ انہیں اموال زکوٰۃ پر مقرر فرمادیں تو آپ ﷺ نے ان کا سوال رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس۔

ترجمہ: یعنی آل محمد کے لائق صدقہ نہیں کہ یہ لوگوں کی میل ہے۔ [1]

ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے دونوں چچاؤں حارث اور عباس کی اولاد کو بھی آل محمد ﷺ کہہ کر پکارا۔ لہذا جب ہم اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الخ کہتے ہیں تو درود پاک کی برکت ان سب کو حاصل ہو جاتی ہے ان میں فاطمی، علوی اور عباسی بلکہ جملہ ہاشمی سادات داخل ہیں۔

---

[1] مسلم شریف جلد اول کتاب الزکوۃ صفحہ ۳۴۴

چوتھا قول:

آل محمد ﷺ سے حضور پُر نور نبی اکرم ﷺ کی ساری امت مسلمہ مراد ہے کیونکہ آل کا معنی قرآن مجید میں متعدد جگہ پر متبعین یعنی ماننے والوں کے آتے ہیں لہذا بہتر ہے کہ اس دعا کو جو اہل اسلام درود شریف کی صورت میں حضرت محمد و آل محمد ﷺ کے لئے مانگتے ہیں آپ کی امت کے تمام صالحین و متبعین سنت کے لئے عام رکھا جائے تا کہ رحمت کا بادل سب پر برسے۔ درود شریف کا معنی ہی یہ ہے کہ رحمت کی دعا کی جائے تو جس نے نبی پاک ﷺ کے صدقے میں آپ کا دین اختیار کیا اور آپ کی سنت کے پیروکاروں میں داخل ہوا وہ آپ کی آل ہے۔ قرآن بار بار کسی کے پیروکاروں کو اس کی آل کہہ کر پکارتا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

اور ہم نے فرعون کی آل کو (متبعین) کو غرق کیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ [1]

جو لوگ فرعون کے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں غرق ہوئے وہ نہ اس کی اولاد تھے اور نہ اس کے قریبی رشتہ دار۔ فرعون کی اپنی کوئی اولاد ہی نہ تھی وہ سب اس کے ماننے والے تھے ان سب کو آل فرعون کہا گیا۔

۲۔ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ

ترجمہ: بے شک طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہوگی اور اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون علیہما السلام کی چھوڑی ہوئی چیزیں یعنی ان کے تبرکات ہوں گے۔ [2]

اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے استعمال کی چیزیں اور بنی اسرائیل پر اترنے والے من سلویٰ کے کچھ ٹکڑے تھے۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کو آل موسیٰ کہہ کر یاد کیا گیا کیونکہ وہ آپ کے متبعین تھے۔ ثابت ہوا متبعین کو آل کہا جاتا ہے۔ تو جو کسی کا متبع ہے وہ اس

---

[1] البقرہ

[2] البقرہ:۲۴۸

کی آل ہے خواہ وہ اس کا قریبی یا نسبی رشتہ دارہ ہو یا نہ ہو۔ فرعون کے سارے ساتھی اس کی آل قرار پائے اور نوح علیہ السلام کے سگے بیٹے کے لئے کہا گیا۔

اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ [1]

یعنی اے نوح علیہ السلام! وہ آپ کی اہل (آل) میں سے نہیں کیونکہ اس کا عمل اچھا نہیں یعنی عقیدہ درست نہیں۔ اللہ نے پسر نوح کو ان کی اہل سے نکال دیا چونکہ لفظ آل اصل میں اہل ہے تو آل ہونے کا مدار اتباع پر ہے نسبت وقرابت پر نہیں یہ دلائل قرآن کریم میں سے ہیں۔ اب حدیث کی طرف آییئے!

۱۔ طبرانی نے معجم صغیر میں اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کل تقی ہر پرہیز گار آدمی۔ [2]

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے دیکھیں سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت۔ یونہی امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کی ایک اور سند بیان کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے۔ [3]

جب کہ امام سیوطی نے اس کے حوالہ جات میں ابن مردویہ کا اضافہ کیا ہے۔ [4]

اس حدیث کے بعض راویوں پر تنقید کی گئی ہے مگر اتنی مختلف اسناد اور طرق کی موجودگی میں یہ قابل التفات اور حجت ہے۔

۲۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملنے آیا وہ نہ ملے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے ہیں تو تم بیٹھو، اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت علی کے ساتھ آگئے وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ

---

[1] سورہ ہود: پارہ ۱۲
[2] معجم صغیر جلد اول صفحہ ۱۱۵
[3] مجمع الزوائد جلد اول صفحہ ۲۴۹
[4] درمنثور ج ۳ ص ۱۸۳ مطبوعہ ایران

داخل ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے جناب امامین کریمین حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور دونوں کو اپنے رانوں پر بٹھالیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جھولی کے قریب کرلیا اور ان پر اپنی چادر ڈال دی جب کہ میں ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے تب فرمایا:

انما یرید اللہ لیذہب... الخ اللھم ھولاء اھلی۔ اللھم اھلی احق

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت رسول! کہ تم سے ہر آلائش دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔ اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ اے اللہ! میرے اہل زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت واثلہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: وانا من اھلک یارسول اللہ؟ یارسول اللہ! کیا میں بھی آپ کے اہل (آل) میں سے ہوں فرمایا وانت من اھلی ہاں تم بھی میری اہل (آل) میں سے ہو حضرت واثلہ فرماتے ہیں انھا لمن رجی ما ارجو بے شک یہ ہر اس آدمی کے لئے ہے جو وہی کچھ تمنا کرے جو میں کرتا ہوں۔ [1]

اس حدیث میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنی آل قرار دیا ہے اور انہوں نے فرما دیا کہ یہ ارشاد یعنی آل رسول ہونا ہر اس آدمی کے لئے ہے جو میرے جیسی تمنا رکھے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا ھذا صحیح [2]

۳۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت کیا کہ وہ فرماتے تھے آل محمد ﷺ امتہ۔ [3]

حضرت جابر بن عبداللہ صحابی ابن صحابی ہیں اور رسول کریم ﷺ سے بڑا قرب رکھتے ہیں آپ ﷺ حضرت جابر سے بہت محبت رکھتے تھے انہی کا قرضہ اتارنے پر یہ معجزہ ہوا کہ کھجوروں کے ایک ڈھیر ہی سے سارے قرض خواہوں کو مال مل گیا اور ڈھیر بھی اسی طرح نظر آرہا تھا۔ بہر حال یہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ کی ساری امت آپ کی آل ہے الغرض قرآن و حدیث کی یہ متعدد

---

[1] سنن بیہقی جلد دوم صفحہ ۱۵۲ کتاب الصلوۃ باب من زعم ان آل النبی ﷺ اہل دینہ عامۃ

[2] حوالہ مذکورہ

[3] سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۵۲، کتاب الصلوٰۃ

نصوص اس چوتھے قول کی تائید کر رہی ہیں۔ ائمہ دین کی اکثریت بھی اسی قول سے متفق نظر آتی ہے چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں۔

اختلف العلماء فی آل النبی ﷺ علیٰ اقوال؛ اظهرها و هو اختیار الازهری وغیره من المحققین انهم جمیع الامة

ترجمہ: علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ آل محمد ﷺ کون ہیں؟ ان کے مختلف اقوال ہیں۔ سب سے واضح اور پختہ قول جو امام ازہری اور دیگر محققین کا پسندیدہ ہے یہی ہے کہ آپ کی ساری امت آپ کی آل ہے۔ [1]

۲۔ امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق نے فرمایا میں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے پوچھا من آل محمد؟ آل محمد کون ہیں انہوں نے فرمایا اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض آپ کے اہل بیت کو آل محمد کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک آپ کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرنے والا ہر آدمی آپ کی آل ہے۔ ابو بکر کہتے ہیں امام عبدالرزاق کا بھی یہی خیال ہے۔ شیخ نے کہا اور یہ قول قرآن کی اس نص کے مطابق ہے کہ فرمایا: اے نوح! تیرا بیٹا تیری اہل میں سے نہیں۔ [2]

۳۔ امام شہیر، مفسر قرآن، امام محمد بن احمد قرطبی اپنی تفسیر میں واذ نجینکم من آل فرعون کے تحت لفظ آل فرعون کی تشریح میں فرماتے ہیں:

آل فرعون قومه واتباعه واهل دینه و کذالك آل رسول الله ﷺ من هو علی دینه و ملته فی عصره وسائر الاعصار سواء کان نسیباله اولم یکن ومن لم یکن علی دینه وملته فلیس من آله ولا اهله وان کان نسیباله وقریبه

ترجمہ: آل فرعون سے مراد اس کی قوم، اسکے پیروکار اور اس کے ہم مذہب ہیں اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی آل بھی وہ لوگ ہیں جو آپ کے دین وملت پر ہیں

---

[1] حاشیہ نووی علی المسلم جلد اول ص ۱۷۵

[2] سنن بیہقی جلد ۲ ص ۱۵۱

چاہے وہ آپ کے زمانہ میں ہوں یا بعد کے سارے زمانوں میں چاہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی نسبی تعلق رکھتے ہوں یا نہ، اور جو آپ کے دین وملت پر نہیں وہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل ہے اور نہ اہل۔ چاہے وہ آپ سے نسبی تعلق رکھتا ہو اور قریبی ہو۔ [1]

امام قرطبی نے اس جگہ آگے چل کر یہ دلیل بھی دی ہے کہ اسی لیے ابولہب کو آل رسول میں سے نہیں کہا جاتا حالانکہ وہ آپ کا قریبی تھا۔

راقم الحروف محمد طیب عرض کرتا ہے کہ حقیقت میں ان چاروں اقوال کے دلائل باہم متصادم نہیں کہ ان کے درمیان محاکمہ نہ کیا جاسکے پہلے قول کی دلیل وہ حدیث تھی کہ حضرت علی و فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کے لئے فرمایا گیا اللھم ھؤلاء ال محمد اے اللہ! یہ آل محمد ہیں۔ آپ دیکھ لیں اس ارشاد میں بنی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں کو اپنی آل فرمایا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کوئی تیسری آل نہیں یہ نہیں فرمایا انما ھؤلاء آل محمد یا یہ نہیں فرمایا لیس من آلی الا ھولاء اسی طرح دوسرے قول کی دلیل جو حدیث تھی اس میں بھی ازواج و ذریت رسول کو آل ابراہیم کی طرح آل بتایا گیا ہے مگر ان کے سوا کسی دوسرے کے آل ہونے کا انکار نہیں کیا گیا۔ تیسرے قول کی دلیل کا بھی یہی حال ہے۔ جب کہ چوتھے قول میں نصوص قرآن وحدیث سے سارا معاملہ واضح ہو گیا کہ آل محمد کا مصداق آپ کے تمام متبعین ہیں۔

آل محمد کا بہترین مصداق:

تاہم یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہئے۔ کہ اگرچہ ساری امت آل محمد میں داخل ہے مگر سادات کرام خصوصاً حسنی حسینی سادات کرام آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین اور افضل مصداق ہیں چونکہ جتنا کسی کا سیدنا ومولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہوگا وہ اسی قد آل محمد کہلانے کا زیادہ حقدار ہوگا باقی ساری امت کا تعلق صرف ایمانی اور اعتقادی ہے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا تعلق ایمانی بھی ہے اور نسبی بھی پھر ان سے سیدہ فاطمۃ الزہرا کا تعلق سب سے زیادہ ہے اس لئے کہ لفظ آل مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی

---

[1] تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۸۱ سورہ بقرہ آیت ۴۹

شخص کے گھر والوں کو اس کی آل کہتے ہیں اور اولاد کو بھی آل کہا جاتا ہے خاندان والے بھی آل کہلاتے ہیں اور کسی شخص کے پیروکاروں کو بھی آل کہا جاتا ہے تو مولا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ہر معنی میں آل رسول ہیں وہ آپ کے اہل بیت بھی ہیں اور اولاد بھی ہیں اور خاندان کے اہم ترین افراد بھی ہیں اور پیروکار بھی۔ جب آل محمد ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے تو اہل بیت رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے بھی وہ اس درود کے حقدار ٹھہرتے ہیں اور اولاد ہونے کے اعتبار سے بھی۔ خاندان ہونے ناطے بھی اور پیروکار ہونے کے حوالے سے بھی۔

یہ بات پہلے بھی واضح ہو چکی ہے کہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول کریم ﷺ کے لئے مثل اولاد ہیں ایک تو وہ داماد ہیں اور داماد بیٹا ہی کہلاتا ہے اسی لئے انگریزی میں داماد کو Son in law یعنی قانونی بیٹا کہا جاتا ہے دوسرا اس لئے کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے بیٹے کی طرح پالا تھا اس لئے آل نبی کا معنی اولاد نبی کہا جائے تو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل اور شمار کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کو امت کے درود وسلام میں سے دوسروں کی نسبت بہت زیادہ حصہ ملتا ہے اور ان پر صلوٰۃ و برکات کی برسات دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جس طرح حرم کعبہ میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے اسی طرح وہاں کا ایک گناہ ایک لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ یہی حال یہاں ہے۔ ازواج رسول ﷺ کو اللہ نے اہل بیت رسول کہہ کر پکارا اور فرمایا اگر تم میں سے کسی نے گناہ کیا تو اس کا عذاب دوسری عورتوں سے دگنا ہوگا۔ [1]

بہر حال یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سادات کرام جب عمل خیر کرتے ہیں تو اس کا اجر وثواب دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے اسی جگہ اللہ نے ازواج رسول سے فرمایا لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہاری عظمت کو کوئی دوسری عورت نہیں پہنچ سکتی۔ [2]

چوتھی آیت، مودۃ فی القربیٰ کا حکم:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

ترجمہ: فرمادیں اے رسول! میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر قرابت

---

[1] سورہ احزاب: ۳۰

[2] احزاب ۳۲

کی محبت ومودت مانگتا ہوں۔ [1]

شانِ نزول

صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ مصارف بہت زیادہ ہیں اور مال بھی (ظاہری طور پر) کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ آقا کے حقوق کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی ہے اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لئے یہ مال ہم خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں۔ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آپ نے وہ اموال واپس کر دیئے۔

حضرت صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی مزید لکھتے ہیں:

اے محبوب! تم فرماؤ! میں اس تبلیغ و ارشادِ ہدایت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر میرے قرابت کی محبت تم پر لازم ہے۔ جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے سے محبت واجب ہے تو سید عالمین کے ساتھ کسی قدر محبت فرض ہوگی۔ معنی یہ ہیں کہ میں ہدایت و ارشاد پر کچھ اجر نہیں چاہتا لیکن قرابت کے حقوق تو تم پر واجب ہیں۔ ان کا لحاظ کرو اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں انہیں ایذا نہ دو حضرت سعید بن جبیر سے مروی کہ قرابت والوں سے مراد حضور ﷺ کی آل پاک ہے (بخاری) اہل قرابت سے کون کون مراد ہیں؟ اس میں کئی قول ہیں ایک تو یہ کہ مراد اس سے علی و فاطمہ و حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ہیں ایک قول یہ ہے کہ مراد اس سے آل علی و آل عقیل و آل جعفر و آل عباس رضی اللہ عنہم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے وہ تمام اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم و عبدالمطلب ہیں۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور ﷺ کے اہل بیت میں داخل ہیں۔

مسئلہ:

حضور سید عالم ﷺ کی محبت اور حضور سید العالمین ﷺ کے اقارب کی محبت دین کے فرائض

---

[1] سورہ شوریٰ پارہ ۲۵

میں سے ہے۔ [1]

قریباً تمام مفسرین نے اس آیت کے تحت وہ احادیث درج کی ہیں جن میں رسول خدا ﷺ نے اپنی اہل بیت کی محبت کا درس دیا ہے۔

تفسیر قرطبی میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا وہ شہید ہوا (مرتبہ شہادت پایا) اور جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مرا اللہ فرشتوں کو اس کی قبر کا زائر بنا دیتا ہے اور جو شخص آل محمد کے بغض میں مرا روز قیامت اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ رحمت رب سے محروم ہے اور جو شخص بغض آلِ محمد میں مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جو میرے اہل بیت کے بغض میں مرا اس کے لئے میری شفاعت میں سے کوئی حصہ نہیں۔

اس حدیث کے بعض کلمات امام قرطبی نے آگے لکھے ہیں کہ فرمایا:۔ جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا اسے ملک الموت مرتے ہوئے جنت کی بشارت دیتا ہے پھر منکر نکیر بھی یہ بشارت دیتے ہیں اور جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جو آدمی حب آل رسول میں مرا وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر مرا اور جو شخص آلِ محمد ﷺ کے بغض پر مرا وہ کافر مرا۔ [2]

امام سیوطی نے اس آیت کے تحت کثیر احادیث ذکر کی ہیں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ ابن عدی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ من ابغضنا اھل البیت فھو منافق جس شخص نے ہم اہل بیت سے بغض کیا ہو منافق ہے۔

۲۔ امام بخاری نے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رویت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے ارقبو محمد فی اھل بیته یعنی نبی پاک ﷺ کی اہل کے بارے میں آپ ﷺ کی نسبت کا خیال رکھا کرو۔ [3]

۳۔ احمد ابن حبان اور حاکم نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

[1] جمل وخازن وغیرہ بحوالہ تفسیر خزائن العرفان ص ۲۹۹

[2] تفسیر قرطبی الجامع الاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۳

[3] یہ بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ الرسول میں موجود ہے

والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل ابیت رجل الا ادخلہ اللہ النار

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے جو شخص بھی بغض رکھے گا اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ [1]

پانچویں آیت: آل یٰسین پر سلام:

سلام علی ال یاسین

ترجمہ: الیاسین پر سلام ہو۔ [2]

الیاسین سے کیا مراد ہے؟ ایک قول میں یہ الیاس کی دوسری لغت ہے جیسے سینا کو سینین بھی پڑھا جاتا ہے قرآن مجید میں ایک جگہ طور سینا آیا ہے دو جگہ طور سینین آیا ہے (الطین) اسی طرح الیاس اور الیاسین گویا الیاس علیہ السلام ہی کا نام ہے۔ دوسرے قول الیاسین آل یاسین سے مخفف ہے یعنی یاسین کی آل۔ اس کے چند دلائل ہیں:۔

(۱) قرات سبعہ متواترہ میں سے امام نافع مدنی اور امام بن عامر شامی کی قرات میں یہ لفظ آل یاسین پڑھا گیا ہے لفظ آل کی یاسین کی طرف اضافت کیساتھ۔ [3]

راقم الحروف احقر محمد طیب نے علم قراءات سبعہ کو باقاعدہ پڑھا اور پڑھایا ہے اس لئے علیٰ وجہ البصیرت لکھ رہا ہوں۔ افسوس کہ آج اس انتہائی ضروری علم کے شناسا بہت کم رہ گئے ہیں۔

۲- قرآن کریم میں یہ لفظ ایسے لکھا گیا ہے:

اِلْ یَاسِیْنَ یعنی اِلْ اور یاسِین الگ الگ لکھے گئے ہیں یہ اس لئے ہے تاکہ اس سے آل یاسین بھی پڑھا جاسکے۔ دراصل قرآن کریم کی کتابت دورِ عثمان رضی اللہ عنہ میں اس طرح کی گئی تھی کہ کسی لفظ کی تمام قراءات کو اس سے نکالا جاسکے، اگر یہاں آل یاسین لکھا جاتا تو اس کی الیاسین والی قراءت خارج ہو جاتی۔ تو واضح ہو گیا کہ الیاسین اور آل یاسین ایک ہی چیز ہے تو آیت کا معنی بن گیا کہ آل یاسین پر سلام ہو۔ اب آل یاسین کون ہیں؟ اس بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر پڑھیں

---

[1] درمنثور ج ۷ ص ۳۴۹

[2] الصافات: ۱۳۰ پارہ ۲۳ ع ۸

[3] دیکھئے النشر فی القرءات العشر امام بن جذری ج ۲ سورہ صافات اور الشاطبیہ از امام شاطبی

امام سیوطی لکھتے ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ سلام علیٰ ال یاسین قال نحن آل محمد آل یاسین

ترجمہ: ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سلام علیٰ آل یاسین سے ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ [1]

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:

وقیل یاسین فیہا اسم لمحمد ﷺ قال یاسین آلہ علیہ الصلوۃ والسلام

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اس آیت میں یاسین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب مبارک ہے تو آل یاسین سے آپ کی آل مراد ہے۔ [2]

یاسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے ہے۔آپ کے اسمائے گرامی پر اہل سیرت نے ضخیم مواد لکھا ہے۔ مدارج النبوت، مواہب اللدنیہ زرقانی وغیرہ کتب میں جہاں اسماء النبی کو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھا گیا ہے وہاں حرف یاء میں آپ کے ناموں میں یٰسین ضرور لکھا جاتا ہے اس لئے آپ کی آل کو اکثر آل یاسین بھی لکھا جاتا ہے صاحب روح البیان علامہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ویویدہ انہ یقال لاھل البیت آل یاسین کما قیل سلام علیٰ آل طٰہٰ و یسین سلام علی آل خیر النبیین

ترجمہ: یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ میں یٰسین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اہل بیت کو عموماً آل یاسین بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہا جاتا ہے آل طٰہٰ و یٰسین پر سلام ہو اور آل خیر الانبیاء پر سلام ہو۔ [3]

---

[1] درمنثور ج ۷ ص ۱۲۰ سورہ صافات مطبوعہ دار لفکر

[2] روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۴۲

[3] روح البیان ج ۷ ص ۳۶۴ سورہ یاسین

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم متعدد معانی میں اتارا گیا ہے ایک آیت کی کئی کئی تفاسیر اور کئی کئی معانی ہوتے ہیں اور سب درست ہوتے ہیں اگر زیر بحث آیت میں ال یاسین سے حضرت الیاس علیہ السلام مراد ہوں تو بھی درست ہے اور اگر نبی پاک ﷺ کی آل مراد ہو تو بھی درست ہے اس میں آل رسول کی بہت بڑی عظمت ہے کہ خدا ان کو سلام فرما رہا ہے۔ قرآن مجید انہیں سلام کہہ رہا ہے اور ساری امت ان کی بارگاہ میں سلام پیش کر رہی ہے۔ جس شخص کو کسی گورنر کا سلام آجائے وہ ناز کرتا ہے جسے کسی بادشاہ کا سلام آجائے وہ پھولا نہیں سماتا تو قربان جائیے آل نبی کے وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہیں عرش سے رب العالمین کا سلام آرہا ہے۔

چھٹی آیت: حبِ آلِ رسول کا صلہ:

وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ

ترجمہ: اور جو شخص نیکی کمائے تو ہم اس کے لئے اچھائی بڑھا دیتے ہیں بے شک اللہ بخشنے والا جزا عطا فرمانے والا ہے۔[1]

اس جگہ حسنتہً سے یوں تو کوئی بھی نیکی مراد ہو سکتی ہے کہ ہر نیکی ہی کی اللہ جزا دیتا ہے مگر حبر امت مفسر قرآن مجید عم زاد رسول ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اہم نیکی کا بیان بھی آیا ہے چنانچہ امام سیوطی فرماتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس ومن یقترف حسنة قال المودة لال محمد ﷺ

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ من یقترف حسنة سے آل محمد ﷺ کی محبت مراد ہے۔[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلی آیت یہی ہے قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ تو چونکہ پیچھے سے حب آل رسول کا تذکرہ آرہا ہے یہاں بھی نیکی سے مراد حب آل رسول ہی ہے۔

---

[1] سورہ شوریٰ ۲۳ پارہ ۲۵

[2] درمنثور ج ۷ ص ۳۴۸، سورہ شوریٰ

ساتویں آیت: مسکین ویتیم اور اسیر کو کھانا دینا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا میں کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہم اپنے رب سے اس دن کے متعلق ڈرتے ہیں جو ترش روئی رسختی والا ہے تو اللہ نے انہیں اس دن کی سختی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور سرور سے ہمکنار کیا اور ان کے صبر کے سبب انہیں جنت اور ریشم کی جزاعطا کی وہ وہاں تکیوں پر مسند نشین ہو گے نہ وہاں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔ [1]

یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے ہر اس آدمی کو شامل ہے جو اللہ کی محبت میں یتیموں مسکینوں کو کھانا کھلائے تاہم اپنے شان نزول کے اعتبار سے اہل بیت رسول کی عظیم فضیلت بیان کرتی ہے چنانچہ چند روایات ملاحظہ ہوں

۱۔ اخرج ابن مردویه عن ابن عباس فی قوله و یطعمون الطعام علی حبه قال نزلت هذه الاية فی علی بن ابی طالب وفاطمه بنت رسول الله

ترجمہ: ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول کے حق میں نازل ہوئی۔ [2]

---

[1] الدھر۔

[2] درِ منثور جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۳ سورۃ الدھر

۲۔ تفسیر بغوی میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے شان نزول پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

مجاہد اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک یہودی کے لئے کچھ مزدوری کی اور اس سے کچھ جو حاصل کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر والوں (سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) نے ان جوؤں کا تیسرا حصہ پیس لیا اور اس سے کھانا تیار کیا جب کھانا پک گیا تو ایک مسکین نے آ کر اللہ کے لیے کھانا مانگا۔ ان لوگوں نے وہ کھانا اسے دیدیا۔ دوسرے دن انہی جوؤں کا ایک اور حصہ پکایا گیا جب وہ تیار ہوا تو ایک یتیم نے آ کر کھانا مانگا۔ انہوں نے وہ اسے کھلا دیا۔ یہی عمل باقی جوؤں سے تیسرے روز ہوا تو مشرکین میں سے ایک قیدی (غلام) نے آ کر کھانا طلب کیا اہل بیت رسول نے وہ کھانا اسے دیدیا اور خود بھوکے رہ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

جس قدر شان نزول ہم نے مذکورہ روایات سے بیان کیا ہے قابل قبول ہے اور اسے کثیر مفسرین نے نقل بھی کیا ہے اور اسے کسی نے ضعیف تک نہیں کہا۔ البتہ اسکے شان نزول میں ایک من گھڑت رویت لکھی جاتی ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نذر مانی اگر اللہ انہیں شفایاب کرے تو آپ رضی اللہ عنہ تین روزے رکھیں گے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بھی یہی نذر مان لی۔ اللہ نے حسنین رضی اللہ عنہ کو صحت دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے قرض لے کر جو خریدے پھر روزہ رکھا افطاری کے وقت کھانا تیار تھا کہ کسی مسکین نے کھانا مانگا، انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ اگلے روز بھی کھانا برائے افطاری تیار تھا کہ کیسی یتیم نے صدا لگائی تو سارا کھانا اسے دے دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کھانا خود کھایا نہ بچوں کو کھانے دیا سب مسکین و یتیم کو دیدیا تیسرے روز کسی اسیر نے کھانا مانگا تو انہوں نے سارا کھانا اسے دے دیا اور بچوں کو بھی کھانے نہ دیا۔ چوتھے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بھی ساتھ لے لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حسنین رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ کسی چڑیا کے نوزائیدہ بچوں کی طرح پھڑ پھڑا رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر آپ نے پوچھا علی رضی اللہ عنہ! انکا کیا حال ہو گیا ہے چلو بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں وہاں آئے تو کیا دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے انکی آنکھیں اندر دھنس چکی ہیں اور پیٹ کمر سے لگ گیا ہے۔ تب جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ دھر کی آیتیں شان اہل بیت میں لائے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور علامہ قرطبی نے تفسیر جامع البیان میں اس واقعہ کو قطعی جھوٹا، من گھڑت اور دل آزار خرافات پر مشتمل قرار دیا ہے۔ صحیح واقعہ صرف اس قدر ہے جو علامہ سیوطی امام بغوری اور علامہ خازن وغیرہم نے لکھا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں حسن رضی اللہ عنہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرک قیدی کو بھی کھانا کھلانا جائز ہے۔ [1]

۳۔ تفسیر خازن میں بھی اس مقام پر یہی شان نزول اور یہی واقعہ لکھا گیا ہے

۴۔ ابن خلیفہ علیوی نے جامع النقول فی اسباب النزول میں پورے قرآن کی آیات کے شان ہائے نزول جمع کیے ہیں چنانچہ سورۃ الانسان (سورہ الدھر) کے تحت وہ لکھتے ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ علی حبہ کے تحت عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی شخص کے باغ کو پانی لگانے کا کام کیا اور کچھ جو حاصل کیے۔ اگلے دن ان کا تیسرا حصہ پسوایا اور گھر والوں نے اس سے خزیرہ (ایک طرح کا کھانا) تیار کیا جب وہ کھانا تیار ہوا تو ایک مسکین نے آ کر صدا لگائی اور کھانے کو کچھ مانگا۔ ان لوگوں نے وہ کھانا اسے دے دیا دوسرے دن مزید تیسرا حصہ جو پکائے گئے تو ایک یتیم آ گیا اور کھانا مانگا انہوں نے وہ کھانا اس یتیم کو دے دیا۔ اگلے دن باقی ماندہ جو تیار کیے گئے تو مشرکوں میں سے ایک قیدی (غلام) نے آ کر کھانا مانگا ان لوگوں نے وہ اسے کھلا دیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

سورہ دہر کی یہ قریباً تیرہ آیات ہیں جن میں اللہ نے مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے پر اہل بیت رسول ﷺ کی بے پناہ تعریف فرمائی ہے اور درج ذیل اوصاف و انعامات ان لوگوں کے لئے گنوائے ہیں۔

۱۔ یہ لوگ صرف خوشنودی خدا کے لئے مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا دیتے ہیں۔

۲۔ اس کے بدلے میں وہ کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ شکریہ کا لفظ بھی نہیں سننا چاہتے۔

۳۔ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ قیامت کے ہولناک دن میں کہیں پکڑ نہ ہو جائے کہ تم نے کھانا کھلا کر اس کا بدلہ مانگا تھا۔

۴۔ اللہ نے انہیں روز قیامت کی ہر سختی سے بچا لیا۔

---

[1] تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی جلد ۴ صفحہ ۹۱

[2] اسباب النزول جلد دوئم صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ مصر

۵۔ ان کے چہرے پر قیامت کے دن تروتازگی اور مسرت ٹمٹماتی ہوگی۔

۶۔ انہیں جنتی ریشم پہنایا جائیگا۔

۷۔ جنت میں وہ گاؤ تکیوں پر مسند آرا ہوں گے نہ وہاں گرمی ہوگی نہ سردی۔

۸۔ پھل دار جنتی درختوں کے خوشے جھک جھک کر انہیں سلام عرض کرتے ہوں گے۔

۹۔ غلامان جنت چاندی کے برتن اٹھائے ہوئے ان کے دائیں بائیں پھرتے ہونگے

۱۰ ان برتنوں میں انہیں ایسی شراب طہور پلائی جائے گی جسکا مزہ بہت ہی روح پرور ہوگا۔

۱۱۔ انہیں سبز سندس و استبرق کے حلے پہنائے جائیں گے اور چاندی کے کنگن بھی۔ یہ ہے وہ جنتی مقام جو مولائے کائنات مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرہ حسن مجتبیٰ اور امام حسین سید الشہدا رضی اللہ عنہم کو جنت میں عطا فرمایا جائیگا۔

قرآن کریم میں مزید آیات بھی اشارتاً اور تلمیحاً اہل بیت رسول ﷺ کا مقام بیان کرتی ہیں۔ تاہم اس جگہ انہی سات آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کہ سات کا عدد بہت مبارک ہے۔

اللہ رب العزت جہاں قرآن پڑھنے کی توفیق دے وہاں صاحب قرآن رسول رحمان سید الانس والجان علیہ صلوات الرحمان اور انکی آل پاک کی سچی عقیدت ومحبت بھی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آیات کے بعد شان اہل بیت میں احادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں اس حدیث کو پڑھیں اور سوچیں کہ جو لوگ امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں جیسا کہ محمود عباسی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں آپ کو باغی اور یزید کی متفق علیہ خلافت کے مقابلے میں کھڑے ہو کر امت میں تفرقہ ڈالنے والا قرار دیا ہے۔ ایسے لوگوں کا دین میں کیا مقام ہے؟ باغی کی سزا جہنم ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے امیر کے خلاف خروج کرے اور مارا جائے وہ جاہلیت کی موت مرا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ایک ہی جگہ پر ہوں گے۔ تو کیا آپ ﷺ ایک باغی اور تفرقہ باز آدمی کو جنت میں اپنے ساتھ رکھ رہے ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ اس حدیث اور آگے والی دیگر احادیث نے یزیدی حکومت کی حیثیت بھی متعین کردی ہے اور امام عالی مقام کا درجہ بھی۔ جس حکومت سے ٹکر لینے والا جنت میں امام الانبیاء کے ساتھ مقام پاتا ہے کیا وہ حکومت اسلامی کہلائے گی؟

فصل دوم

احادیث اور فضیلت پنج تن پاک رضی اللہ عنہم

میں علی و فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم جنت میں ایک جگہ ہوں گے

حدیث اول:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے ہاں رات آرام فرمایا۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما سوئے ہوئے تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے رات کو پینے کو مانگا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھے اور ہمارے گھر ایک بکری تھی اس کا دودھ ایک پیالے میں دوھنے لگے اور دودھ لا کر ان کو پلانے لگے۔ اتنے میں حسین رضی اللہ عنہ نے بھی تقاضہ کیا اور دودھ والا پیالہ پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں روک دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لگتا ہے حسن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دونوں میں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نہیں صرف یہ بات ہے کہ حسن نے پہلے پینے کو مانگا تھا۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَنَا وَاِیَّاكِ وَ وَھٰذَیْنِ وَھٰذَا الرَّاقِ یَعْنِیْ عَلِیًّا یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ۔

ترجمہ: میں اور تم اور یہ دونوں (حسن وحسین) اور یہ سونے والا یعنی حضرت علی، ہم سب روز قیامت ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔ [1]

حدیث دوم، فاطمہ خواتین جنت کی اور حسنین نوجوانان جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تم کب سے وابستہ ہو؟ میں نے کہا فلاں فلاں وقت سے پھر میں نے کہا امی

---

[1] طبرانی، مسند احمد بن حنبل بحالہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۹

جان اب آپ مجھے جانے دیں میں آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا پھر آپ کے ساتھ ہی رہوں گا تا آنکہ آپ میرے اور امی جان آپ کے لیے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ میں نے جا کر مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی اور سب لوگ نماز کے بعد چلے گئے اور رسول کریم ﷺ کو کوئی معاملہ پیش آ گیا اور آپ اللہ سے مناجات کرنے لگے دعا کے بعد آپ نے میری آواز پہچان کر فرمایا او حذیفہ تم؟ میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا! تم کیسے آئے ہو اللہ تمہاری اور تمہاری ماں کی بخشش فرمائے پھر فرمایا او حذیفہ یہ فرشتہ ابھی نازل ہوا ہے جو اس سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترا تھا اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آ کر سلام کہے۔ اللہ نے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة و الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة

ترجمہ: فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [1]

حدیث سوم، پنجتن پاک مقام وسیلہ میں ہوں گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درجہ ہے جسے وسیلہ کہتے ہیں جب تم اللہ سے دعا کرو تو میرے لیے وسیلہ مانگا کرو (یہ درجہ مانگا کرو) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس درجے میں آپ کے ساتھ بھی کوئی اور ہو گا؟ فرمایا:

على و فاطمة والحسن و الحسين.

ترجمہ: علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم۔ [2]

حدیث چہارم:

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت سے فرمایا:

---

[1] ابن جریر بحوالہ کنز العمال ۱۲ صفحہ ۲۴۰ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۶۱۹

[2] ابن مردویہ کنز جلد ۱۲ صفحہ ۶۴۰

نبینا خیر الانبیاء وھو ابوک۔

ہم اہل بیت میں سے جو نبی ہے وہ سب انبیاء سے افضل ہے۔ اور وہ تمہارا باپ ہے۔

و شھیدنا خیر الشھدآء وھو عم ابیک حمزہ۔

ترجمہ: اور ہمارا شہید سب شہداء سے افضل ہے اور وہ تمہارے والد کا چچا ہے۔

یعنی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ آگے فرمایا: "ہم اہل بیت میں وہ بھی ہے جو اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تمہارے والد کے چچا (ابو طالب) کا بیٹا ہے یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ہم اہل بیت ہی میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ تمہارے بیٹے حسن و حسین ہیں (رضی اللہ عنہما) اور ہم ہی میں سے مہدی بھی آنے والا ہے۔ [1]

حدیث پنجم، نبی کی آخری وصیت محبت اہل بیت

عبداللہ بن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا:

آخر ما تکلم بہ رسول اللہ ﷺ اخلغو نمی فی اھل بیتی۔

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے وقت وصال جو آخری بات فرمائی یہ تھی کہ میرے اہل بیت کے بارہ میں بات کرتے ہوئے میرا خیال رکھنا۔ [2]

اسی لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا:

ارقبوا محمدا فی اھل بیتہ۔

یعنی رسول کریم ﷺ کی اہلِ بیت کے متعلق آپ ﷺ کی نسبت کا احترام کرو۔ [3]

حدیث ششم، اے علی و فاطمہ و حسنین! تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور تمہارا دوست میرا دوست

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی اور حسن ا
حسین رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انا حرب بمن حاربکم و سلم بمن سالمکم۔

---

[1] طبرانی صغیر بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۹

[2] طبرانی اوسط

[3] بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ الرسول ﷺ صفحہ ۵۲۶

ترجمہ: جس کی تم سے جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے اور جس کی تم سے صلح ہے اس سے میری صلح ہے۔ [1]

حدیث ہفتم:

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ائتنی بزوجك و ابنیك۔

ترجمہ: میرے پاس اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو لے کر آؤ۔

تو وہ جا کر انہیں لے آئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر وہ چادر ڈال دی جو میرا بچھونا تھی اور خیبر سے آئی تھی۔ خیبر کے مال غنیمت میں سے تھی پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰؤلَاء آلُ مُحَمَّدٍ فَاجْعل صَلٰوتك و برکاتكَ علیٰ آلِ مُحَمّدٍ کِما کبعلتھا عَلیٰ آل ابراھیم اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ترجمہ: اے اللہ یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو آل محمد پر رحمتیں اور برکتیں اسی طرح نازل فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔ بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے۔

سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے چادر کا ایک پلو اٹھایا تا کہ میں بھی داخل ہو جاؤ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا:

اِنَّكِ عَلیٰ خَیْرٍ۔

ترجمہ: تم پہلے ہی بڑی بھلائی والی ہو۔ [2]

ابن ابی شیبہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث اس طرح ہے کہ میں نے پکار کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی؟ فرمایا ہاں تم بھی۔

حدیث ہشتم:

ام المومنین زینب بنت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

[2] ابن عساکر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۵

تھے آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کو ایک طرف، حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری طرف اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سامنے بٹھا کر فرمایا:

رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اَنَّه حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ترجمہ: اے میرے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں اور وہ بڑی حمد اور بزرگی والا ہے۔

زینب فرماتی ہیں میں اور ام سلمہ سوئی ہوئی تھیں ام سلمہ رونے لگیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی طرف دیکھ کر فرمایا:

مَا يُبْكِيْكِ؟

ترجمہ: تم کیوں رو رہی ہو؟

عرض کیا: آپ نے ان کو لے لیا اور مجھے اور میری بیٹی (زینب) کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا:

انت و ابنتك من اهل بيت.

ترجمہ: تم اور تمہاری بیٹی تو اہل بیت میں سے ہیں۔ [1]

یہ اور اس سے پہلے والی حدیث دونوں بتا رہی ہیں کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی بیویاں بھی شامل ہیں بلکہ لفظ اہل بیت یعنی گھر والے قرآنی نصوص کے مطابق بیویوں ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا۔

حدیث نہم، پنجتن سے محبت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا

نصر بن جہنی کہتے ہیں مجھے حضرت علی بن جعفر نے بتایا، ان کو ان کے بھائی حضرت موسیٰ (کاظم) بن جعفر صادق نے بتایا انہیں ان کے والد امام جعفر صادق نے بتایا انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کیا انھوں نے اپنے والد علی بن حسین (زین العابدین) سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

---

[1] ابن عساکر و طبرانی کبیر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۳

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا کَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت رکھی اور دونوں (حسنین رضی اللہ عنہما) اور ان کے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ روز قیامت میرے ساتھ ہوگا۔ [1]

اے اللہ میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو

حدیث دہم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے چادر بچھائی اور اس پر آپ خود بیٹھ گئے اور علی اور فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی بیٹھ گئے نبی کریم ﷺ نے اس چادر کے کونے آپس میں ملا دیئے اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ ارْضِ عَنْهُمْ کَمَا اَنَا عَنْهُمْ رَاضٍ۔

ترجمہ: اے اللہ ان سے یونہی راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں۔ [2]

امام ابن حجر فرماتے ہیں اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے:

ورجاله رجال الصحیح غیر عبید بن طفیل وهو ثقة۔

ترجمہ: اس کے سارے راوی بخاری کے رواۃ ہیں عبید بن طفیل کے سوا اور وہ بھی ثقہ ہے۔

اب جن کے لئے رسول کریم ﷺ دعا فرما رہے ہیں اے اللہ ان سے راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں ان کی عظمت کا کیا کہنا ہے۔

رسول خدا ﷺ کی دعا مقبول ہے اللہ ان سے راضی ہے اور اس رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندگی بھر اپنی رضا والے کاموں کی توفیق دی۔ کوئی کام ان سے ایسا نہ ہوا جو مرضی مولا کے خلاف ہو۔ اس لئے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ انہوں نے اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا۔ البتہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ وہ قابل معافی ہے اور عفو شدہ ہے بلکہ اجتہاد کا ایک درجہ ثواب بھی لئے ہوئے ہے۔

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۱۵

[2] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۶ مناقب اہلبیت الرسول

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف قدم اٹھایا تو وہ بھی اس حدیث کی روشنی میں مرضی مولا کے عین مطابق تھا۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث سے عبرت پکڑ لیں۔

قارئین! حضرت پنجتن پاک کی عظمت و فضیلت پر احادیث کا سلسلہ طویل ہے ہم صرف انہیں دس احادیث پر اکتفا کرتے ہیں کہ دس کا عدد اللہ کو پسند ہے۔

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ۔

اللہ رب العزت ہم گناہگاروں کو ہمیشہ پنجتن پاک کا غلام رکھے انکی محبت میں جیئیں اور ان کی محبت میں مریں اور ان کی محبت میں روز حشر غلامی آلِ رسول ﷺ کا پٹہ گلے میں ڈالے ہوئے اٹھیں۔

جاں ہماری اور قلب و روح و تن ہو فدا بر نقشِ پائے پنجتن
مصطفیٰ و مرتضیٰ و فاطمہ مجتبیٰ اور پھر شہید کربلا
جاں فدا میری بر اہل بیتِ مصطفیٰ فاطمہ حسن و حسین و مجتبیٰ

(از مصنف کتاب ہذا)

فصلِ سوم

اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شانِ اہلِ بیت کی تصدیق

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ظاہر دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفقت ومحبت کے بے پناہ جذبات رکھتے تھے اور اپنے خلافت میں بھی آپ کی الفت ومحبت اہل بیت پاک سے مثالی تھی۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں

۱۔ شیعہ سنی دونوں کی کتبِ سیرت میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی تک اپنی پیاری لختِ جگر کا رشتہ طے نہیں فرمایا لگتا ہے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ وہ آکر رشتہ مانگیں تو انہیں رشتہ دیا جائے اور ممکن ہے کہ حضرت علی کو اس خیال نے رشتہ مانگنے سے روک رکھا ہو کہ شادی کے خرچ اور اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ (یعنی حق مہر، وسکنیٰ وغیرہ) اگر ایسی بات ہے تو ہم چل کر ان سے بات کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو ان کی مدد کریں چنانچہ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ مانگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے مجھے ایک ایسے کام کی طرف متوجہ کیا ہے جس سے میں بے خبر تھا۔ میں سویا ہوا تھا تم نے مجھے جگا دیا ہے۔ مجھے یہ رشتہ مانگنے سے میری تنگ دستی روکتی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے بھائی علی! پیسے کے متعلق فکر کی ضرورت نہیں جتنی ضرورت ہو مجھ سے لے لو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے رشتہ مانگا جو آپ نے فوراً قبول فرمایا اور فرمایا کہ میرے پاس ابوبکر، عمر، عثمان، بلال، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور فلاں فلاں دیگر صحابی کو بلا لاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوشی خوشی باہر نکلے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت علی نے باہر آ کر انہیں قبولیتِ رشتہ کی مبارکباد دی اور نبی پاک ﷺ کا پیغام دیا۔ پھر تمام لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت علی اپنی زرہ بیچ کر آئے اور رقم آپکو پیش کی۔ آپ نے وہ رقم ابوبکر صدیق اور بلال رضی اللہ عنہما کو دی اور فرمایا! بازار سے میری بیٹی فاطمہ کے لیے ضرورت کی چیزیں خرید لاؤ۔ اور حضرت بلال سے فرمایا جو چیز بھی خریدو، ابوبکر کے مشورے سے خریدو۔ جب چیزیں آگئیں تو آپ نے اپنی لختِ جگر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح پڑھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو اس کا گواہ بنالیا۔ یہ سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کی معتبر کتاب کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ جلد اول میں سید ہاشم اردبیلی لکھا ہے جب کہ کتب اہل سنت میں سے کنزالعمال جلد ۱۳ کتاب الفضائل فاطمہ بنت رسول ﷺ الاصابہ اور استیعاب وغیرہ میں بھی اس کی تفاصیل ملتی ہیں۔ معلوم ہوا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی اور انہی کی کوشش سے آپ کا رشتہ طے ہوا اور خاندانِ اہل بیت تشکیل پایا یوں کہہ لیں کہ نخلستانِ اہل بیت کو معرضِ وجود میں لانے کے لئے اور راستہ ہموار کرنے والے ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

۲۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خاندانِ اہل بیت پاک سے کیا عقیدت تھی۔ اس پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں بیٹھتے ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دور سے دیکھا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آرہے ہیں۔ انہوں نے انہیں دیکھتے ہی ان کے لئے جگہ بنادی اور خود ایک طرف ہٹ گئے۔ نبی پاک ﷺ نے انہیں نہیں دیکھا تھا اس لئے فرمایا: اے ابوبکر تجھے کس چیز نے مجھ سے دور کیا؟ عرض کیا:

هٰذا عمك يارسول الله۔

رسول اللہ! یہ آپ کے چچا جان آرہے ہیں۔

فسر بذالك النبی ﷺ حتی رؤی ذالك فی وجهه

نبی پاک ﷺ اس عمل سے بہت خوش ہوئے تا آنکہ یہ خوشی آپ کے چہرہ مبارک میں دیکھی جاسکتی تھی۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے۔نبی پاک ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ

اِنَّمَا يَعْرِفُ الْفَضْلَ لِاَهْلِ الْفَضْلِ اَهْلُ الْفَضْلِ۔

یعنی اہل فضیلت کی فضیلت کو اہل فضیلت ہی پہچانتے ہیں۔ [2]

سبحان اللہ! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آلِ رسول ﷺ کا احترام کیا حالانکہ ان کا اسلام میں مقام ومرتبہ انبیاء کے بعد سب سے بلند تر ہے۔مگر وہ اپنے آقا و مولا ﷺ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔تو آقا نے خوش ہو کر کتنا بڑا انعام عطا فرمایا اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو شخص بھی اپنے بلند تر علمی اور معاشی مقام کے باوجود اپنے سے کم تر مرتبہ والے کسی سید آلِ رسول ﷺ کی عزت کرتا ہے تو اسے اس عمل کا عنداللہ ضرور عظیم اجر نصیب ہوگا۔اسی طرح جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام امتِ مسلمہ کے اتفاق سے خود نبی کریم ﷺ کی خواہش کے مطابق منصبِ خلافت سنبھالا تو بھی آلِ رسول ﷺ کی عزت وحرمت کا ہمیشہ لحاظ رکھا چنانچہ۔

۳۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے باغِ فدک اور اموالِ خیبر میں سے اپنا حصہ مانگا تو آپ نے اس کے جواب میں جو کہا وہ بخاری شریف میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی ہم جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے آلِ محمد ﷺ اس مال سے اپنے کھانے پینے کی ضرورت کے مطابق لیتے رہیں گے جیسے نبی پاک ﷺ کے زمانے میں لیتے تھے اس سے زیادہ نہیں، بخدا میں اس مال میں اسی طرح عمل کروں گا جس طرح رسول کریم ﷺ عمل کرتے تھے:

فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ۔

---

[1] ابن عساکر، کنز العمال ج ۱۳ ص ۵۱۰

[2] کنز العمال ج ۱۳ ص ۵۱۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہی دی اور فرمایا:

اِنَّا عَرَفْنَا یَا اَبَا بَکْرٍ فَضِیْلَتَكَ۔

اے ابوبکر ہم آپ کی فضیلت جانتے ہیں پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت اور حق بیان کیا تو ابوبکر صدیق فرمانے لگے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ اِلَیَّ من اَنْ اَصِلَ قَرَابَتِیْ۔

ترجمہ: خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار مجھے اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں سے اچھائی کروں۔ [1]

۴۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَهْلِ بَیْتِہٖ۔

ترجمہ: اے لوگو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے معاملہ کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا خیال رکھا کرو۔ [2]

۵۔ عقبہ بن حارث کہتے ہیں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازِ عصر پڑھ کر نکلا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چند دن بعد کی بات ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ سامنے سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نظر آئے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور یہ کہنے لگے:

بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ۔

قسم بخدا تمہاری شکل حیدر سے نہیں ملتی
تمہیں تو دیکھ کے یاد آرہی ہے یاد شکل مصطفوی

(منظوم) [3]

---

[1] بخاری شریف جلداول صفحہ ۱۶۲ مناقب قرابت رسول

[2] بخاری شریف حوالہ مذکور

[3] منظوم ترجمہ از مصنف

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔ [1]

یہ روایت من وعن انہی انفاظ کے ساتھ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم میں شیعہ مجتہد سید ہاشم نے بھی لکھی ہے۔ گویا فریقین کی کتب کی یہ متفق علیہ روایت بن گئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس قدر پیار تھا کہ ان کی محبت کے بول خود بخود شعری سانچہ میں ڈھل جاتے تھے۔ یہ محبت کی معراج ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حبِ آلِ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت رکھتے تھے ابھی گزرا کہ وہ حضرت علی المرتضی اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاحِ مبارک کے انعقاد میں پیش پیش تھے اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی اجتماع کوششوں سے ہی یہ نکاح انعقاد پذیر ہوا۔ اسی لئے دونوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر کے نکاح میں بطور گواہ سرِفہرست رکھا۔ آپ کی محبتِ اہل بیت سے چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ایک بار آپ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خطبہ دے رہے تھے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

انزل عن منبر ابی۔

ترجمہ: میرے باپ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منبر سے اتر جائیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت قریباً سات برس تھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مِنْبَرُ اَبِيْكَ لَا مِنْبَرُ اَبِي۔

ترجمہ: یہ واقعی آپ کے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا اس بچے کو یہ بات کسی نے سکھلائی نہیں ہے پھر کہا اے حسین! میں تجھے اس کی سزا دوں گا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میرے بھتیجے کو مت سزا دینا واقعی یہ ان کے باپ کا منبر ہے۔ [2]

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب صفحہ ۵۳۰

[2] ابن عساکر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۵۴

۲۔ ایک بار عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حسن و حسین کو اپنے کندھوں پر بٹھا رکھا ہے کہتے ہیں میں نے کہا نعم الفرس بچو! تمہاری سواری کتنی پیاری ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نِعۡمَ الۡفَارِسَانِ هُمَا۔

ترجمہ: دونوں سوار بھی تو کتنے عمدہ ہیں۔ [۱]

ان دونوں واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رسول ﷺ سے کیسی دل بستگی تھی۔ اور کس طرح ان کا دل خوش کرنے کے لئے کوشش کرتے تھے آج اگر کسی کو وہ کچھ کہا جائے جو عمر فاروق کو کہا گیا تو مرنے مارنے پر آجائے مگر آپ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رسول ﷺ سے جو محبت تھی اس نے آپ کے دل میں غصے کی بجائے مزید الفت اور پیار پیدا کر دیا۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بھی قحط ہوا تو انہوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کے واسطے سے دعا کی اور کہا:

اَللّٰهُمَّ اَنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيۡكَ بنبينا فَتَسۡقِيۡنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيۡكَ بِعَمِّ نبينا فَاسۡقِنَا فَيُسۡقَوۡنَ۔

ترجمہ: اے اللہ پہلے ہم اپنے نبی کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے اور تو بارش برساتا تھا اب ہم تیری جناب میں تیری نبی کے چچا کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں یا اللہ! ہم کو سیراب فرما۔ حضرت عمر جب بھی یہ دعا کرتے تو اسی وقت بارش ہو جاتی تھی۔ [۲]

۴۔ اسلم نے روایت کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو نبی پاک ﷺ کا محبوب نہیں پایا۔

وَاللّٰهِ مَا كَانَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعۡدَ اَبِيۡكِ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنۡكِ۔

ترجمہ: خدا کی قسم! آپ کے والدِ گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے

---

[۱] ابن شاہین کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۵۸

[۲] بخاری شریف ج ا ص ۵۲۶

بڑھ کر معزز محبوب نہیں۔ [1]

۵۔ اسلم نے روایت کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عباس عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ مسجد نبوی میں اضافہ فرمانا چاہتے تھے اور آپ کا گھر مسجد کے قریب ہے۔ آپ یہ گھر ہمیں دیدیں تاکہ ہم (منشاء نبوی کے مطابق) مسجد میں اضافہ کر سکیں اور میں اس کے بدلے میں آپ کو کسی اور جگہ اس سے بڑا گھر دے دیتا ہوں انہوں نے کہاں نہیں۔ میں ایسا نہ کروں گا آپنے فرمایا تو میں بہرحال اسے آپ سے لے لوں گا انہوں نے کہا ایسا ممکن نہیں۔ آپ میرے اور اپنے درمیان کوئی ثالث مقرر کر دیں جو صحیح فیصلہ کرے۔ پوچھا کون؟ کہا حذیفہ بن یمان۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا انہیں واقعہ سنایا گیا انہوں نے کہا اس بارے میں میرے پاس ایک خبر ہے وہ یہ کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس میں اضافہ کرنا چاہا۔ مسجد کے ساتھ ایک یتیم کا گھر تھا آپ نے اس سے وہ گھر مانگا اس نے انکار کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے وہ بہر صورت لینے کا ارادہ کیا تو اللہ نے آپ کی طرف وحی کی کہ میرا گھر ظلم سے پاک ہونا چاہیے۔ آپ نے اسے اپنی حالت میں چھوڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فیصلہ ہوگیا۔ حضرت عمر نے کہا ہاں! اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عباس کے گھر سے ایک پرنالہ مسجد کی طرف بنا ہوا ہے۔ اور اس میں سے بارش کا پانی مسجد میں گرتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پرنالہ وہاں سے اتروایا دیا اور فرمایا کہ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ پرنالہ نہیں رہنا چاہیے۔ (تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو) حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ پرنالہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود لگایا تھا جہاں سے اے عمر! تم نے اتروا دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عباس! میرے کندھوں پہ کھڑے ہو جاؤ اور اس کو واپس اپنی جگہ لگا دو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے کندھوں پہ چڑھ کر اسے واپس لگا دیا اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ گھر مسجد میں اضافے کے لئے آپ کو دے رہا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گھر مسجد میں ڈال کر ان کے بدلے میں

---

[1] کنز العمال جلد ۳ ص ۶۷۴ مناقب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت عباس کو مقام زوراء میں ایک بڑا گھر دے دیا۔ [1]

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اور آل رسول کا کس قدر احترام کرتے تھے کہ فرمایا عباس میں نیچے بیٹھتا ہوں اور تو میرے کندھوں پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو جاؤ اور یہ پرنالہ وہیں لگا دے جہاں اسے میرے آقا و مولا ﷺ نے لگایا تھا۔

۶۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے جبے آئے۔ آپ نے مہاجرین وانصار میں تقسیم کئے جن میں کوئی بھی سیدنا امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ناپ کا نہ تھا عمر فاروق نے فوراً حاکم یمن کو خط لکھا کہ شہزادوں کے ناپ کے دو جبے سلوا کر فوراً بھیج دیجئے۔ انہوں نے بھیج دیے آپ رضی اللہ عنہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو پہنائے اور فرمایا جب تک ان دونوں نے جبے نہیں پہن لئے مجھے دوسروں کے جبے پہننے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ [2]

احقر راقم نے الریاض النضرۃ کا اردو ترجمہ کیا ہے جو الحمدللہ چھپ چکا ہے۔

۷۔ امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کئے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر مقرر کیا (جو کہ پانچ ہزار درہم سالانہ تھا)۔ [3]

۸۔ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ علیحدگی میں بات کر رہے تھے۔ اور دروازے پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے انہیں اجازت نہ ملی تھی میں یہ دیکھ کر واپس چلا گیا (کہ جب انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملی تو مجھے کیسے آنے دیں گے) اس کے بعد آپ مجھے ملے تو فرمایا پیارے بیٹے آپ ہمارے پاس آئے نہیں۔ میں نے کہا میں آیا تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محو ملاقات تھے میں نے دروازے پر عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ واپس پلٹ رہے ہیں تو میں بھی واپس پلٹ آیا آپ نے فرمایا:

---

۱ حاکم ابن عساکر کنزالعمال ج ۱۳ ص ۵۰۳

۲ الریاض النضرہ باب مناقب عمر بن الخطاب جلد اول ص ۳۰۰

۳ کنزالعمال ج ۱۳ ص ۶۵۸

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنِ ابْنِ عُمَر۔

آپ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے بڑھ کر اندر آنے کے حق دار ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

اَنَّمَا اَنْبَتَ فِیْ رُءُوْسِنَا مَا تَرٰی اللّٰهُ ثُمَّ اَنْتُم۔

ترجمہ: ہمارے سروں میں یہ بال اللہ نے اگائے ہیں اور پھر آپ نے اگائے ہیں۔

(یعنی ہمیں یہ عزت اللہ نے دی ہے اور اس کے بعد آپ اہلِ بیت پاک کی نسبت کی وجہ سے آپ کے صدقے میں ملی ہے۔ کہ آپ کے نانا جان کی غلامی سے ہمیں یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔) [1]

9۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کرتے دیکھا تو فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے ان صاحب قبر کو ایذا پہنچائی ہے اور آپ نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کیا۔ [2]

یہاں ہم اہل تشیع کی ایک معتبر کتاب سے بھی حوالہ دے دینا مناسب سمجھتے ہیں شاید کسی کو ہدایت حاصل ہو جائے چنانچہ علامہ ابن شہر آشوب نے اپنی مشہور کتاب مناقب آل ابی طالب میں لکھا ہے کہ جب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کئے اور دیوان تیار کیا گیا تو سب سے پہلے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ دیا۔ وَمَلَأَ حُجَرَهُمَا مِنَ الْمَالِ اور ان کی جھولیاں مال سے بھر دیں۔ آپ کے بیٹے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ان دونوں کو مجھ سے زیادہ مقام دے دیا ہے حالانکہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طویل صحبت اور ہجرت کا شرف حاصل ہے جو انہیں حاصل نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر کہا:

اُسْكُتْ لَا اُمَّ لَكَ اَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْكَ وَاُمُّهُمَا خَيْرٌ مِّنْ!

ترجمہ: خاموش رہو تیری ماں نہ رہے ان دونوں کا باپ تیرے باپ سے بہتر ہے اور ان کی ماں تیری ماں سے بہتر ہے۔ [3]

الغرض سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو پیار تھا اسے کما حقہ بیان کرنا

---

[1] ابن سعید۔ خطیب بغدادی کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۵

[2] زرقانی جلد ۷ صفحہ ۱۴

[3] عمدۃ الطالب فی مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۱۷ مطبوعہ قم

ممکن نہیں صرف چند جھلکیاں آپ کو دکھائی ہیں۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور محبتِ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچا پیار رکھتے تھے اس سلسلہ میں کتب اہل سنت ایسے واقعات سے بھری ہیں۔ زمانہ عسرت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو جب بھی مالی مشکل پیش آئی یا گھر میں چولہا نہ جلا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے مال کا نذانہ پیش کیا اس سلسلے کی ایک حدیث ہے۔

ا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

مَكَثَ آلُ مُحَمَّدٍ اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ مَا طَعِمُوْا شَيْئًا له۔

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چار دن ایسے آئے کہ ان کے بچے بھوک سے بلکنے لگے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: اے عائشہ کیا میرے بعد تجھے کچھ ملا میں نے عرض کیا کہاں سے ملتا۔ آپ کے ہاتھوں ہی سے اللہ نے کچھ چاہا تو بھیجے گا آپ نے وضو کیا اور بڑے افسردہ سے مسجد میں چلے گئے کبھی مسجد کے اس کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں کبھی دوسرے کونے میں دعا فرما رہے ہیں دن کے آخری پہر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی پہلے میں نے چاہا کہ انہیں کچھ نہ بتاؤں پھر دل نے کہا یہ مسلمانوں میں سے مال دار ہیں شاید انہیں اللہ ہمارے پاس اسی لئے لایا ہے تاکہ ان کے ذریعے ہمیں کوئی بھلائی پہنچائے تو میں نے اجازت دی وہ اندر آئے تو پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ میں نے کہا:

مَا طَعِمَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ شَيْئًا۔

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے۔ بھوک سے آپ کا چہرہ انور زرد تھا۔ خالی پیٹ تھے میری باتیں سن کر واپس چلے گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سن کر رو پڑے اور کہا اس دنیا کی خرابی ہو اے ام المومنین! اگر آپ لوگوں پر ایسا وقت ہو تو آپ کو یہ بات مجھ سے، عبدالرحمٰن بن عوف، ثابت بن قیس اور ایسے ہی دوسرے اہل ثروت سے نہیں چھپانی چاہیئے۔ پھر وہ واپس گئے اور آئے۔ گندم کھجور اور گوشت کی کثیر مقدار جو کئی جانوروں کا بوجھ تھی بھیج دی پھر کہا

اسے پکانے میں تو وقت لگے گا جب آپ لوگوں کو شدید بھوک لگی ہوئی ہے تو فوری طور پر پکی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لے آئے اور تین سو درہم کی تھیلی بھی دے گئے اور کہا خود بھی کھاؤ اور رسول کریم ﷺ کے لئے بھی رکھو پھر مجھ سے قسم لی کہ اگر کوئی ایسی صورت ہو تو میں انہیں ضرور بتاؤں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہی یقین تھا جب آپ گئے تھے کہ آپ ضرور اللہ سے دعا کریں گے اور میرا ایمان ہے کہ اللہ آپ کی دعا ہر گز رد نہیں فرماتا فرمایا تمہیں کیا ملا؟ میں نے بتایا کہ اتنا بوجھ، آٹا، گندم اور کھجور تین سو درہم کی تھیلی اور آٹا اور کافی سارا بھنا ہوا گوشت آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مِمَّنْ؟ کس نے دیا میں نے کہا عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ نے۔ وہ ہمارے پاس آئے تھے میں نے ان کو صورت حال بتائی تو وہ رو پڑے اور دنیا کی خرابی بیان کی اور مجھے سے قسم لی کہ جب بھی ایسی بات ہو تو انہیں ضرور بتایا جائے۔ نبی پاک ﷺ تھوڑی ہی دیر گھر میں ٹھہر کر مسجد کو چلے گئے اور ہاتھ اٹھ کر دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَنِّیْ قَدْ رَضِیْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضِ عَنْہُ۔

اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو جا یہ تین بار فرمایا۔ [1]

اس حدیث میں آل محمد ﷺ سے ازواج مطہرات بھی مراد ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بچے بھی مراد ہیں۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حجرہ بھی ازواج مطہرات کے حجروں میں ہی تھا اور اس حجرے کے مکینوں کے فقر و ناداری کا عالم بھی ازواج رسول ﷺ جیسا ہی تھا کیونکہ اپنی ازواج کے ساتھ اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی کفالت بھی نبی اکرم ﷺ خود ہی فرماتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چونکہ اپنی زندگی وقفِ دین کر رکھی تھی اس لئے ان کی کوئی مستقل مالی آمدن نبی کریم ﷺ سے علیحدہ نہ تھی بلکہ وہ تو بچپن ہی سے آپ کے زیر کفالت آرہے تھے۔ نبی کریم، رؤوف ورحیم ﷺ نے انہیں کبھی بھی اپنے سے جدا نہ کیا اس لئے جب آل محمد یا اہل بیت رسول ﷺ کا لفظ بولا جاتا تھا تو وہ عموماً ازواجِ رسول ﷺ اور سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فیملی پر یکساں بولا جاتا کیونکہ یہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کی ہی زیر کفالت تھے یہاں سے لفظ اہل بیت رسول کی معنویت اور کلمۂ آل محمد ﷺ کے مصداق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ زیر بحث حدیث میں آل محمد ﷺ کے چار دن تک بھوکا

---

[1] ابونعیم، ابن عساکر، ابن قدامہ۔ کنز ج ۱۳ ص ۴۹

رہنے کی جو بات ہے وہ جہاں ازواجِ رسول ﷺ کو شامل ہے وہاں سیدہ فاطمہ زہرا اور ان کے بچوں پر بھی صادق ہے بلکہ حدیث کے یہ الفاظ کہ آلِ محمد کے بچے چار دن کی بھوک سے بلکنے لگے واضح بتا رہے ہیں کہ ان سے حسنین کریمین ہی مراد ہونے چاہییں کیونکہ ازواج مطہرات سے کوئی بھی چھوٹے بچوں والی نہ تھیں اگر نبی اکرم ﷺ کے حجروں میں سے کسی چھوٹے بچوں کی ننھی آوازیں ابھرتی تھیں تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ہی ہوتی تھیں۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر مشکل وقت میں آلِ رسول ﷺ کی خدمت کی اور اکثر دستِ رسول ﷺ دعا کے لئے ان کے حق میں اٹھتا رہتا تھا اور جنت میں ان کا مقام بلند کرتا رہتا تھا۔

۲۔ خود شیعہ محققین کو اعتراف ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز یعنی ضروریات خانہ کے لئے ساری رقم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے مہیا کی۔ چنانچہ سید اردبلی لکھتا ہے کہ نبی کریم، رؤوف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ علی! جاؤ اپنی زرہ بیچ کر قیمت میرے پاس لاؤ تاکہ میں اپنی پیاری لختِ جگر کے لیے ضروری سامان خریدوں جو تم دونوں کو کام آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور عثمان بن عفان سے چار سو درہموں کے بدلے میں اسے فروخت کیا۔ میں نے ان سے درہم لے لئے اور انہوں نے مجھ سے زرہ لے لی پھر انہوں نے مجھ سے کہا اے علی آپ کو درہموں کی مجھ سے زیادہ ضرورت ہے اور مجھے آپ سے زیادہ زرہ کی ضرورت نہیں۔ میں کہا ہاں۔ انہوں نے کہا پھر زرہ بھی لے جائیں اور درہم بھی۔ هدية مني اليك، یہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ میں نے زرہ اور درہم دونوں لے جا کر نبی اکرم ﷺ کے سامنے ڈال دیے۔ اور بتایا کہ یہ سب کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیئے ہیں: فدعا له بخير۔ نبی کریم ﷺ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے ان درہموں میں سے مٹھی بھر کر اٹھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

یاابو بکر اشتر بهذه الدراهم لابنتي ما يصلح في بيتها۔

ترجمہ: اے ابوبکر جاؤ ان دراہم سے میری لختِ جگر کے لئے ضروریات خانہ لے کر آؤ۔ [1]

یہ واقعہ کتنی واضح شہادت ہے کہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لیے جملہ ضروریات خانہ اسی

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ۳۵۹ مطبوعہ تبریز

مال سے خریدی گئیں جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنی کا دیا ہوا مال کافی زیادہ تھا نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس میں سے مٹھی بھر نکال کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریاتِ خانہ کی خریداری کے لئے دیا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور محبتِ آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا

مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ پراپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ وہ آل رسول ﷺ سے محبت نہیں رکھتی تھیں مگر یہ سب گمراہ کن قصے ہیں امتِ مسلمہ میں فساد ڈالنے کی کوشش ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت سے جو محبت تھی وہ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے جو آپ نے شانِ اہل بیت میں روایت کی ہیں چند احادیث اختصاراً پیش خدمت ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں آپ روایت فرماتی ہیں کہ نبی پاک نے اپنی لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے مرضِ وصال میں بلایا اور ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رو پڑیں پھر دوبارہ کان میں کچھ فرمایا وہ مسکرا پڑیں بعد میں میں نے اس بارے میں پوچھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ پہلی مرتبہ نبی پاک ﷺ نے مجھے کان میں یہ فرمایا تھا۔ کہ میں اس مرض میں وصال پانے والا ہوں تو میں رو پڑی پھر آپ نے مجھے یہ بتایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے میں ہی سب سے پہلے آپ کے پاس جاؤں گی اور وصال پاؤں گی تو میں خوشی سے مسکرا پڑی۔ [۱]

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک بار صبح کو یوں تشریف لائے کہ آپ نے ایک منقش چادر اوڑھ رکھی تھی۔ سیاہ بالوں سے اس پر نقوش بنے ہوئے تھے اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی داخل کر لیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آ گئیں آپ نے انھیں بھی داخل کر لیا پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے آپ ﷺ نے انہیں بھی داخل کر لیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ

---

[۱] بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۷، مسلم شریف جلد دوم مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۲۹۰

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ [1]

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ سَمْتاً وَدَلاًّ وَهدياً بِرَسُوْلِ اللهِ فِيْ قِيَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رسول الله ﷺ ۔ [2]

ترجمہ: میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جس کا اٹھنا، بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر ملتا جلتا ہو جتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

آگے فرمایا اور جب وہ نبی اکرم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ماتھا چومتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے اور جب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس جاتے تو ہو کھڑی ہو جاتیں اور سرکار کی پیشانی چومتیں اور جہاں خود بیٹھی ہوتیں وہاں آپ کو بٹھاتی تھیں۔ [3]

۴۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا:

اَيُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون سا شخص زیادہ محبوب تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ ترمحبوب تھیں۔ پوچھا گیا مردوں میں کون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تر تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر علی! میں جانتی ہوں کہ وہ کثرت سے روزہ رکھنے والے اور کثرت سے شب بیداری کرنے والے تھے۔ [4]

فضائل اہل بیت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی کثیر تعداد کتب میں موجود ہے، ہم نمونے کے طور پر انہی چار پر اکتفا کرتے ہیں

صرف یہ شبہ بعض ذہنوں میں خلجان (Confusion) پیدا کرتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اگر

---

[1] مسلم شریف جلد دوم کتاب الفضائل حسنین رضی اللہ عنہما ص ۲۸۳

[2] مسلم شریف جلد دوم کتاب الفضائل حسنین رضی اللہ عنہم ص ۲۸۳

[3] ترمذی شریف جلد دوم کتاب المناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۲۲۷

[4] ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۷

اہل بیت سے واقعی محبت تھی تو وہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کیوں نکلی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے انتہائی مظلومانہ شہادت کے ردعمل میں اٹھنے والی تحریک میں شامل ہوئیں اور اس لشکر کا ساتھ دیا جس نے بصرہ جا کر ان قاتلوں سے جنگ کی ابھی اس جنگ سے فراغت ہوئی تھی کہ حضرت علی بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے تاکہ حالات پر کنٹرول کیا جا سکے۔ چنانچہ باہمی گفت وشنید سے تصفیہ ہو گیا مگر انہی قاتلانِ عثمان کے ایک گروہ نے رات کے سناٹے میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما والے لشکر پر کہ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ایسے اچانک حملہ کیا کہ وہ یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے حملہ کیا کر دیا ہے یوں جنگ چھڑ گئی ناگہانی جنگ میں نہ تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مولا علی سے مقابلہ مقصود تھا نہ ہی وہ حضرت علی سے لڑنے نکلے تھے بہرحال دشمنان اسلام کی سازش سے ہونے والی اس جنگ میں موجودگی پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساری زندگی شدید افسوس رہا اور آپ کو جب واقعہ جمل یاد آتا تو رو رو کر اپنی چادر تر کر لیتی تھیں۔ [1]

اور فرماتی تھیں:

يَالَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْياً مَّنْسِيّا۔

اے کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری چیز ہو گئی ہوتی۔ [2]

اس کی مزید تفصیل اس گناہگار کی تصنیف سیرت خلفائے راشدین میں دیکھیں۔

حضرت ابوہریرہ اور عقیدتِ اولادِ رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت رسول ﷺ کے مشترکہ فضائل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے انفرادی فضائل میں کثیر احادیث روایت کی ہیں جو آج مدارس میں پڑھائی جاتی اور منبروں پر سنائی جاتی ہیں یعنی اہل بیت کا مقام امت کو اگر کسی نے بتایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابوہریرہ اور حضرت انس عبداللہ بن عمر، زید بن ارقم، حذیفہ بن یمان اور دیگر صحابہ کرام

---

[1] درمنثور ج ۲ ص ۲۰۰

[2] البدایہ والنہایہ ۔

رضی اللہ عنہم نے بتایا اس لئے جو یہ کہتا ہے کہ صحابہ اور اہل بیت میں باہم محبت نہ تھی وہ پرلے درجے کا احمق انسان ہے۔ بہرحال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو اہل بیت سے عقیدت تھی اس کی چند جھلکیاں دیکھیں۔

ا۔ سعید کہتے ہیں ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے تھے جب بھی حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ تشریف لاتے۔ اور سلام فرماتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کا یوں جواب دیتے:

وعليك السلام يا سيدى.

ترجمہ: اے میرے سردار آپ پر بھی سلام ہو۔

پھر فرماتے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

اِنَّه سَيِّدٌ.

ترجمہ: بے شک حسن سردار ہے۔ [1]

۲۔ عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین کو ملے تو کہا:

ارفع ثوبك حتى اقبل حيث رايت النبى ﷺ يقبل.

ترجمہ: اپنی قمیض اٹھائیں تاکہ میں وہاں بوسہ دوں جہاں میں نے نبی کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے قمیض اٹھائی تو انہوں نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا۔ [2]

۳۔ ابو ہریرہ فرماتے تھے میں جب بھی حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں برس پڑتی ہیں۔ (میں رو پڑتا ہوں)۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شان اہل بیت میں جو احادیث روایت کی ہیں وہ بھی اس امر کا اعلیٰ ثبوت ہیں کہ وہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی قدردان اور سچے عقیدت مند تھے مثلاً:

ا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا کرتے تھے۔ (اپنے بازوؤں میں لے کر محبت سے دبایا کرتے تھے)۔ [4]

---

[1] ابن عساکر کنز العمال جلد ۱۳ ص ۵۰ ف ۴

[2] کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۵۰

[3] حاکم البدایہ جلد ۸ ص ۳۶

[4] بخاری شریف جلد اول مناقب حسن وحسین ص ۵۳۰

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی امارت پسند نہیں کی البتہ یوم خیبر میں پسند کی میں نے فخر سے سر اٹھایا اس امید کے ساتھ کہ مجھے اس کام کے لئے بلایا جائے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو بلایا اور جھنڈا ان کے ہاتھوں میں دے کر فرمایا چلو اور دائیں بائیں نہ دیکھو۔ تا آنکہ اللہ تمہیں فتح عطا فرمادے۔ [1]

۳۔ حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا:

اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ۔

ترجمہ: اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے بھی محبت رکھ۔

۴۔ حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا دن کا کوئی پہر تھا نہ آپ مجھ سے بات کر رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا تا آنکہ بازارِ بنی قینقاع آگیا پھر آپ واپس لوٹے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے۔ اور فرمایا:

اثم لکع اثم لکع۔

کیا یہاں چھوٹا بالکا ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بالکا (بچہ) ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمارہے تھے۔ ہم سمجھے ان کو ان کی والدہ نے روک رکھا ہوگا انہیں نہلا کر اچھا لباس پہنا رہی ہوں گی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو خود سے چمٹا لیا پھر آپ نے فرمایا:

اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ۔

ترجمہ: اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے

---

[1] مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۹

محبت رکھے تو اس سے بھی محبت رکھ۔ [1]

۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

ان الحسن و الحسین هما ریحانتی من الدنیا۔

بے شک حسن اور حسین دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا کردار در عظمت اہل بیت ابرار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ کثیر احادیث کے راوی ہیں انہوں نے محبت اہل بیت کا ورثہ اپنے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پایا تھا چنانچہ:

ا۔ ابن ابی نعم کہتے ہیں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عراقی شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ جس نے احرام باندھا ہو اگر وہ مکھی مار دے تو کیا جرمانہ ہے؟ آپ نے فرمایا اہل عراق مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھ رہے ہیں:

و قد قتلوا ابن بنت رسول الله ﷺ جب کہ انہی لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا:

هما ریحانتی من الدنیا۔

یہ حسین و حسن رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ [3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اتنا افسوس تھا کہ جب اس کوفی نے احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ کا پارہ چڑھ گیا اور دکھ سے فرمایا: اوکوفیو! نواسۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرتے ہوئے تمہیں خیال نہ آیا کہ تم کتنا عظیم جرم کر رہے ہو اور تم نے قلب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کتنا دکھ پہنچایا اور مکھی مارنے کا تمہیں زیادہ خیال ہے؟ ہوسکتا ہے اس کوفی سائل کا قتل حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی تعلق نہ ہو مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اتنا دکھ تھا کہ کسی بھی کوفی کی زبان سے ایسی بات سن کر آپ کا دل دکھ سے بھر گیا اور قتل حسین کا زخم پھر تازہ ہو گیا۔

---

[1] مسلم شریف ج ۲ ص ۵۹۰

[2] ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۱۸

[3] بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰۔ مناقب الحسن والحسین

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اعلام درشان اہل بیت عظام:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ستم ظریفوں نے دشمن اہل بیت کی حیثیت سے مشہور کر دیا ہے جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے، دراصل ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اس بات پر اختلاف ہوا کہ قاتلان عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقاضا تھا کہ ان ظالموں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سزا دیں یا انہیں ہمارے حوالے کریں تاکہ ہم انہیں کفر کردار تک پہنچائیں۔ وہ کہتے تھے کہ اگر وہ ایسا کریں تو ملک شام میں سے پہلا شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والا میں معاویہ ہوں گا جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ مجبوری تھی کہ کسی ٹھوس شرعی گواہی کے بغیر آپ ان قاتلوں پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے اور ایسی گواہی موجود نہیں تھی اور صورت حال یہ تھی کہ ان قاتلوں کے پاس بے پناہ سیاسی قوت بھی تھی۔ اگر ان کو چھیڑا جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساری اسلامی مملکت میں شہر شہر خانہ جنگی چھڑ جاتی۔ آپ انہیں پکڑنا چاہتے تھے مگر بہتر وقت کا انتظار کر رہے تھے اس طرح اس تنازع نے طول پکڑ لیا اور جنگ جمل و صفین کے خونیں حادثات پیش آئے اہل سنت کے نزدیک حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی اگر قاتلانِ عثمان غنی کے پکڑے جانے میں تاخیر نہ ہوتی اور فوراً کفر کردار تک پہنچ جاتے تو کسی کو بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف نہ ہوتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح دورِ صدیقی سے تمام خلفائے راشدین کی بیعت اور اتباع کرتے چلے آرہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع میں بھی کوئی باک نہ رکھتے۔ مگر وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اس تنازع سے ہٹ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد سے کچھ اختلاف نہ تھا بلکہ وہ ان کی تعریف اور بے پناہ قدر کرتے رہے۔

چنانچہ مشہور شیعہ عالم سید ہاشم حسین اپنی کتاب حلیۃ الابرار میں لکھتا ہے کہ ضرار بن حمزہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اسے کہا صِفْ لِیْ عَلِیًّا میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو، ضرار نے کہنا شروع کیا اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے وہ خلیفہ ہو کر بھی عام آدمی کی طرح رہتے تھے ہم جو سوال کرتے وہ بلا تکلف جواب دیتے انہوں نے کبھی ہم پر دروازہ بند نہ کیا اور نہ کبھی کوئی دربان کھڑا کیا اس کے باوجود ان کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ہم بات کرنے میں ان سے

پہل نہیں کر سکتے تھے جب وہ مسکراتے تو لگتا کہ موتی چمک رہے ہیں امیر معاویہ فرمانے لگے زدنی من صفاته مجھ سے ان کے مزید اوصاف بیان کرو، ضرار کہنے لگے۔ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے وہ شب زندہ دار تھے۔ بہت کم سوتے تھے۔ صبح وشام قرآن پڑھا کرتے ہر پسندیدہ چیز کو راہ خدا میں دے ڈالتے، خوف خدا سے ان کے آنسو نہ تھمتے۔ انہوں نے کبھی پردے لٹکائے نہ دستر خوان سجائے۔ کبھی گاؤ تکیے کی نرمی محسوس کی نہ کھردرے کپڑے کی سختی۔ جب رات اپنے سیاہ پردے ڈال دیتی اور ستارے نکل آتے تو وہ مسجد کے محراب میں آکر عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اس وقت وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے پہلو بدلتے جیسے سانپ کا ڈسا تڑپتا ہے اور غم واندوہ میں ڈوب کر کہتے اے دنیا تو میرے پیچھے پڑی ہے، دور ہو جا دور ہو جا مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اور کبھی رجوع نہیں کروں گا۔ پھر فرماتے ہائے ہائے سفر لمبا ہے توشہ کم اور راستہ کٹھن ہے: فبكىٰ معاويه امیر معاویہ یہ سن کر رونے لگے اور کہا ضرار بس کرو كذالك كان والله على، خدا کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ [1]

اسی طرح حلیۃ الابرار میں چند صفحے آگے چل کر لکھا ہے کہ ضرار جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف حمیدہ بیان کر رہا تھا تو امیر معاویہ کی عجیب حالت تھی۔ فزرفت دموع معاية على لحيته وهو ينشفها بكمه امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو چھم چھم برس پڑے اور وہ اپنی آستینوں سے آنسو پونچھنے لگے۔ جب کہ سننے والوں کے گلے رو رو کر بند ہو گئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کہنے لگے:

رحم الله ابا الحسن كان والله كذلك الله!

ترجمہ: اللہ ابو الحسن علی رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ [2]

۲۔ مشہور مورخ مرزا محمد تقی لکھتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو جواب میں لکھا کہ مجھے آپ کا خط ملا ہے اور حالات سے آگاہی ہوئی ہے آپ کے والد گرامی ابن قیس کے ان اشعار کے مستحق تھے۔

---

1. حلیۃ الابرابر جلد اول ص ۳۳۸ باب ۲۵ مطبوعہ قم
2. حلیۃ الابرابر جلد اول ۳۴۵

اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

تم سخی جوان ہو جنگوں میں تمہارے نیزے کا یہ حال ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے سینے کوٹنے لگتی ہیں پورے جزیرہ عرب میں کوئی ایسا جوان جو اپنی بہادری سے بلند چوٹیاں فتح کر لے۔ تم سے زیادہ سخی نہیں ہزاروں درہم دینا اور عمدہ کھانے کھلانا تمہارا کام ہے۔ [1]

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے تنازع سے ہٹ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف حمیدہ اور کمالات رفیعہ کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معترف تھے اور سن کر زار زار رویا کرتے تھے اسی لئے مولا علی شیر خدا کے وصال کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس تنازعہ کا خاتمہ کر دیا۔ ساری زندگی اس بیعت پر قائم رہے کئی لوگوں نے کوشش کی کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ بیعت توڑ دیں مگر آپ نے وفاداری بشرطِ استواری کا اصول قائم فرمایا اور اپنے سب ساتھیوں کو بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر قائم رہنے کا حکم فرمایا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت اطہار کے بے پناہ قدر دان تھے اور ان کی عزت افزائی میں کوئی فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ اور ان کی مالی معاونت میں بھی پوری قوت صرف کرتے تھے۔ شیعہ مورخین بھی اپنے تعصب و عناد کے باوجود اس کا اعتراف کرتے ہیں چنانچہ شیعوں کا رئیس العلماء ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ قطب راوندی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ

۳۔ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہی ہمارا وظیفہ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو پہنچ جائے گا جب پہلی تاریخ آئی تو واقعی وظیفہ پہنچ گیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کافی مقروض تھے آپ نے اپنے وظیفے میں سے سارا قرض اتارا اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے وظیفے سے پہلے قرض تارا باقی مال اپنے اہل و عیال اور دوستوں میں تقسیم فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنی ضروریات پوری کر کے باقی مال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایلچی کو بطور انعام دے دیا۔ چوں این خبر بمعاویہ رسید برائے او مال بسیار فرستاد جب یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے آپ کے لئے (امام

---

[1] ناسخ التواریخ حالات امام حسن جلد اول صفحہ ۱۸۸

حسن رضی اللہ عنہ کے لئے) مزید مال بھیج دیا۔ [1]

یہی پورا واقعہ حافظ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۳۸ مطبوعہ مصر میں بھی ہے وہاں یہ اضافہ بھی ہے جو رقم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی وہ چار لاکھ درہم تھی جب کہ ہر سال کا مقرر وظیفہ ایک لاکھ درہم اس کے علاوہ تھا۔

کیا امیر معاویہ کے خطباء حضرت علی پر لعنت کرتے تھے؟

یہاں سے ایک غلط پراپیگنڈہ کا بھی رد ہو گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبروں پر خطبات جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کا (معاذ اللہ) حکم دے رکھا تھا۔ اور یہ سلسلہ، خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز تک جاری رہا انہوں نے آکر یہ سلسلہ ختم کیا یہ پراپیگنڈہ غلط ہے اولاً تو ایسی روایات شیعہ راویوں کی کارستانیاں ہیں جو سنی مورخین کے تسامح اور چشم پوشی کے سبب کتب اہل سنت میں داخل ہو گئی ہیں تفصیل کے لئے میرے والد گرامی محقق اسلام علامہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹۷ کی تصنیف تحفہ جعفریہ جلد دوم دیکھیں۔ اس موضوع پر بہت کام کرنے کی ضرورت ہے کچھ لوگوں نے کیا بھی ہے لیکن وہ بہت کم ہے۔ اور یہ روایات اگر قبول بھی کر لی جائیں تو بھی اس میں لعنت کا لفظ کہیں نہیں صرف اتنا ہے کہ امیر معاویہ کے خطباء حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سَبّ کرتے تھے اور سَبَّ یَسُبُّ کا معنی لعنت کرنا نہیں ہے۔ احادیث میں اس کا معنی کسی کے موقف کو غلط قرار دینا بھی آتا ہے چنانچہ بخاری شریف جلد دوم ص ۵۷۵ میں ہے۔ فَاسْتَبَّ عَلِیٌّ وَّعَبَّاس حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے پر سب کیا یعنی ایک دوسرے کا موقف غلط قرار دیا یہ مطلب نہیں کہ دونوں نے معاذ اللہ لعنت کی یا گالی گلوچ کیا کیونکہ یہ مطلب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے شایان شان ہرگز نہیں اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی حکومت میں صرف اتنا حکم دے رکھا تھا کہ خطباء اپنے خطبوں میں حضرت علی کے موقف کو غلط کہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی پر معاذ اللہ گالی یا لعنت کا حکم دیں (اور وہ بھی معاذ اللہ مساجد میں) جیسے مذکورہ حدیث بخاری میں حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما کے لئے لفظِ سب کا معنی موقف کا رد کرنا ہے۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی

---

[1] جلاء العیون جلد اول ص ۳۷۶ مطبوعہ تہران

طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پرسب کرنے کا مطلب بھی ان کے موقف کو غلط قرار دینا ہے پھر آپ خود شیعہ علماء کی تحریرات سے پڑھ چکے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور تعریف سن کر روتے تھے البدایہ النہایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن کہنے کے بعد رونے لگے کسی نے کہا کہ آپ کی تو ان سے جنگ ہے۔ آپ نے فرمایا:

وَيُحكَ اِنَّمَا اَبكِيْ لَمَا فَقَدَ النَّاس مِنْ حِلْمِه وَ عِلْمِه وَ فَضْلِه وَسَوَابِقة و خيْرِه

ترجمہ: تم پر افسوس ہے میں اس لئے رو رہا ہوں کہ آج لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حلم، علم، فضل، اچھائیوں اور خوبیوں سے محروم ہوئے ہیں۔ [1]

اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل تشیع جو اہل بیت کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ قطعی غلط ہے اہل بیت اور صحابہ کرام میں بے پناہ محبت تھی وہ ایک دوسرے کے سچے خیر خواہ تھے اگر ان میں کسی وجہ سے اختلاف رائے ہوا بھی تو وہ ذاتی دشمنی پر مبنی نہ تھا اختلافی مسئلے سے ہٹ کر وہ ایک دوسرے کا پورا احترام کرتے تھے جیسا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مابین ہوا تاریخ بتاتی ہے کہ جنگ صفین کے دوران قیصر روم نے مکہ شریف پر حملہ کرنے کا سوچا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اسے بایں الفاظ خط لکھا کہ او رمی کتے! اگر تو نے ایسا کیا تو میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور ان کی قیادت میں تجھ پر حملہ کروں گا اور تیری سلطنت کے ہم دونوں مل کر ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے۔

اس بصیرت افروز تاریخی خط نے قیصر روم کا ہوش ٹھکانے لگا دیا۔ [2]

---

[1] البدایہ جلد ۸ ص ۱۵ مطبوعہ مصر

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ مطبوعیہ بیروت

فصل چہارم

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے گہری محبت رکھتے تھے

آج ایک گروہ صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو جی بھر کر معاذ اللہ گالیاں دیتا ہے کہ انہوں نے اہل بیت پر ظلم کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی جانشینی اور خلافت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا ان سے وہ چھین کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھال لی اور دنیا سے جاتے ہوئے عمر کو خلافت دے گئے۔ اور عمر نے دنیا سے جاتے ہوئے چھ رکنی کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی نے حضرت علی کو خلافت سے دور رکھا پھر ابو بکر نے خلافت سنبھالتے ہی سیدہ فاطمہ زہرا سے باغ فدک چھین لیا وغیرہ ذالك من خرافات اس لئے یہ لوگ جنہیں اہل تشیع کہا جاتا ہے اہل بیت کی تعریف کرتے ہوئے جب تک صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر معاذ اللہ غلیظ گالی گلوچ نہ کرلیں تب تک ان کے نزدیک حب اہل بیت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا مگر یہ لوگ شیطانی بہکاوے میں آ کر گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دے کر اہل بیت کی محبت کا دم بھرنا پرلے درجے کی ضلالت ہے۔ یہ اہل بیت سے محبت نہیں بلکہ ان سے دشمنی ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے خوش نہیں ہوتے بلکہ غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں اس لئے میں نے یہ فصل اس باب میں ڈالی ہے تاکہ قارئین جان لیں کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد بتول خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے کیسی عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور اس فصل میں میں کتب اہل سنت سے کوئی حوالہ یا عبارت پیش نہیں کروں گا بلکہ کتب شیعہ کی روشنی میں وہ سچائی پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو اللہ نے مخالفین کی زبانوں سے اگلوائی ہے۔

کلامِ حضرت علی رضی اللہ عنہ درشانِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

اہل تشیع کا معتبر مورخ نصر بن مزاحم بیان کرتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو خط لکھتے ہوئے حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کی اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید رحمھما اللہ وجزاھما باحسن الجزاء۔

ترجمہ: مجھے اپنی زندگی کی قسم بے شک اسلام میں ان دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کا مرتبہ بے شک بہت بلند ہے اور ان کا دنیا سے جانا اسلام کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے ورانہیں سب سے اچھی جزا عطا فرمائے۔ [1]

ایسے ہی ایک اور خط میں آپ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا انہوں نے امت کو گمراہی سے نکالا جب آپ تشریف لے گئے تو لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ چنا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر کو خلیفہ بنایا: واحسنا اسیرۃ وعدلا فی الامۃ جب کہ ان دونوں نے بطور خلیفہ بہت عمدہ سیرت اپنائی اور امت میں عدل وانصاف قائم کر دکھایا آگے حضرت علی فرماتے ہیں ہمارے دل میں یہ بات آئی کہ ہم آل رسول میں سے ہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں لیکن جب ان دونوں نے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کر دیے اور یہی بڑا مقصد تھا تو ہم نے اپنا حق معاف کر دیا۔ [2]

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

هُمَا اَمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ اِلٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: وہ دونوں عدل وانصاف کرنے والے امام ہیں وہ حق پر کابند تھے اور حق پر ہی قائم رہ کر دنیا سے رخصت ہوئے تو ان دونوں پر روز حشر تک اللہ کی رحمت ہو۔ [3]

---

[1] وقعۃ صفین ص ۶۳ مطبوعہ بیروت

[2] واقعۃ صفین ص ۱۴۹

[3] احقاق الحق مصنفہ نوراللہ شوستری ص ۱۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید متعدد اقوال بھی خلفائے راشدین کے متعلق موجود ہیں ہم صرف ان تین پر اکتفا کرتے ہیں دیکھیے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ عدل وانصاف کے علمبردار تھے۔ حضرت علی انہیں امام کہہ کر پکارتے تھے۔ شیعو! تم اپنی طرف سے بارہ اماموں کی امامت تو مانتے ہو مگر جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ امام قرار دے رہے ہیں انہیں تم حب اہل بیت کی آڑ میں گالیاں دیتے ہو، بتاؤ پھر تمہارا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ہے؟ یہ فیصلہ میں تمہی پر چھوڑتا ہوں؟ خلفائے راشدین سے حضرت علی کی محبت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹوں کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان رکھے چنانچہ کشف الغمہ میں آپ کی اولاد کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی اولاد کی تعداد ستائیس تھی بعض کے نام یہ ہیں۔ حسن، حسین، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ ان چاروں کی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ محمد بن حنفیہ ان کی والدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ ہیں۔ عمر اور رقیہ ان کی والدہ ام حبیبہ بنت رابعہ ہیں۔ عباس، جعفر، عثمان اور عبداللہ یہ چاروں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے ان کی والدہ ام البنین بنت حزام ہے۔ محمد اصغر جنہیں ابو بکر کہا جاتا ہے اور عبیدہ یہ دونوں بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہے۔ [1]

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائیوں میں سے بعض کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان بھی ہیں۔ ان میں سے عمر اور عثمان تو آپ کے ساتھ کربلا میں شہید بھی ہوئے بتایئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے نام خلفائے راشدین کے ناموں پر کیوں رکھے؟ جس شخص سے نفرت ہو کیا اس آدمی کے نام پر کوئی اپنے بیٹے کا نام رکھتا ہے کیا آج کوئی اپنے بیٹے کا نام یزید، فرعون اور شداد رکھتا ہے؟ بلکہ بچوں کے نام محبوب ہستیوں کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں۔ مولا علی شیر خدا نے اپنے بچوں کے نام ابو بکر عمر اور عثمان رکھ کر بتا دیا کہ آپ کو ان سے سچا پیار تھا۔ اہل سنت جماعت تو نام رکھنے کی اس سنت علی پر عمل کرتے ہیں شیعوں کو بھی اپنے بچوں کے نام ابو بکر و عمر رکھنے چاہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی عقیدت خلفائے راشدین سے

جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کرتے ہوئے ان کے ہاتھ

---

[1] الخ کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ جلد اول ص ۴۴۰

پر بیعت کی تو کچھ شرائط مقرر کیں ان میں سے بڑی یہ تھیں عَلٰی اَنْ یَعْمَلَ فِیْهِمْ بِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰی وَسُنَّتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَسِیْرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

ترجمہ: اس شرط پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے صلح کر رہے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کریں گے۔ [1]

یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک معاشرے میں حق و صداقت اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے کسی بھی حکمران کو تین اصول ہمیشہ پیش نظر رکھنے چاہییں۔ ۱۔قرآن ۲۔سنت۔ ۳۔سیرت خلفائے راشدین۔یعنی امام حسن کے نزدیک قرآن و سنت کے عملی نفاذ کے لیے سیرت خلفائے راشدین میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔

اب قائین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جو امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کا دم بھر کر دوسرے ہی سانس میں سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم یعنی خلفائے راشدین کو برا بھی کہے اس کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ہے؟ اس لئے حب اہل بیت کا حق صرف وہی ادا کر سکتا ہے جو خلفائے راشدین سے صحیح عقیدت رکھتا ہو اور ان کی سیرت کو نمونہ عمل بنائے اور یہ شرف صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کو ہی حاصل ہے۔

ع

بے ادب گستاخ فرقوں کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

امام حسین رضی اللہ عنہ جنت میں خلفائے راشدین کو پانی پلا رہے تھے

شیعوں کی بہت ٹھوس کتاب حلیتہ الابرار میں مشہور شیعہ عالم سید ہاشم بحرانی نے ایک نوجوان کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے خواب دیکھا کہ گویا وہ جنت میں ہے اور حضرت علی ایک خوبصورت کرسی پر بیٹھے ہیں اور ایک جگہ ابو بکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اکٹھے بیٹھے پیار و محبت کی گفتگو کر رہے ہیں اتنے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آتے ہیں آپ کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ہاتھ میں چاندی کا پیالہ تھامے تشریف لے آئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسقنی مجھے پلاؤ انہوں

---

[1] کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز

نے آپ کو چاندی کے پیالے سے جنتی شربت پلایا پھر آپ نے فرمایا یا حسین اسق الجماعة اے حسین! اس جماعت کو بھی پانی پلاؤ۔

فسقیٰ ابابکر و عمر و عثمان و سقا علیاً علیہ السلام

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو بھی وہ جنتی شربت پلایا۔ [1]

یہ خواب حلیۃ الابرار میں کافی طویل لکھا ہے ہم نے صرف اپنے موضوع سے متعلق حصہ نقل کیا ہے جب ایک شیعہ عالم یہ خواب لکھ رہا ہے اور آگے اس کی تردید بھی نہیں کرتا بلکہ اس خواب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والا نوجوان ایک مسجد میں موذن تھا اور اذان و نماز کے دوران حضرت علی پر ایک ہزار بار (معاذاللہ) لعنت کرتا تھا جب اس نے یہ خواب دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس نوجوان کو بھی پلاؤ انہوں نے عرض کیا یہ تو میرے باپ علی مرتضیٰ کو اتنی مرتبہ لعنت کرتا ہے آپ نے فرمایا تم علی پر لعنت کرتے ہو؟ حالانکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں خدا تجھ پر لعنت کرے یہ تین بار آپ نے فرمایا جب وہ خواب سے اٹھا تو اس کا چہرہ اور سر خنزیر جیسا بن گیا تھا۔ اگر اس کے خواب کا شان علی سے متعلق حصہ سچا ہے اور یقیناً سچا ہے اور اسی حصے کی ہی خاطر مذکور شیعہ علامہ نے اسے لکھا ہے تو اسی خواب کا وہ حصہ جو شان خلفائے راشدین سے متعلق ہے وہ بھی یقیناً سچا ہے اور واقعتاً امام حسین کربلا کی پیاس اٹھانےکی جزا میں جنت کے اندر ساقی بنے ہوئے ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پیارے دوستوں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو نقرئی پیالوں میں بھر بھر کر شراب طہور پلا رہے ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین کے گستاخوں پر پھٹکار

اس فصل میں پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خلفاء راشدین سے محبت بیان کی گئی ہے اور شیعوں کے نزدیک وہ تینوں لگاتار پہلا دوسرا اور تیسرا امام کہلاتے ہیں اب چوتھے امام حضرت امام زین العابدین ہیں ان کی خلفائے راشدین سے عقیدت بھی ملاحظہ کریں

---

[1] حلیۃ الابرار جلد اول بات ۱۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ قم

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ شریف میں عراق (کوفہ) سے کچھ لوگ آئے وتکلموا فی ابی بکر و عمر و عثمان اور انہوں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے متعلق کلام کیا (ان کی عیب جوئی کی معاذ اللہ) جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدین نے فرمایا کیا ان تم ان پہلے مہاجرین میں سے ہو جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے۔ اور وہ سچے لوگ تھے (یہ سورہ حشر کی آیات الذین اخرجوا من دیار ھم... الخ) کی طرف اشارہ ہے وہ لوگ کہنے لگے نہیں ہم ان مہاجرین میں سے نہیں ہیں،

امام زین العابدین نے فرمایا: تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کی آمد سے قبل ان کے لئے گھر اور ایمان کی محبت تیار کر رکھی تھی وہ مہاجرین سے محبت رکھتے تھے اور اپنی عزیز متاع کو ان سے عزیز تر نہیں سمجھتے تھے اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے (یہ بھی سورہ حشر کی آیات وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ الخ کی طرف اشارہ ہے) ان کوفیوں نے کہا نہیں! ہم ان انصار میں سے نہیں ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو تم نے مان لیا کہ تم مہاجرین و انصار سے نہیں ہو اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم واقعتا ان لوگوں میں سے نہیں ہو جن کی اللہ کریم نے یہ تعریف فرمائی ہے تو کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی تعریف اللہ کریم نے یوں فرمائی: اور جو ان کے (مہاجرین و انصار کے) بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ چلے گئے (سورہ حشر، آیت ۱۰) کوفی کہنے لگے نہیں ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں (یعنی تابعین میں سے نہیں ہیں) امام زین العابدین نے فرمایا اُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ نکل جاؤ یہاں سے خدا تمہیں اس بدکلامی کی سزا دے۔ [1]

قارئین! اندازہ کریں۔ جو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان سے کتنی سخت نفرت ہے آپ نے پہلے تو بڑے حکیمانہ انداز میں جو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان ہے مہاجرین و انصار کے حق میں اترنے والی آیات پڑھیں اور پوچھا کہ اے خلفائے راشدین جیسے صحابہ کبار کو برا کہنے والو! کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جنکی عظمت میں اللہ نے قرآن اتارا اگر نہیں تو کیا کم از کم تم ان تابعین میں سے ہو جن کی اللہ نے یہ تعریف

---

[1] کشف الغمہ جلد دوم ص ۷۸۔ جلاء العیون جلد اول ص ۳۹۳

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ شریف میں عراق (کوفہ) سے کچھ لوگ آئے وتکلموا فی ابی بکر و عمر و عثمان اور انہوں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے متعلق کلام کیا (ان کی عیب جوئی کی معاذ اللہ) جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدین نے فرمایا کیا ان تم ان پہلے مہاجرین میں سے ہو جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے۔ اور وہ سچے لوگ تھے (یہ سورہ حشر کی آیات الذین اخرجوا من دیارھم ... الخ) کی طرف اشارہ ہے وہ لوگ کہنے لگے نہیں ہم ان مہاجرین میں سے نہیں ہیں،

امام زین العابدین نے فرمایا: تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کی آمد سے قبل ان کے لئے گھر اور ایمان کی محبت تیار کر رکھی تھی وہ مہاجرین سے محبت رکھتے تھے اور اپنی عزیز متاع کو ان سے عزیز تر نہیں سمجھتے تھے اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے (یہ بھی سورہ حشر کی آیات وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ الخ کی طرف اشارہ ہے) ان کوفیوں نے کہا نہیں! ہم ان انصار میں سے نہیں ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو تم نے مان لیا کہ تم مہاجرین و انصار سے نہیں ہو اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم واقعتاً ان لوگوں میں سے نہیں ہو جن کی اللہ کریم نے یہ تعریف فرمائی ہے تو کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی تعریف اللہ کریم نے یوں فرمائی: اور جو ان کے (مہاجرین و انصار کے) بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ چلے گئے (سورہ حشر، آیت ۱۰)۔ کوفی کہنے لگے نہیں ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں (یعنی تابعین میں سے نہیں ہیں) امام زین العابدین نے فرمایا اُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ نکل جاؤ یہاں سے خدا تمہیں اس بدکلامی کی سزا دے۔ [1]

قارئین! اندازہ کریں۔ جو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان سے کتنی سخت نفرت ہے آپ نے پہلے تو بڑے حکیمانہ انداز میں جو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان ہے مہاجرین و انصار کے حق میں اترنے والی آیات پڑھیں اور پوچھا کہ اے خلفائے راشدین جیسے صحابہ کبار کو برا کہنے والو! کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جنکی عظمت میں اللہ نے قرآن اتارا اگر نہیں تو کیا کم از کم تم ان تابعین میں سے ہو جن کی اللہ نے یہ تعریف

---

[1] کشف الغمہ جلد دوم ص ۷۸۔ جلاء العیون جلد اول ص ۳۹۳

فرمائی ہے اگر تم نہیں ہو تو ظالمو! پھر ان کی شان میں گستاخی کر رہے ہو جن کی تعریفیں اللہ فرماتا ہے نکل جاؤ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ میں تمہاری منحوس شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ اے صحابہ کے گستاخو! ہم اہل بیت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں دراصل کوفہ میں عبداللہ سبا یہودی نے لبادۂ اسلام پہن کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے یہ نظریہ رائج کیا کہ نبی پاک ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حقدار خلافت تھے۔ ابوبکر و عمر اور عثمان نے ان کا حق چھین لیا یہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بات ہے کہ اس نے کوفہ کے علاوہ مصر اور بصرہ میں اس نظریے کی اشاعت کی۔ چنانچہ انہی تینوں شہروں سے منافقین اور سرکش باغیوں کے تین گروہ اٹھے اور مدینہ شریف پر چڑھائی کر کے حضرت عثمان غنی کو شہید کیا اور وہیں سے شیعہ مذہب کی بنیاد پڑی پھر انہی فتنہ پردازلوگوں نے جنگ جمل او جنگ صفین میں بظاہر حضرت علی کا ساتھ دیا اور بباطن مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا خاتمہ کرنے کی بھرپور کوشش کی اور جب بھی صحابہ کرام میں صلح کا موقع قریب آیا انہوں نے جنگ کی آگ بھڑکا دی تو اہل کوفہ شروع ہی سے خلفائے راشدین کے متعلق مسموم ذہن کے مالک تھے اور اسی گستاخی کا انہوں نے امام زین العابدین کے سامنے اظہار کیا اور آپ سے پھٹکار لی اور آج تک اسی سرکشی گروہ کی باقیات چلی آرہی ہیں۔

نوں آئمہ اہل بیت کی روایت کردہ حدیث خلفائے راشدین کی شان میں

یہاں ہم وہ حدیث رسول ﷺ لکھ رہے ہیں جو صدیق و فاروق و ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے اور اس کے تمام راوی جو ہیں وہ ائمہ اہل بیت ہیں رضی اللہ عنہم۔ حدیث اسی طرح ہے۔

قال حدثنی علی بن محمد بن علی الرضا عن ابیه عن آبائه عن الحسن بن علی علیهم السلام قال قال رسول الله ﷺ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَأَنَّ عُمَرَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ الْبَصَرِ وَإِنَّ عُثْمَانَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ الْفُؤَادِ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے مجھے امام علی تقی نے یہ حدیث سنائی ان کو ان کے والد امام محمد تقی نے اپنے باپ دادا (حضرت امام موسیٰ کاظم، امام جعفر صادق، امام محمد باقر، امام زین العابدین اور امام حسین رضی اللہ عنہم) سے (نسل در نسل) روایت کی اور آگے یہ حدیث حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

ابو بکر میرے لئے ایسے ہیں جیسے میرے کان اور عمر میرے لئے ایسے ہیں جیسے
میری آنکھیں اور عثمان میرے لئے ایسے ہیں جیسے مرا دل۔ [1]

حضور پُر نور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی لکھنے کے بعد شیخ صدوق نے اپنی بدعقیدگی عیاں کرنے کے لئے روایت کا رخ اس طرف موڑا ہے کہ قرآن میں ہے بے شک کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا لہذا ان تینوں سے یعنی ابو بکر اور عمر اور عثمان سے ولایت علی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم اسے مانتے تھے یا نہیں (یعنی چونکہ بقول شیعہ وہ اسے نہیں مانتے تھے اس لیے انہیں بالآخر جہنم بھیجا جائے گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد) مگر شیخ صدوق کا عقل صندوق میں بند ہو گیا وہ یہ بدعقیدگی پھیلاتے ہوئے یہ بھول گیا کہ ہر کسی کے کان آنکھ اور دل سے قیامت میں سوال ہو گا اور جو کچھ کان آنکھ اور دل سے گناہ ہوئے ہوں گے ان کی انہیں سزا ملے گی مگر نبی پاک ﷺ کے کان آنکھ اور دل کا حساب نہیں ہو گا اور جنہیں آپ اپنا کان آنکھ اور دل قرار دے رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا حساب بھی نہیں ہو گا۔ بہر حال مذکورہ حدیث میں سیدنا صدیق اکبر سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جو عظمت سید العالمین ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہ بہت ہی ایمان افروز ہے اور اسے روایت کرنے والے تمام راوی وہ ہیں جن میں سے ہر ایک کی عظمت پر ہماری جانیں قربان، اس کے پہلے راوی حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما ہیں اور آخری راوی حضرت امام علی تقی اور درمیان والے بالترتیب ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم ہیں یعنی نوں ائمہ اہل بیت عظام نے اسے روایت کیا ہے گویا ان تمام ائمہ اہل بیت کا یہی عقیدہ ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو سرکار مدینہ ﷺ سے وہ قرب حاصل ہے جو جسم کے لئے کان آنکھ اور دل کو حاصل ہوتا ہے۔

لہذا حب اہل بیت رسول کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے سچی اور گہری عقیدت و محبت رکھی جائے اور یہی اہلسنت جماعت کا سرمایہ حیات اور مایہ نجات ہے اہلسنت کے ایک ہاتھ میں دامن حب صحابہ ہے تو دوسرے ہاتھ میں دامن الفت اہل بیت ہے۔ (الحمد للہ! ہم نہ تو رافضی ہیں اور نہ خارجی ہم سچے محب اہل بیت ہیں اسی لیے آج تک تمام اولیاء کرام صرف اور صرف اہل سنت و جماعت میں سے ہوئے ہیں)۔

---

[1] معانی الاخبار شیخ الدوق صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ بیروت

فصل پنجم

آئمہ اہل سنت کی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت

ا۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور حبِ آلِ رسول رحمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تاریخ بتاتی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت ثابت بن زوطی کو جب وہ بچے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ اسے اور اس کی اولاد کو برکت عطا فرما چنانچہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں سیدنا امام اعظم پیدا ہوئے اور آپ نے دین میں جو فقید المثال فقاہت حاصل کی وہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم کی دعا کا اثر ہے۔

پھر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں امام جعفر صادق سے ظاہری اور باطنی علوم کا استفادہ کیا۔ اس لیے آپ ساداتِ کرام اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا بے پناہ احترام کرتے تھے۔ آپ نے دو سال امام جعفر صادق کی صحبت میں گزارے اور علمی استفادہ و استفاضہ کیا۔ چنانچہ آپ ان دو سالوں کو اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ تصور کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ لولا السنتان لهلك النعمان اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔ (آپ کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے)۔ [1]

کوفہ میں امام جعفر صادق کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور تلامذہ کی کثرت سے خلیفہ وقت منصور عباسی سخت خائف تھا اس نے چاہا کہ ان کے مقابلے میں کوئی فقیہ کھڑا کیا جائے جو ان کی شہرت کا خاتمہ کرے تاکہ یہ حکومت کے لئے دردِ سر نہ بن سکیں اس نے سیدنا امام اعظم میں جو ابھی عنوان شباب میں تھے وہ استعداد دیکھی جس کا وہ طالب تھا چنانچہ اس نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا اور نہیں تمام فقہاء سے افضل قرار دیا اور اپنا قریبی کرنا چاہا۔ آپ اس کی نیت بھانپ گئے، آپنے سر عام اعلان فرمایا:

مَا اَرٰی اَحَدًا اَعْلَمُ من جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَاِنَّه اَعْلَمُ الْاُمِّةَ

ترجمہ: میں امام جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کسی کو بڑا عالم نہیں سمجھتا اور وہ ساری امت

---

[1] الامام الصادق صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ بیروت

میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ [1]

حضرت امام ابو حنیفہ نے حمایت اہل بیت میں حکومت کے خلاف فتویٰ دیا

جب خلیفہ وقت نے خانوادہ نبوت کے عظیم چشم و چراغ سیدنا امام جعفر صادق اللہ عنہ کا مرتبہ گرانے کے لئے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بڑھانا چاہا تو آپ نے مذکورہ اعلان فرما کر آل رسول کا جھنڈا ساری دنیا سے بلند کر دیا اور خلیفہ کے ارادوں پر پانی پھر گیا۔ یہ ہے آل رسول سے سچی محبت۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا دور وہ ہے جب اموی خلافت دم توڑ چکی تھی اور خلافت عباسیہ نے قدم جما لیے تھے۔ عباسیوں نے حب آل رسول کا نعرہ لگا کر لوگوں کو خلافت اموی سے برگشتہ کیا اور انہیں منشور دیا کہ ہم اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلافت دلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم المروف بہ نفس زکیہ کے ہاتھ پر ابو جعفر منصور سمیت تمام عباسی امراء نے بیعت خلافت کی بلکہ تمام بنو ہاشم نے ان کی بیعت کر کے انہیں اپنا پیشوا بنایا۔ اس میٹنگ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تھے روایات کے مطابق انہوں نے بھی حضرت نفس زکیہ کی بیعت کی۔ چنانچہ بنو عباس نے مہم چلائی جو کامیاب ہوئی اور بنو امیہ کا سورج غروب ہو گیا۔ مگر نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کرنے کے بجائے بنو عباس رضی اللہ عنہ نے خود خلافت سنبھال لی اور پہلے سفاح خلیفہ بنا پھر ابو جعفر منصور وانقی، اور آل رسول پر بے پناہ مظالم کیے تا کہ وہ دب جائیں مگر وہ نہ دبے۔ چنانچہ حضرت نفس زکیہ نے مدینہ منورہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تمام سادات علویہ و فاطمیہ نے ان کا ساتھ دیا۔ ایسے میں امام اعظیم رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت وقت کو للکارتے ہوئے اسے ظالم و جابر قرار دیا اور حضرت نفس زکیہ رضی اللہ عنہ محمد بن عبداللہ اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم بن عبداللہ کے حق میں فتویٰ جاری کر دیا کہ ان کی نصرت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سنی اور شیعہ تمام مورخین کو اس پر اتفاق ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تادم آخر اپنے اس فتویٰ پر ڈٹے رہے۔ آپ پر سرکاری دباؤ پڑا کہ آپ فتویٰ واپس لے لیں مگر آپ نے بھی اسوہ حسینی پر عمل کر کے دکھا دیا اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہے بالآخر آپ کو گرفتار کر کے قید بند میں ڈال دیا گیا کہ اس طرح آپ اہل بیت سے تعلق توڑ لیں۔

---

[1] الامام الصادق مصنفہ اسد حیدر شیعہ اول صفحہ ۲۸۲

حضرت امام اعظم نے حبِ اہل بیت میں جامِ شہادت نوش کیا

مگر یہ حربہ بھی ناکام رہا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کسی طرح بھی حمایت اہل بیت سے باز نہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو جیل میں زہر دے دیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر گئے مگر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن نہ چھوڑا۔ اس تفصیل کو ہم کتب اہل سنت سے نہیں اہل تشیع کی زبان سے پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ شیعوں کی مشہور تاریخ مقاتل الطالبین میں ہے کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ پسران عبداللہ محض کے ساتھ محبت رکھنے میں متہم تھے۔ اس لیے خلیفہ منصور نے آپ کو کوفہ سے بغداد بلوایا۔ سانہ قد اعلن الانضمام لجانب دعوة محمد او ابراهيم و افتىٰ بو جوب الخروج مع ابراهيم اس وقت انہوں نے (امام حنیفہ نے) یہ اعلان کر رکھا تھا کہ حضرت محمد (نفس زکیہ) اور ابراہیم کی دعوت سے منسلک ہوا جائے اور یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ ابراہیم کے ساتھ خروج کرنا واجب ہے۔ آپ نے حضرت ابراہیم کو خط لکھا تھا کہ آپ کوفہ آجائیں کیونکہ یہاں آپ کے چاہنے والے بہت ہیں۔ یہ خط کسی طرح خلیفہ منصور تک پہنچ گیا اور اس نے آپ کو گرفتار کرلیا وسقاه شربة فمات منها اور آپ کو زہریلا شربت پلایا جس سے آپ فوت ہو گئے۔ [1]

مرزا محمد تقی شیعہ جو مشہور متعصب اور غالی شیعہ مورخ ہے نے ناسخ التواریخ میں حالات امام حسن میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض نے ۱۴۵ ہجری میں اپنی دعوت کا آغاز کیا جن مشہور لوگوں نے ان کی بیعت کی ان میں اعمش بن مہران، عباد بن منصور، مغفل بن محمد اور امام ابوحنیفہ و غیرھم شامل تھے۔ ان لوگوں کے فتوے پر بہت سے مسلمان حضرت ابراہیم کے ساتھ مل گئے۔ جب حضرت ابراہیم کو حکومت نے پکڑ کر قتل کر ڈالا تو ایک عورت امام ابوحنیفہ کے پاس آئی کہنے لگی ابو حنیفہ تم نے فتویٰ دیا تو میرا بیٹا حضرت ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شامل ہوا اور قتل کر دیا گیا تو میرے بیٹے کے قتل کے تم ذمہ دار ہو۔ آپ نے فرمایا:

لیتنی کنت مکان ابنك۔

---

[1] مقاتل الطالبین ذکر من خرج مع ابراہیم صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ بیروت

ترجمہ: اے کاش تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا (اور اہل بیت کی محبت میں مجھے قتل کیا جاتا)۔ [1]

حضرت امام اعظم کی والدہ امام جعفر صادق کے عقد میں آئیں

شیعوں کا بہت معروف محقق اور مورخ علامہ ابن شہر آشوب لکھتا ہے۔

ان ابا حنیفة من تلامذته و ان امه کانت فی حبالة الصادق علیه اسلام۔

ترجمہ: بے شک ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے (امام جعفر کے) تلامذہ میں سے تھے اور ان کی والدہ حضرت امام صادق کے حبالہ نکاح میں آئیں۔ [2]

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اہلِ بیتِ رسول سے عقیدت

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ مالکی کے بانی اور حدیث کے سب سے پہلی کتاب الموطاء کے مصنف بھی ہیں اہل بیت اطہار کے وفادار اور حب دار تھے۔ سیدنا امام اعظم اور آپ نے مل کر محمد بن عبداللہ نفس زکیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت وحمایت کا فتویٰ جاری کیا۔ آپ مدینہ شریف میں رہنے کی وجہ سے حضرت نفس زکیہ کے زیادہ قریب تھے (دیکھئے البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۸۹) چنانچہ خلیفہ منصور کے حکم سے جعفر بن سلیمان گورنر مدینہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو سخت سزا دی اور آپ کے جسم مبارک پر سو کوڑے برسائے گئے۔ آپ کے کندھوں سے بازو اتر گئے اور ساری زندگی کے لئے ہاتھ بیکار ہو گئے اس کے بعد بھی آپ نے اہل بیت رسول سے محبت کا رشتہ منقطع نہ کیا۔ تاہم لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها کے تحت آپ نے علانیہ حمایت اہل بیت کے بجائے خفیہ حمایت کا راستہ اپنایا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ حکومت وقت کے ساتھی بن گئے تھے۔ یہ بات قطعی غلط اور دل آزار ہے اگر آپ کے دل میں حکومت کی حمایت کے لئے کوئی نرم گوشہ ہوتا تو وہ اس وقت کیوں اثر انداز نہ ہوا جب آپ کے جسم نازنین پر سو کوڑے برسائے گئے اور بازو اتار دیئے گئے۔ پھر سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طبع مبارک میں حب رسول کے لیے تحمل مصائب کا حوصلہ اس قدر فراواں

---

[1] ناسخ التواریخ حالات امام حسین جلد دوم صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ تہران

[2] مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ قم

تھا کہ درس حدیث میں بچھو کاٹ لے تو بھی حرکت نہیں کرتے تھے کہ مبادا احترام حدیث میں فرق نہ آئے۔ جس کی محبت کی جولانی اس قدر ہو وہ سو کوڑے کھانے کے بعد آل محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسے دست کش ہو سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اور عقیدت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب جسے مسند احمد بن حنبل کہتے ہیں، میں سب سے پہلے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں جن میں سب سے زیادہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث ہیں جن کی تعداد نو سو سے متجاوز ہے اس کے بعد آپ نے "مسند اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا عنوان قائم کیا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے احادیث روایت کی ہیں۔ باقی تمام صحابہ کرام اور ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل بیت اطہار کے بعد رکھا ہے۔ مسند اہل بیت میں آپ نے سب سے پہلے سیدۃ النسآ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزھرا رضی اللہ عنہا سے احادیث نبویہ روایت فرمائی ہیں جن کی تعداد بارہ ہے، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ۸ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے دو احادیث روایت کی ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اور دوسرے بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے تیئس احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ اور آخر میں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ۱۲۴ احادیث لائے ہیں کیونکہ وہ بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مسند اہل بیت کے بعد آپ نے مسند بنی ہاشم کا عنوان قائم کر کے حضرت عباس، تمام بن عباس، عبید اللہ بن عباس اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث لائے ہیں جن کی مجموعی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے۔ اسکے بعد باقی صحابہ کرام کی مسانید کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل کی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ یعنی آپ کے دل میں اہل بیت اطہار کا احترام دیگر صحابہ کرام سے زیادہ تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت

آپ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں بہترین اشعار کہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلَ اللهِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللهِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ
کَفَا کُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اِنَّکُمْ
مَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَهٗ

ترجمہ: اے اہل بیت رسول ﷺ تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے جو اللہ نے قرآن میں نازل فرمائی۔
تمہاری بلند مرتبہ عزت وتوقیر کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز ہی نہیں۔ [1]

یعنی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اَلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی فرما کر اہل بیت کی محبت ضروری قرار دی اور جو شخص نماز میں خواہ وہ نفل ہو سنت ہو واجب ہو یا فرض اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد و علی آل محمد پڑھتے ہوئے آل رسول پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ حضرت امام شافعی ہی نے یہ بھی فرمایا ہے۔

قَالُوْ تَرَ فَّضْتَ قُلْتُ کَلاَّ
مَا الرِّفْضُ دِیْنِیْ وَلَا اِعْتِقَادِیْ

ترجمہ: لوگوں نے کہا اے شافعی تم رافضی ہو گئے ہو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں رافضیت نہ میرا دین ہے نہ اعتقاد مگر

اَنْ کَانَ رِفْضاً حُبِّ آلِ محمد
فَلْیَشْھَدِ الثقلانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

ترجمہ: اگر آل محمد سے محبت کا نام رافضیت ہے تو تمام جن وانس گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔ [2]

---

[1] سیرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

[2] الصواعق المحرقہ صفحہ ۳۳ مطبوعہ قاہرہ

حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اور حب آلِ نبی ﷺ

فلا تعدل باهل البیت خلقاً فاهل البیت هم اهل السیادة

ترجمہ: اہل بیت کے ساتھ کسی مخلوق کو ہمسر نہ کرو۔ کہ اہل بیت ہی اہل سیادت ہیں (سرداری والے ہیں)۔

فبغضهم من الانسان خسیس حقیقی و حبهم عبادة

ترجمہ: تو ان کا بغض انسان کے لئے واقعی بہت بری خصلت ہے جب کہ ان کی محبت عبادت ہے۔ [1]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور آل رسول ﷺ کی تعظیم

آپ فرماتے ہیں:

چگونہ عدم محبت اہل بیت برحق اہل سنت گمان برده شود کہ محبت ایں بزرگواں جزو ایمان است و سلامتی خاتمہ رابرآں محبت مربوط ساختہ اند.

ترجمہ: اہل سنت پر محبت اہل بیت نہ رکھنے کا گمان کیسے درست ہو سکتا ہے، کہ اہل سنت کے نزدیک تو یہ محبت جزو ایمان ہے اور وہ سلامتی خاتمہ کو اس محبت سے مشروط سمجھتے ہیں۔

آگے آپ فرماتے ہیں۔

محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است.. ندانستہ اند کہ درمیان افراط و تفریط حدے است وسط کہ مرکز حق است و مامن صدق کہ نصیب اہل سنت گشتہ است

ترجمہ: یعنی محبت اہل بیت تو اہل سنت کا سرمایہ حیات ہے لوگ یہ نہیں جانتے کہ افراط

---

[1] درالاصداف للامام الشعرانی الشیخ عبدالوھاب

وتفریط کے درمیان ایک حد اوسط ہے جوحق وصداقت کا معیار ہے اور وہ اہل سنت کے حصے میں آیا ہے۔[1]

شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی عقیدت

آپ نے بوستان سعدی میں یہ شہرہ آفاق اشعار کہے جو آج مسلمانوں میں زبان زد خاص و عام ہیں فرمایا:

الہی بحق بنی فاطمہ   کہ برقول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ورقبول   من و دست و دامانِ آل رسول

ترجمہ: اے خدا تجھے اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اے خدا اب تو میری دعا قبول فرمایئے یا نہ۔ بہر حال میرے ہاتھ میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن ہے۔[2]

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت اہل بیت

آپ نے شواھد النبوۃ کتاب لکھی ہی اس موضوع پر ہے کہ اہل بیت اطہار کا کیا مقام ہے۔ آپ نے اس میں بارہ آئمہ اہل بیت عظام میں سے ہر ایک کی عظمت وفضیلت پر علیحدہ باب قائم کیا ہے اور کرامات وفضائل بیان کیے ہیں اگرچہ اس کے اندر بارھویں امام مہدی کے متعلق لکھی گئی باتیں مولانا جامی پر اتہام ہیں۔ آپ کی کتب میں شیعوں نے یہ اضافہ کر ڈالا ہے اور اب شیعہ ہی اپنے کتب خانوں سے یہ کتاب خصوصاً امام مہدی سے متعلقہ یہ حصہ بکثرت چھاپ رہے ہیں۔ جس سے مسلک حق اہل سنت پر بڑا حرف آرہا ہے۔ میرے والد گرامی علیہ الرحمہ نے اس پر اپنی کتاب میزان الکتب میں گرفت فرمائی ہے حتی کہ بعض شیعہ مورخین نے ملا جامی کو شیعہ علماء میں شمار کرلیا۔ چنانچہ شیخ عباس قمی کی کتاب الاسماء والکنیٰ میں آپ کا شمار اس نے شیعہ علماء میں کر ڈالا ہے، اور کہا ہے کہ وہ تقیہ سے کام لیتے تھے اس لیے اہل سنت نے انہیں سنی شمار کرلیا۔ مگر یہ شیخ قمی کا اتہام ہے۔ آپ کی

---

1. مکتوبات شریف جلد دوم صفحہ ۳۶
2. بوستان سعدی مقدمہ صفحہ ۳

کتاب شواہد النبوت کے ابتدائی ابواب جن میں سیدنا صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے مناقب و فضائل تفصیلا بیان کیے گئے ہیں، اس بات کی اعلیٰ واقویٰ دلیل ہے کہ آپ اہل سنت و جماعت میں سے ہیں اور آپ کے متعلق عادلانہ رائے یہی ہے کہ آپ کی کتاب میں شیعوں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔اور والد گرامی علیہ الرحمہ نے بھی میزان الکتب میں آخری رائے یہی قائم فرمائی ہے کہ شواہد النبوۃ کا مسلک اہل سنت سے متصادم حصہ الحاقی ہے بہر حال یہ بات شک وشبہ سے بالا تر ہے کہ آپ کو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عقیدت تھی۔آپ فرماتے ہیں۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقا ہے کہ دروے بود قیل و قال محمد
بصدق وصفا ئے تو اں گشت جامی
غلام غلامانِ آل محمد[1]

---

[1] دیوانِ جامی

باب دوم

مناقب امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ

اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتماعی فضائل پر قرآن وحدیث کی نصوص کے بعد مناسب نظر آیا کہ ان اہل بیت کے انفرادی فضائل پر روشنی ڈالی جائے۔ تو یہ سلسلہ دامادِ رسول شوہر بتول فاتح خیبر، کعبہ کے گوہر فاطمہ کے شوہر علی حیدر شیر خدا تاجدارِ ہل اتی، مولائے کائنات سید السادات اسد اللہ الغالب غالب علی کل غالب، امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذکر خیر سے شروع کیا جارہا ہے رب العزت اسے راقم الحروف کے لئے ذریعہ نجات اور توشہ آخرت بنائے آمین۔

فصل اول

حیات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند نمایاں نقوش

آپ کی سیرت طیبہ اور مکمل سوانح حیات کے لئے راقم الحروف کی کتاب سیرت خلفاء راشدین کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں اس کا خلاصہ عرض کیا جارہا ہے۔

ولادت:

واقعہ فیل سے تیس برس بعد اور ظہور اسلام سے دس برس قبل بقول امام حاکم کعبہ شریف کے اندر ۱۳ رجب بروز جمعۃ المبارک آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے جنہوں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت فرمائی تھی۔ والد کا نام ابو طالب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کے ماں اور باپ دونوں کی طرف سے

سگے بھائی ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کی کفالت بھی انہیں کے سپرد رہی اور قریباً چوالیس برس انہوں نے رسول پاک ﷺ کی مدد اور حمایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

تربیت:

ابو طالب کثیر العیال تھے ظہور نبوت سے قبل مکہ میں قحط پڑا۔ ابو طالب کی سفید پوشی اور کثرت عیال کو دیکھ کر ان کے بیٹے جعفر کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور علی المرتضیٰ کو رسول کریم ﷺ نے اپنی کفالت میں لے لیا چنانچہ وہ آپ کی زیر کفالت و تربیت ہی رہے تا آنکہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن اتارا اور بطور نبی مبعوث فرمایا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ انہیں محبوب خدا سید الانبیاء ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھایا۔ سبحان اللہ کسی کی تربیت اس کے باپ نے کی، کسی کی تربیت اس کی ماں نے کی یا کسی دوسرے بزرگ نے کی، مگر مولا علی المرتضیٰ وہ ہیں جن کی تربیت خود رسول خدا ﷺ نے کی۔

قبول اسلام:

کثیر روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگرچہ بعض دیگر روایات کے مطابق ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بعض کے مطابق ابو بکر صدیق اور بعض کے مطابق حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہم) سب سے پہلے مسلمان ہیں تاہم امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تطبیق دیتے ہوئے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مردوں میں ابو بکر صدیق کو، بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ کو اور غلاموں میں حضرت زید (رضی اللہ عنہم) کو پہلا مسلمان قرار دیا ہے۔ اعلان نبوت کے بعد تین برس تک سلسلہ وحی منقطع رہا پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت اسلام دیں۔ تو رسول کریم ﷺ نے تمام بنو ہاشم کی دعوت طعام کی پھر انہیں دین کی دعوت دی تو سب نے انکار کیا مگر اکیلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر آپ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میرے وصی ہو۔

ہجرت:

نبی ﷺ نے نبوت کے تیرھویں سال مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تو حضرت علی سے فرمایا میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں انہیں ادا کر کے تم بھی میرے پیچھے چلے آنا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ سلا کر رات کو اپنے گھر سے خفیہ طور پر نکل گئے اور مدینہ طیبہ کا راستہ لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ امانتیں ادا کر کے چند خواتین اسلام کو ساتھ لے کر چند دن بعد رسول خدا ﷺ کے پیچھے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

عقد مواخات:

مدنہ طیبہ پہنچ کر رسول خدا ﷺ نے امیر اور غریب صحابہ کرام اور مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخات قائم کیا۔ آپس میں دو دو آدمیوں کو بھائی بھائی بنایا۔ مثلاً امیر حمزہ اور زید بن حارث کو بھائی بنایا وہ دونوں مہاجر تھے مگر امیر و غریب کا فرق تھا۔ اور عبدالرحمان بن عوف اور سعد بن ربیع کو بھائی بنایا۔ عبدالرحمان مہاجر تھے اور سعد انصار میں سے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ غم سے آبدیدہ ہو گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی میں نے تجھے اپنے لیے ہی چھوڑا تھا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

شادی:

ہجرت کے دوسرے برس جنگ بدر کے بعد آپ نے اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح قائم فرمایا۔ چنانچہ جنگ احد سے ایک ماہ بعد نصف رمضان ۳ھ میں آپ کے ہاں پہلے بیٹے امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور ۳ شعبان ۴ھ کو دوسرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ نے تولد فرمایا۔ چمنستانِ رسالت میں ان نواسوں کی صورت میں ایسے پھول مہکے کہ سید المرسلین ﷺ کو اپنی ساری نرینہ اولاد کے فوت ہونے کا غم بھول گیا۔

بدر و احد میں آپ رضی اللہ عنہ کا کردار:

۲ھ میں جنگ بدر ہوئی مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آغاز جنگ میں

ولید بن عتبہ آپ کے مقابل آیا آپ نے پلک جھپکنے میں اسے جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد عام حملے میں حضرت علی کی تلوار بجلی بن کر لشکر کفار پر گرتی رہی اور خرمن کفر کو خاکستر کرتی رہی کفار کے ۷۰ اہم لوگ مجموعی طور پر فنافی النار ہوئے جن کی ایک معقول تعداد حضرت علی کے ہاتھ سے جہنم پہنچی۔ ۳ ہجری میں احد میں معرکہ کفر و اسلام برپا ہوا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آغاز میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا پھر ان کی اپنی غلطی سے معاملہ بدل گیا کفار کا پلہ بھاری ہو گیا اس المیے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا نے بے مثال جوان مردی دکھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوب دفاع کیا ایک روایت میں ہے جبرائیل علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہا انھا لمواساۃ یہ واقعی بڑی وفا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہ منی و انا منہ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ مطلب یہ کہ وہ میرا مددگار ہے اور میں اس کا مددگار ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا وانا منکما اور میں آپ دونوں سے ہوں یعنی دونوں کا مددگار ہوں۔[1]

جنگ خندق:

۵ ھ غزوہ خندق ہوا جس میں لڑائی نہ ہوئی صرف ایک جگہ سے کفار نے خندق عبور کرنے کی کوشش کی، وہاں مسلمانوں کا ایک حفاظتی دستہ کھڑا تھا اس جگہ عرب کے مشہور شہزور اور شہسوار عمرو بن عبدود سے آپ کا مقابلہ ہوا پہلے اس نے وار کیا جو آپ کی ڈھال پر پڑا اور وہ پھٹ گئی اور آپ کے سر پر کچھ زخم آیا پھر آپ نے موقع دیئے بغیر اس کے سر اور کندھے کے عین درمیان وار کیا اور تلوار اس کے سینے تک اتر گئی اور اس کا لاشہ تڑپنے لگا اس کے قتل سے تمام مسلمانوں کے چہرے تمتما اٹھے دوبارہ کفار کو خندق عبور کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

غزوہ خیبر:

۷ ھ میں وقوع پذیر ہوا خیبر میں یہود کے پانچ قلعے تھے چار فتح ہو گئے آخری قلعہ قموص جو سب سے مضبوط تھا بچ گیا کئی دن لڑائی چلی مگر وہ فتح نہ ہوا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل میں اس کے ہاتھ جھنڈا دے کر لشکر بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اگلے دن ہر صحابی کی تمنا تھی کہ جھنڈا اسے ملے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی کہاں ہیں عرض کیا گیا

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۲۵

وہ بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا علی کو لاؤ تو انہیں لایا گیا آپ ﷺ نے انکی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں پھر وہ جھنڈا لے کر نکلے خیبر کے سب سے طاقتور اور جنگجو جواں مرد مرحب نے آپ کو للکارا اور کہا میں مرحب ہوں بہادر اور تجربہ کار، حضرت علی نے فرمایا: سنو میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں جنگل کے خوفناک شیر کی طرح ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ دشمن کو پہل کرنے دیتے تھے تاکہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے کہ اس نے وار ہی نہیں کیا، پھر اسے کوئی لمحہ دیئے بغیر اس کا کام تمام کر دیتے تھے مرحب نے وار کیا جو خطا گیا پھر آپ نے وار کیا جو عین سر میں لگا اس کا خود پھٹ گیا اور تلوار ذوالفقار اس کے سر کو چیرتی ہوئی داڑھوں میں جا پیوست ہوئی اللہ نے اس وقت دعا رسول ﷺ کے صدقے سے آپ کے ہاتھوں میں وہ روحانی قوت اور طاقت بھری کہ آپ نے قلعے کے دروازے کو پکڑ کر جھنوڑا تو وہ کھل گیا اور اسلامی فوج اس میں فاتحانہ داخل ہوگئی۔ اور یوں پورے خیبر پہ علم اسلام لہرانے لگا

خیبر میں آپ کے لئے سورج کا لوٹایا جانا:

خیبر سے واپسی پر مقام صہباء میں رسول خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی رسول کریم ﷺ پڑھ چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نہ اٹھے تا آنکہ نماز عصر فوت ہوگئی۔ بیدار ہونے پر پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ تم نے نماز عصر پڑھ لی۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو لوٹا دے تاکہ وہ نماز پڑھ سکے۔ سیدہ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں میں نے سورج کو ڈوبتے ہوئے خود دیکھا پھر دیکھا کہ اس کی روشنی نکل آئی اور پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی۔ امام طحاوی نے اسے مشکل الحدیث میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے کہ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ دوشِ نبی ﷺ پر:

۸ ھ میں فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے گرد لگے بت توڑ گئے کچھ بت دیوار کعبہ میں بہت بلند

---

[1] مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۸

نصب کئے گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہوں اور انکو گرائیں۔ فرمایا: علی تم بار نبوت نہیں اٹھا سکتے۔ تم میرے کندھوں پر چڑھو اور انہیں گراؤ۔ تو وہ دوشِ رسالت مآب پر چڑھے اور بت گرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ تم اس وقت خود کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری آنکھوں سے سارے حجابات اُٹھ گئے ہیں اور میرا سر ساق عرش سے جالگا ہے۔ [1]

غزوہ تبوک اور مولا علی رضی اللہ عنہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹ ھ میں تبوک کو تشریف لے گئے منافقین حیلوں بہانوں سے ساتھ نہ گئے اور مدینہ شریف ہی میں رہ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ شہر مدینہ طیبہ میں ٹھہرایا تاکہ منافقین پر نظر رکھیں۔ یہ پہلی بار تھی کہ وہ کسی غزوہ سے رہ رہے تھے تو رو پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی آج میرے ساتھ تمہارا مقام ایسا ہے جیسے حضرت ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ صرف یہ کہ حضرت ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یہ حدیث تقریباً تمام کتب صحاح ستہ میں ملتی ہے) یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون کو اپنی جگہ ٹھہرایا تھا میں تمہیں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں:

حجتہ الوداع سے چند ماہ قبل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو دعوت اسلام دیں وہ گئے مگر لوگ نہ مانے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ آپ نے ایسے موثر انداز میں دعوت اسلام دی کہ سارا یمن اسلام لے آیا۔ قیام یمن کے دوران بعض صحابہ کرام کو جو یمن گئے ہوئے تھے بعض امور پر حضرت علی سے اختلاف رائے ہوا انہوں نے آکر بارگاہِ رسالت میں ان امور کی شکایت کی آپ نے فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ سے نفرت مت رکھو البتہ اگر محبت رکھتے ہو تو مزید محبت کرو جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

---

[1] مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۷۰

اعلانِ غدیر خم:

حجۃ الوداع کے اختتام پر نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ایک جگہ آپ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا جسے غدیر خم کہتے ہیں۔وہاں تک وہ سارے لوگ جو یمن سے حج کرنے آئے تھے۔نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔نبی کریم ﷺ نے چاہا کہ ان تمام لوگوں کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے جا شکائتیں رکھتے تھے۔خواہ وہ یمن سے تھے یا مدینہ طیبہ سے یمن گئے ہوئے تھے،سمجھایا جائے۔آپ نے کجاوے ایک دوسرے پر کھڑے کر کے بلند جگہ بنوائی پھر اس پہ کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ جس شخص کا میں محبوب ہوں اس کے لیے علی بھی محبوب ہے اے اللہ جو رضی اللہ عنہ علی کو محبوب رکھے (دوست رکھے) تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔[1]

حضرت علی اور تغسیل نبی ﷺ:

حجۃ الوداع سے واپس ہو کر نبی ﷺ اڑھائی ماہ کے قریب دنیا میں رہے پھر ۱۱ ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر بارہ بجے دن کے قریب آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔چونکہ آپ کو غسل دینا گھر والوں کا کام تھا۔چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم،فضل بن عباس،مختم بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ پر حکمت کا دروازہ کیسے کھلا تو فرمایا وقت غسل نبی ﷺ میں نے آپ کی آنکھوں اور ناخنوں پہ لگا پانی چوس لیا تھا۔

خلافتِ صدیق اور بیعت علی:

جب رسول خدا ﷺ کے وصال پر ساری ملت اسلامیہ نے متفقہ طور پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ملت کا ساتھ دیا اور بیعت کی،نہ صرف بیعت کی بلکہ دل و جان سے ان کا تعاون کیا۔خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحرا ابن ابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر جو طویل گفتگو فرمائی اس کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ فرمایا:

---

[1] ترمذی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ

فتولیٰ ابوبکر تلك الا مور فیسر و سدد وقارب واقتصد فصحبت مناصحاً واطعته فیها اطاع الله۔

ترجمہ: تو وصال نبوی کے بعد ابو بکر ان امور مملکت کے متولی بنے (زمام خلافت سنبھالی) تو امت کے لئے آسانی پیدا کی۔ سیدھی راہ اختیار کی۔ حق کے قریب رہے اور میانہ روی کا طرز اپنایا۔ تو میں ان کا ایک خیر خواہ ساتھی بن گیا اور جن امور میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے تھے میں انکی اطاعت کرتا تھا۔ [1]

اب ناسخ التواریخ کا مصنف مرزا محمد تقی کٹر شیعہ ہے، وہ حضرت علی المرتضیٰ کا یہ قول نقل کر رہا ہے کہ میں ابو بکر صدیق کا خیر خواہ ساتھی بن گیا اور ان کی اطاعت کرتا رہا، اب تو شیعوں کو حق بات قبول کرنی چاہیے

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ امت کے ساتھ ساتھ چلے چونکہ تمام صحابہ کرام پر واضح تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر معاملہ میں صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو ساری امت پہ مقدم رکھا لہذا امت نے بھی انہیں مقدم رکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ دل و جان سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھی و مددگار رہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراقی محاذِ جنگ پر خود جانا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور فرمایا اگر خلیفۃ المسلمین کو خدانخواستہ جنگ میں کچھ ہوگیا تو ساری ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ (نہج البلاغہ) اسی دوران حضرت علی رضی علی عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کی سگی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

پھر خلافت عثمانی قائم ہوئی۔ عمر فاروق نے وقتِ شہادت چھ رکنی کمیٹی بنائی۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تاکہ وہ ان کے بعد آپس مین کسی کو خلیفہ بنالیں ان چھ افراد نے جو سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے متفقہ طور پر حضرت عثمان غنی کو زمام خلافت سپرد کی اور مولائے مسلمین شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافتِ عثمانی میں بھی مشیر و معاون رہے اور جب بلوائیوں نے خلیفہ اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی کو نہ صرف پانی پہنچایا بلکہ حتی المقدور

---

[1] کتاب الفارات جلد اول صفحہ ۳۰۷ ناسخ التواریخ حالاتِ حضرت علی جلد اول صفحہ ۳۹

حفاظت کی۔ اپنے بیٹوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو حفاظت پر مامور کیا اس کے باوجود جب انکی شہادت واقع ہوگئی تو آپ نے اپنے بیٹوں کی سخت سرزنش کی اور ہاتھ بھی اٹھایا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت مظلومانہ کے بعد مہاجرین وانصار کی غالب ترین اکثریت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کر کے مسندِ خلافت پر بٹھایا۔ جب کہ آپ فرماتے رہے کہ مجھے مجبور نہ کرو تم جس کو خلیفہ بناؤ گے میں تم سب سے بڑھ کر اس کی اطاعت کروں گا۔ اس بارہ میں نہج البلاغہ میں آپ کے مفصل خطبے تحریر شدہ ہیں۔ [1]

قیامِ خلافت کے بعد حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما ودیگر صحابہ کرام نے آپ سے گزارش کی کہ قاتلانِ عثمانِ غنی سے قصاص لینا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر ابھی ان لوگوں کو بہت قوت حاصل ہے۔ چند دن انتظار کر لیں بدقسمتی سے قاتلانِ عثمان کو دن بدن قوت حاصل ہوتی گئی۔ جوں جوں ان سے قصاص لینے میں تاخیر ہوئی اس سے عالم سلام میں بے چینی بڑھتی گئی چنانچہ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کی بڑی تعداد جمع ہوئی سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی حج کے لیے موجود تھیں۔ طے پایا کہ بصرہ کا رخ کیا جائے اور وہاں موجود قاتلانِ عثمان کے گروہ کو پکڑا جائے اور تہہ تیغ کیا جائے اور وہاں سے قوت حاصل کر کے مدینہ طیبہ کا رخ کیا جائے اور وہاں موجود قاتلانِ عثمان غنی کا قلع قمع کیا جائے۔

جنگ جمل:

چنانچہ ایک ہزار کا لشکر حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں مکہ سے بصرہ روانہ ہوا، بصرہ سے باہر لڑائی ہوئی۔ قاتلانِ عثمان جن جن قبائل سے تعلق رکھتے تھے وہ سب مقابلے میں آکھڑے ہوئے گھمسان کی جنگ ہوئی نو سو افراد قتل ہو گئے جن میں ستر وہ بلوائی بھی تھے جو قتل عثمان غنی میں شریک ومعاون تھے، مکی لشکر کو بصرہ پر کنٹرول حاصل ہوگیا۔ حضرت علی نے بصرہ کے یہ حالات دیکھے تو آخر ربیع الثانی ۳۲ھ میں حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے مدینہ سے کوفہ اور وہاں سے بصرہ کے لیے

---

[1] دیکھئے نہج ۱۱ صفحہ ۱۳۲ خطبہ ۹۲ مطبوعہ بیروت

روانہ ہوئے۔ مکی لشکر کا مقصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج یا آپ کی حکومت کا خاتمہ ہرگز نہیں تھا وہ صرف قاتلانِ عثمان کی کمر توڑنا چاہتے تھے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ ان قاتلوں کے قبائل سارے عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر یونہی شرعی شواہد کے بغیر ان کو قتل کیا گیا یا ان سے قتال کیا گیا تو ایسی خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گا کہ پوری مملکت اسلامیہ نارِ فتنہ میں ڈوب جائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آگ پر قابو پانے کو بصرہ پہنچے، مکی لشکر سے گفتگو ہوئی دونوں لشکر صلح پر آمادہ ہو گئے اور طے پایا کہ فی الحال قاتلانِ عثمان سے قتال نہ کیا جائے جب حالات پر سکون ہو جائیں تو پھر انہیں پکڑا جائے۔ مگر رات کو قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے اہم لوگوں کی میٹنگ ہوئی جس میں اشتر نخعی اور عبداللہ بن سباء جیسے مفسدین بھی شامل تھے۔

بظاہر یہ لوگ لشکرِ علی میں گھسے ہوئے تھے۔ انہوں نے طے کیا کہ اگر لشکر علی رضی اللہ عنہ اور مکی لشکر میں پائیدار صلح ہو گئی تو اس کا نتیجہ ہمارے خون کی صورت میں نکلے گا ان لوگوں نے صبح ہونے سے قبل ہی اندھیرے میں مکی لشکر پر حملہ کر دیا کئی لوگ قتل ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح سے انحراف کرتے ہوئے ہم پر حملہ کر دیا ہے چنانچہ وہ بھی لڑ پڑے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چیخ و پکار سنی تو پوچھا کہ کیا ہوا کچھ نے کہا مکی لشکر (جواب بصری لشکر کہلاتا تھا کیونکہ بصرہ پر ان کا کنٹرول ہو چکا تھا) نے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ سمجھے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پکارتے رہ گئے کہ باز آجاؤ باز آجاؤ مت لڑو مگر آپ کی آواز شور میں دب گئی آپ نے یہ بھی فرمایا اے کاش میں آج سے بیس برس پہلے فوت ہو گیا ہوتا دورانِ جنگ انہی قاتلانِ عثمان نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں گھسے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ کو جو عشرہ مبشرہ صحابہ کرام سے تھے شہید کر دیا حالانکہ وہ اس وقت جنگ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صداقت واضح ہو گئی تھی۔ اس جنگ میں دس ہزار افراد قتل ہوئے۔ پانچ ہزار لشکر علی رضی اللہ عنہ میں سے اور پانچ ہزار بصری لشکر میں سے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیونکہ آپ کے نزدیک وہ سب اہل بخشش اور اہل اسلام تھے۔

جنگ صفین:

جنگ جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا انہیں بیعت کا حکم دیا۔ انہوں نے جواب دیا آپ پہلے ان قاتلانِ عثمان سے قصاص لیں جو آپ کے لشکر میں گھسے ہوئے ہیں تو سرزمین شام سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا پہلا شخص میں معاویہ ہونگا۔ جب پیغامبر نے حضرت علی کو یہ پیغام دیا تو آپ کے لشکر میں سے ایک خلق کثیر تلواریں لہراتی ہوئے سامنے آ گئی اور کہنے لگے ہم ہیں قاتلانِ عثمان جس کا جی چاہے ہم سے لڑے۔ [1]

اس کے بعد لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا وقفے وقفے سے لڑائی ہوتی رہی جو قریباً چھ ماہ تک چلتی رہی نوے ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ مسلمان قتل ہو گئے۔ بالآخر علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اور امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص کو حکم (فیصلہ کرنے والا) مانا گیا کہ جو فیصلہ کریں گے وہ دونوں فریق تسلیم کر لیں گے۔ ان دونوں فریقوں نے خفیہ میٹنگ میں طے کیا کہ فی الحال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور کسی تیسرے شخص کو خلافت دی جائے۔ جس کا انتخاب بعد میں کیا جائے گا۔ ابو موسیٰ اشعری نے مجمع عام میں آ کر کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں۔ عمرو بن العاص کے دل میں فوراً نہ جانے کیا بات آئی کہ اعلان کر دیا کہ موسیٰ اشعری نے اپنے ساتھی (حضرت علی) کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں اور اپنے ساتھی (امیر معاویہ) کو اپنے عہدے پر برقرار رکھتا ہوں۔ یہ سنتے ہی شور بپا ہو گیا۔ اور لوگ ایک دوسرے پر لعن طعن کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تاہم جو جنگ ایک دفعہ بند ہو گئی تھی وہ پھر نہ چھڑ سکی۔ اس طرح حجاز و کوفہ و بصرہ پر حضرت علی کی حکومت پکی ہو گئی اور حدود شام میں حضرت امیر معایہ کی۔ اور بعد میں حضرت علی کے وصال کے بعد امام حسن نے جب امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو دوبارہ ساری امت مسلمہ ایک جھنڈے کے نیچے آ گئی۔

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر اپنا موقف اس لیے تبدیل کیا کہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ مصر سن طاعت ۱۹۸۸ء

اگر مجوزہ فیصلے کے مطابق حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کر دیا گیا جب کہ تیسرے آدمی کا بطور خلیفہ ابھی تعین نہیں ہوا تو دنیا کے ایک بڑے خطے پر پھیلی ہوئی وسیع و عریض سلطنت اسلامیہ ایک عرصے تک کسی حاکم اور خلیفہ کے بغیر لٹکی رہے گی اور عین ممکن ہے کہ طوائف الملوکی کا ایسا خوفناک طوفان آئے کہ ہر علاقہ میں علیحدہ علیحدہ خلیفے کھڑے ہو جائیں اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے اس لئے انہوں نے فوری طور پر اپنا موقف تبدیل کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاص صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اور سب صحابہ کے لیے قرآن میں وعدۂ بخشش ہے، اس لیے ہم کسی صحابی کے بارہ میں بری رائے نہیں قائم کر سکتے۔

خوارج کا ظہور:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی کے بعد کوفہ کا رخ کیا۔ وہاں پر آپ کے لشکر میں ایک نیا گروہ پیدا ہو گیا وہ سمجھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ دونوں نے یہ بات قبول کر کے کہ دو آدمی حکم بن جائیں اور فریقین میں حکم نافذ کریں، کفر کیا ہے۔ کیونکہ حکم نافذ کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ وہ یہ آیات پڑھتے تھے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ۔ ان کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے انکو سمجھایا جب نہ سمجھے تو مقام نہروان پر ان کی جنگ ہوئی۔ اکثر ان میں سے باز آگئے۔ باقی سب کے سب قتل ہو گئے۔ ایک بھی زندہ نہ بچا۔ قتل ہونے والوں کی تعداد چار ہزار سے زائد تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے صرف سات آدمی کام آئے یہ ۳۸ھ کی بات ہے۔

آپ کی شہادت:

خوارج میں سے چند آدمی جو جنگ نہروان میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ ان میں سے عبدالرحمان بن ملجم نے قتل خوارج کا بدلہ لینے کے لیے سترہ رمضان المبارک ۴۱ھ کو جامع مسجد کوفہ میں بوقت سحر حضرت علی رضی اللہ عنہ پہ اچانک وار کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی کن پٹی پر لگا جس سے خون کا فوارہ اُبل پڑا اور داڑھی خون سے تر ہو گئی اور آپ کچھ دیر زندہ رہ کر سترہ رمضان المبارک ہی کو واصل بحق ہو

گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات زندگی کے بعد میں آپ کے فضائل ومناقب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وقت کی قلت کے سبب میں نے یہاں سہل پسندی سے کام لیا ہے، میں نے اپنی کتاب سیرت خلفاء راشدین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد آیات واحادیث اور آپ کے اخلاق حمیدہ کا کچھ ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اسی کو یہاں درج کر رہا ہوں کیونکہ محسوس ہوا کہ انہیں آیات واحادیث کو پیش نظر کتاب میں بھی آپ کے فضائل میں دوبارہ لکھنا ہوگا۔ تو از سر نو انہیں لکھنا ضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی یہ دونوں کتابیں پڑھے اور اسے تکرار محسوس ہو۔

فصل دوم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل

آپ کے فضائل و محامد سے کتب اہل سنت بھری پڑی ہیں پیچھے آپ کے حالات میں وہ حصہ جو دور نبوی میں آپکے کردار سے تعلق رکھتا ہے آپ نے پڑھ لیا ہو گا اس میں آپ کے متعلق رسول کریم ﷺ کے ارشادات جا بجا پھیلے ہوئے ہیں جو آپکی عظمت و رفعت پر دلیل قاہر و حجت قاہرہ ہیں۔ ہم اس فصل میں اشارتاً چند فضائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپکے حق میں اترنے والی آیات قرآن

پہلی آیت:

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿۲۱۴﴾

ترجمہ: اور آپ اپنے قریب تر رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیں۔ [1]

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے اپنے خاندان کو جمع کیا۔ تیس آدمی جمع ہوئے انہوں نے کھایا اور پیا پھر آپ نے ان سے فرمایا میری طرف سے میرا قرض اپنے ذمہ کون لیتا ہے، کون میرے وعدے پورے کرتا ہے اور وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا اور وہ اہل و عیال میں میرا نائب ہو گا تو میں نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ [2]

اس مضمون کی کثیر احادیث کتب حدیث و سیرت میں موجود ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے ایسی متعدد احادیث ظہور اسلام کے تذکرہ میں بیان کی ہیں۔ ان سب کا مستفاد یہ ہے کہ اس آیت وانذر عشیرتك الاقربین پر عمل کرتے ہوئے جس شخص نے رسول کریم ﷺ کے قریب ترین رشتہ

---

[1] سورۃ شعراء پارہ ۱۹

[2] مجمع الزوائد

میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

دوسری آیت

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور سبقت لے جانے والے پہلے لوگ یعنی مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص سے انکی پیروی کی خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے۔ اللہ نے انکے لیے جنت کے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ [1]

یہ آیت بلاشبہ ان لوگوں پر صادق آتی ہے جو ظہور اسلام کے بہت ابتدائی دور میں داخل اسلام ہوئے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ بھی السابقون الاولون میں شامل ہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہیں اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان بہرحال آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں جیسے کہ پیچھے گزر چکا۔

تیسری آیت:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: تو اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ (عیسائیوں سے) فرمادیں کہ ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں تم اپنے بیٹے لاؤ۔ ہم اپنی عورتیں لاتے ہیں تم اپنی عورتیں لاؤ۔ ہم خود آتے ہیں تم بھی خود آجاؤ۔ پھر اللہ سے دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت

---

[1] سورہ توبہ پارہ ۱۱ رکوع ۲

کرتے ہیں ۔ ؎۱

اس آیت کے نزول کے متعلق ذخیرہ حدیث میں احادیث و روایات کا انبار موجود ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نجران کے عیسائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے توحید خداوندی پر بحث کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دلائل و براہین سے توحید پر روشنی ڈالی مگر وہ نہ مانے۔ تب اللہ نے مذکورہ آیت اتاری کہ اگر یہ لوگ دلائل سے نہیں مانتے تو آئیں مباہلہ کرلیں پھر جو جھوٹا ہوگا اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوگی۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا خاتون جنت اور اپنے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر اور بعض روایات کے مطابق اپنی بعض ازواج مطہرات کو بھی لے کر نکلے۔ ادھر سے عیسائی بھی نکلے۔ مگر اس نورانی قافلے کو دیکھ کر واپس پلٹ گئے اور کہنے لگے۔ واللہ انا لنریٰ وجوھا لودعوا اللہ ان یزیل ھذا الجبل عن موضعہ لازالہ۔ یعنی خدا کی قسم ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر وہ خدا سے دعا کردیں کہ اس پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹادے تو وہ ہٹادے گا۔ اس طرح عیسائی میدان سے بھاگ گئے اور حق کو فتح حاصل ہوئی۔

اس آیت میں تین الفاظ ہیں ابنائنا نسائنا اور انفسنا یعنی ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور خود اپنے آپ کو لے کر آئے ہیں۔ چنانچہ ابنائنا کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے کیونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں تھا۔ یہ ۹ ھ کی بات ہے نسائنا کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ایک روایت کے مطابق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کو لے کر آئے۔ باقی بیٹیوں کو اس لئے نہ لے جاسکے کہ وہ اس سے قبل فوت ہوگئی تھی۔ پیچھے تفصیل گزر گئی ہے۔ جب کہ آخری لفظ و انفسنا کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو لے کر آئے، اور یہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا اعزاز و امتیاز اور عظیم خصوصیت و فضیلت ہے۔ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہتے تو دیگر صحابہ کرام سیدنا صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم وغیرہ کو بھی لیجا سکتے تھے کیونکہ وہ بھی سسر یا داماد کا تعلق رکھتے تھے مگر یہ ایسا موقع تھا کہ رشتے میں

؎۱ سورہ آل عمران پارہ ۳

قریب ترین افراد کو لیجانا مقصود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے قریب ترین رشتہ رکھتے تھے۔

چوتھی آیت:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝٥ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝٦ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝٧ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝٨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩ [1]

ترجمہ: بے شک جنت میں نیک لوگ ایسے جام سے پیئں گے جس کا پانی کافور سے ملا ہو گا۔ وہ ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پیئں گے اور اسے جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے وہ (دنیا میں) اپنی نذریں پوری کرتے اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شر پھیلی ہوئی ہے وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم اس کا تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حوالہ جات سے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں بچے بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین روزوں کی نذر مانی اللہ نے انہیں صحت دی تو روزہ رکھنے کی نذر پوری کرنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری وافطاری کے لیے ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے تینوں دن ایک ایک صاع بوقت افطاری پکایا اور روٹیاں سامنے رکھی تھیں کہ پہلے دن کسی نے باہر سے آواز لگائی میں یتیم ہوں انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ دوسرے دن افطار کے وقت پھر کوئی پکارا میں مسکین ہوں۔ انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا اور تیسرے دن کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا کہ میں قیدی ہوں آج ہی رہا ہوا ہوں مجھے کھانا چاہیے انہوں نے وہ کھانا اسے پکڑا دیا۔ [2]

---

[1] سورہ دھر پارہ ۲۹ رکوع ۱۹

[2] درمنشور فی التفسیر بالماثور

پانچویں آیت:

اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىكُمۡ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ وَاَطۡهَرُ ؕ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىكُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمۡ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیۡرٌ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والوں جب تم رسول ﷺ سے کوئی آہستہ بات کرنا چاہو تو اپنی گزارش سے قبل کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ پھر اگر تمہیں صدقہ میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔ کیا تم (اپنی غربت کے سبب) اس سے ڈرے کہ اپنی عرض سے قبل صدقہ پیش کرو؟ تو جب تم نے ایسا نہ کیا اور اللہ نے بھی اسے معاف کر دیا (منسوخ کر دیا) تو نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ [1]

اس آیت مبارکہ کا نزول اس لیے ہوا کہ جب مالدار لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض و معروض کا سلسلہ لمبا کیا تو فقراء کو دقت محسوس ہوئی اللہ نے عرض سے قبل صدقہ کرنے کا حکم فرمادیا۔ اس حکم پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرنے کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے اور سوالات پوچھے ابھی وہ وہاں سے اٹھے نہ تھے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ (عامہ کتب تفسیر)

گویا قرآن میں یہ وہ آیت ہے جس پر عمل کرنے والے صرف حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔

آپ کے فضائل میں احادیث رسول کریم ﷺ

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت میں اس قدر رطب و یابس ملایا گیا ہے کہ الامان جس طرح انبیاء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختلف فرقوں نے محل نزاع بنایا ہے صحابہ کرام میں

---

[1] سورہ مجادلہ پارہ ۲۸ رکوع ۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات مختلف فرقوں میں محل نزاع و اختلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں نے خدا و ابن اللہ قرار دیا جب کہ یہود آپ کو گالیاں دینے پر اتر آئے (معاذ اللہ) ایسے ہی رافضیوں شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب انبیاء سے افضل بنایا اور مرتبہ خدائی تک پہنچایا اور آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جھوٹی حدیثوں کے طومار کھڑے کر دیئے جن میں سے بعض کسی نہ کسی ذریعے سے کتب اہل سنت میں بھی پہنچ گئیں۔ جب کہ خارجیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیا۔ اور آج بھی خارجی ذہن کے کچھ لوگ موجود ہیں جو اہل بیت اطہار خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور انہیں آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سننا گوارا نہیں۔

بہر حال آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جہاں من گھڑت روایات کی کثرت ہے وہاں الحمدللہ صحیح احادیث کی بھی کمی نہیں وہ بھی کثیر ہیں۔ بعض مخلصین و محققین نے اس سلسلے کی موضوع روایات اور صحیح احادیث میں تفریق کی کوشش بھی کی ہے اور بعض اکابر اہل سنت کی چشم پوشیوں کی نشان دہی کی ہے جس کے سبب کتب اہل سنت کے ذخیرہ حدیث میں شان علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایسی روایات بھی در آئی ہیں جو عقائد اسلامیہ کو متزلزل کر دیتی ہیں یہ ایک مبارک اور قابل تعریف کوشش ہے

مگر ماحول اتنا کشیدہ ہو گیا ہے کہ ان محققین کو بھی خارجی قرار دیا گیا۔ میرے والد گرامی محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میزان الکتب کے نام سے کتاب لکھی ہے، جس میں آپ نے پہلے تو ان کتابوں کی نشان دہی کی ہے جو شیعوں نے لکھ کر بڑی چالاکی سے انہیں اہلسنت کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ان میں شان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عنوان سے ایسی موضوع احادیث درج ہیں جو سراسر قرآن و سنت اور عقائد اسلامیہ کے خلاف ہیں اور آج وہ ان سے استدلال کر کے عوام اہل سنت کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ دیکھو کتب اہل سنت میں یہ لکھا ہے حالانکہ وہ شیعوں کی اپنی لکھی ہوئی کتب ہیں، جیسے ینابیع المودہ، فرائد السمطین، کفایۃ الطالب و دیگر۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی نشان دہی فرمائی ہے۔

دوسرے نمبر پر والد گرامی رحمتہ اللہ علیہ نے بعض اکابر اہل سنت کی چشم پوشی اور اغماض پر بھی ہاتھ رکھا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس اغماض کو قدیم علماء فن رجال نے بھی محسوس کیا تھا۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی اور ابتدائی کوشش ہے اور بڑے درد دل اور جذبہ اخلاص و اصلاح کے ساتھ لکھی گئی

ہے۔ اسے جہاں اہل تحقیق کے ہاں پذیرائی ملی وہاں ناقدین نے اسے خروج پر محمول کیا۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿۵۳﴾ [1]

بہرحال بات دور نکل گئی فضیلت مولائے کائنات ابو السادات فاتح خیبر علی حیدر رضی اللہ عنہ میں ہم سردست دس احادیث جو وضع وضعف کے نقائص سے پاک ہیں پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین! ان میں اکثر احادیث پیچھے اپنے مواقع پر گزر چکی ہیں۔

پہلی حدیث:

''اے علی رضی اللہ عنہ تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ میں بھائی بندی بنائی۔ بعض کو بعض کا بھائی قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ کی آنکھوں سے آنسو برس رہے تھے۔ عرض کیا یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ میں مواخات کی، انہیں آپس میں بھائی بھائی بنایا مگر میرے ساتھ کسی کی بھائی بندی نہیں کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ترجمہ: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ [2]

مطلب یہ کہ مواخات جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس لیے قائم ہوئی تھی کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی حالت کمزور تھی اور نئے شہر میں آباد کاری کے لئے انہیں باہم ایک دوسرے کا سہارا بننے کی ضرورت تھی ایسے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو انصار اور غرباء کو امراء کا بھائی قرار دیا تاکہ مہاجرین کو دار ہجرت میں گھر بسانے کے لیے انصار کی مدد ملے غرباء کو معاملات دنیا میں امراء سے تعاون حاصل ہو۔ اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کسی صحابی کو بطور بھائی نہ چنا تو انہوں نے پریشانی محسوس کی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے علی تم تو پہلے ہی میرے بھائی ہو۔ یعنی میں بچپن ہی سے تمہاری کفالت کرتا رہا ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی

---

[1] سورۃ مومنین۔

[2] ترمذی شریف کتاب المناقب، مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

دوسرے شخص کی ضرورت ہی نہیں تم دنیا میں نسبی وخونی تعلق کی بنیاد پر میرے بھائی ہو اور آخرت میں ایمانی رشتے کی بنا پر میرے بھائی ہو گے اور جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔

دوسری حدیث: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر میں اپنا پرچم دیا

پیچھے خیبر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دینا اور ان کے ہاتھوں پر قلعہ عموس کا فتح ہونا ذکر کیا گیا ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبَّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

یعنی کل میں اس مرد کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ بہت ایمان افروز ہیں۔ یہ اس آیت کا مصداق ہیں يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ خدا ان سے محبت رکھتا ہے وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں [1]۔ یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اکثر وبیشتر جنگوں میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا بلکہ اکثر اوقات سارے لشکر کا جھنڈا بھی آپ کے ہاتھ میں دیا جاتا تھا اس موقع پر یہ حدیث نبوی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (من یحمل رائیتك یوم القبامه) روز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ومن عسیٰ ان یحملها یوم القیماته الامن یحملها فی الدنیا علی بن ابی طالب

ترجمہ: جو میرا جھنڈا دنیا میں اٹھاتا ہے آخرت میں بھی اس کے سوا کون اٹھائے گا یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [2]

تیسری حدیث، حلتِ جنابت فی المسجد النبوی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی المسجد غیری و غیرك اے علی رضی اللہ عنہ

---

1 سورہ مائدہ، ۵۴۔

2 البدایہ والنہایہ

میرے اور تیرے سوا کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ مسجد میں جنابت دار ہو۔ علی بن منذر راوی حدیث کہتے ہیں میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا اس حدیث کا کیا مطلب ہے انہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ اے علی میرے اور تیرے سوا کسی کے لئے حالت جنابت میں مسجد میں سے گزرنا حلال نہیں ہے۔ [1]

چونکہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مسجد نبوی سے متصل حجرے میں قیام پذیر تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کے حجرے مسجد نبوی سے متصل تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو بھی اکثر و بیشتر اوقات مسجد میں آنا پڑتا تھا اور بعض اوقات آدمی پر جنابت طاری ہوتی ہے۔ اور وہ مسجد میں شرعاً داخل نہیں ہوسکتا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشکل کے باعث مذکورہ ارشاد فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے یا اپنے عند اللہ مقام محبوبیت و رسالت کے حوالے سے حاصل خصوصی اختیار کے تحت فرمایا کہ صرف میرے اور علی کے لئے جنابت کے ساتھ مسجد میں سے گزرنا حلال ہے اور کسی کے لئے حلال نہیں۔ اسی لئے ابن عساکر نے ایک حدیث میں اس مضمون کی بھی روایت کی ہے کہ کسی صاحب جنابت اور حیض والی عورت کا مسجد میں آنا جائز نہیں ہے۔ تاہم علامہ ابن کثیر نے اسے حدیث ضعیف قرار دیا ہے گویا اگر یہ حدیث بھی درجہ صحت پر ثابت ہو جائے تو اس کا مفہوم اور سبب بھی وہی ہوگا۔ جو ہم نے ذکر کیا کہ ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مسجد میں قدم رکھنا پڑتا ہوگا۔

اس حدیث مبارک سے بھی رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ کا خصوصی قرب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ان کے لئے شریعت کے اس کلی حکم میں ترمیم کی گئی جو پوری امت پر یکساں نافذ ہے۔

چوتھی حدیث، تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا با علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اس شادی کے حوالے سے پچھلے احادیث گزر چکی ہیں اور صحابہ کرام کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تین ایسی خصلتیں ملی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میرے

---

[1] ترمذی شریف

پاس ہوتی تو وہ میرے لئے بڑی بڑی نعمتوں سے بڑھ کر تھی۔آپ سے پوچھا گیا امیر المومنین وہ کون سی خصلتیں ہیں؟ فرمایا علی کی فاطمہ بنت رسول ﷺ سے شادی۔ مسجد میں ان کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہرنا (حالتِ جنابت میں گزرنا) اور روز خیبر ان کو علم رسول یعنی جھنڈا حاصل ہونا۔ [1]

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے وقت میں کہتے تھے کہ خیر الناس ابو بکر ثم عمر یعنی امت میں سے بہترین ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کو وہ تین عظمتیں ملی ہیں اگر میرے پاس ہوتیں تو وہ سب نعمتوں سے بڑھ کر تھیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہی تین چیزیں بیان فرمائیں۔ [2]

نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہ رضی اللہ عنہا؟ فرمایا:

هي احب الي و انت اعز علي منها۔

ترجمہ: فاطمہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ معزز ہو۔ [3]

پانچویں حدیث، تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں اپنا نائب بنایا تو وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ (اتخلفني في النساء) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اما ترضىٰ ان تكون مني بمنزلة هارون من موسىٰ غير انه لا نبي بعدي

ترجمہ: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری حیثیت میرے ساتھ ایسی ہو جیسی ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ [4]

---

[1] مسند ابو یعلی

[2] مسند احمد

[3] البدایہ والنہایہ

[4] مسلم شریف جلد دوم

اسی طرح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غزوہ تبوک میں فرمایا: خلفتك فِي آهْلِي میں نے تمہیں اپنے اہل وعیال میں نائب بنایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ ناپسند ہے کہ عرب کے لوگ یہ کہنے لگیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری حیثیت میرے ساتھ وہی ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ [1]

اس حدیث پر پیچھے غزوہ تبوک میں مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے کردار کے حوالے سے گفتگو ہو چکی ہے وہی دوبارہ دیکھ لیں۔ اور اہل تشیع اس سے جو استدلال کرتے ہیں اس کا جواب بھی گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی بنیاد پہ اہل تشیع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں، اور ان کا سب صحابہ سے افضل ہونا بھی اس سے نکالتے ہیں، حالانکہ ان باتوں کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے، بات صرف یہ ہے کہ جب غزوہ تبوک پہ حضرت علی نہ جاسکے تو وہ پریشان ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خوش کرنے کے لیے فرمایا کہ اس وقت تمہاری حالت میرے ساتھ ایسے ہے جیسے ہارون علیہ السلام کی موسی علیہ السلام کے ساتھ تھی، یعنی میں تمہیں بحیثیت بھائی اپنی جگہ اسی طرح چھوڑ رہا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو طور پر جاتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑا تھا، البتہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، یعنی اس میں ایک وقتی خلافت کا ذکر ہے، یہاں مستقل خلافت کا کوئی بیان نہیں ہے، اور وہ ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کی موجودگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث کو حضرت شاہ ولی اللہ نے معنا متواتر قرار دیا ہے۔ یہ مرزائیوں کے لیے بھی تازیانہ عبرت ہے جو غیر تشریعی نبوت کے اجراء پر زور دیتے ہیں۔ یہ حدیث ان کے اس مرتدانہ کافرانہ عقیدے کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ اس کی مزید تشریح ہماری تصنیف دلائل ختم نبوت اور رد قادیانیت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد بروایت بزار جلد ۹ صفحہ ۱۱۲

چھٹی حدیث، جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے

یہ حدیث یوں تو ہم پیچھے غالباً حجتہ الوداع کے حوالے سے کردار علی رضی اللہ عنہ میں ذکر کر آئے ہیں وہاں یہ حدیث مضبوط اسناد کے ساتھ لکھ کر اس کا مفہوم اور پس منظر بیان کر دیا ہے۔ تاہم اتمام بحث کے لئے یہی حدیث چند دیگر طریق سے ذکر کی جاتی ہے۔

ابوطفیل عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجتہ الوداع سے مدینہ طیبہ لوٹے تو غدیر خم پر آپ نے خیمے گاڑنے کا حکم دیا۔ (پڑاؤ کیا) پھر آپ نے فرمایا: لوگو مجھے جو دعوت دی گئی تھی وہ میں نے پوری کر دی۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک دوسری سے زیادہ اہم ہے۔ ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی خدا کی رسی ہے۔ دوسرے میری عترت و اہل بیت ہے تو خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی تا آنکہ روز قیامت دونوں اکٹھی میرے پاس آئیں گی پھر آپ نے فرمایا اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ بھی ولی ہے (دوست ہے)۔

اے اللہ جو اسے دوست رکھے گا تو سے دوست رکھ (ابن جریر)۔

عمیر بن سعید کہتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب آپ نے مقام رحبہ پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا میں ہر اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ بھی مولا ہے اے اللہ جو اسے دوست رکھے گا تو اسے دوست رکھ جو اس سے عداوت کرے تو اس سے دشمنی رکھ۔ تو صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے کھڑے ہو کر کہا ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ [1]

ساتویں حدیث، مومن علی سے بغض اور منافق علی سے محبت نہیں رکھ سکتا

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ

---

[1] مجمع الزوائد بروایت طبرانی اوسط

ترجمہ: کوئی منافق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں رکھتا اور کوئی مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھتا۔ [1]

یعنی چونکہ مولا علی رضی اللہ شیر خدا صحابی رسول ﷺ دامادِ مصطفیٰ اور عم زادِ پیغمبر ہیں اس لئے اگر کوئی واقعتاً مومن ہے تو ایمان بالرسول کا تقاضہ ہے کہ وہ مذکورہ تین نسبتوں کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھے۔ اور محبت رسول تو عین ایمان ہے، جان ایمان ہے۔ تو جو آدمی علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہو وہ مومن نہیں منافق ہے۔

اور اگر اس حدیث کو کوئی جاہل انسان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف استعمال کرے تو یہ اس کی اپنی جہالت ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی سے کوئی بغض نہیں تھا۔ ان کا جھگڑا صرف یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی رضی اللہ عنہ کے جو قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں چھپے ہوئے تھے انہیں گرفتار کر کے قتل کیوں نہیں کیا جاتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان قاتلانِ عثمان کو قرارِ واقعی سزا دے دیں تو ملک شام کا جو پہلا شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں گا۔ [2]

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں سزا دینے کے لیے کوئی شرعی گواہی نہیں تھی۔ وہ بھی معذور تھے۔ (ان دونوں حضرات کا اختلاف اجتہادی تھا۔ دونوں صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مذکورہ اعتراض وارد کیا جائے کہ انہوں نے دنیاوی لالچ حرص طمع یا عداوت و بغض کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تو اس سے اعتراض لازم آئے گا کہ صحبت رسول ﷺ کے باوجود بھی آپ رضی اللہ عنہ کا کماحقہ تزکیہء باطن نہیں ہوا تھا اور یہ اعتراض براہ راست رسول اعظم حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ پر آتا ہے کیونکہ آپ کے فرائض نبوت میں شامل ہے وَيُزَكِّيهِمْ کہ تزکیہ باطن فرماتے ہیں)

بہر حال جس کے دل میں محبت علی نہیں تو وہ مومن بھی نہیں۔ اور اگر دعویٰ ایمان کرتا ہے تو اس کا دعویٰ منافقانہ ہے۔ یہ کسی منافق ہی کی شان ہو سکتی ہے مومن کی ہرگز نہیں۔ اس حدیث کی سند

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۳

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۹

میں چھ ائمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ تو کہاں ہیں وہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ سنی اپنی کتب میں ائمہ اہل بیت سے حدیثیں نہیں لیتے۔ اگر صحیح سند سے بات ملے تو کیوں نہیں لیتے؟

آٹھویں حدیث: اے ابوتراب جاگ جاؤ

بخاری ومسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پہ اعتراض اور ان کی بے ادبی کرنے کی نیت سے ان کو ابوتراب کہہ کر یاد کرتا تھا، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا، یہ لقب تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا تھا، ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد نبوی میں زمین پہ سوئے تھے اور ان کی پشت کو مٹی لگ گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے ان کی پشت سے مٹی صاف کرنے لگے اور ساتھ فرما رہے تھے:

اجلس یا اباتراب۔

ترجمہ: اے مٹی والے (اے خاکسار) جاگ جاؤ۔ [1]

نویں حدیث، محبِ پنجتن جنت میں میرا ساتھی ہوگا:

امام ترمذی کہتے ہیں مجھے نصر بن علی جہضمی نے بتایا، اس نے کہا مجھے علی بن جعفر بن محمد نے بتایا انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام جعفر صادق نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام محمد باقر نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ اور ان کو ان کے باپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

من احب ھذین وابا ھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیامته

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور انکے باپ اور ان کی والدہ سے

---

[1] بخاری کتاب الفضائل حدیث ۳۷۰۳، مسلم کتاب الفضائل ۳۸

محبت کی وہ روز قیامت جنت میں میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا۔ [1]

یہ حدیث آب زر سے لکھی جائے تو بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ یہ حدیث اہل محبت و ایمان کے دل میں عقیدت کے پھول کھلا دیتی ہے، اسے پڑھ اور سن کر چمستانِ ایمان میں بہار آجاتی ہے اور دل محبت پنجتن پاک سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اے اللہ ہمیں آل رسول کی محبت میں زندہ رکھ اور ان کی محبت میں دنیا سے اٹھا اور روز حشر جنت میں ان کے خادموں میں جگہ عطا فرما آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ صلوٰۃ اللہ وخلقہ اجمعین۔

دسویں حدیث: اے اللہ علی کو دیکھے بغیر مجھے دنیا سے نہ اٹھانا

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر میں جنگ پر بھیجا تو میں نے خود سنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا۔

اے اللہ مجھے وصال نہ دے تا آنکہ مجھے علی رضی اللہ عنہ دکھا دے۔ [2]

قربان جائیں اس عظمت پر ساری دنیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی تمنا رکھتی ہے اور اس کے لئے بے قرار ہے اور خود رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولا علی کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اقوالِ صحابہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال:

۱۔ معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔
عَلِیٌّ عِتْرَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حضرت علی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔ [3]

۲۔ شعبی کہتے ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا:

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب صفحہ ۲۱۵

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۵

[3] کنز العمال

مَنْ سَرَّہٗ ان ینظر الی اعظم الناس منزلۃً من رسول اللہ ﷺ و اقربھم قرابۃ افضلہ والۃً و اعظمہ غناء عن نبیہٖ فلینظر الیٰ ھذا۔

یعنی جو چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو لوگوں سے رسول کریم ﷺ کے ہاں معزز تر اور قریب تر تھا اور رسول کریم ﷺ جس کا زیادہ ناز اٹھاتے تھے اور جو آپ کی سب سے زیادہ حفاظت کرتا تھا تو وہ انکو دیکھ لے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بات مولا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فرمایا: اگر وہ یہ کہتے ہیں تو یاد رکھو:

انہ لا واہ و انہ لارحم الامۃ وانہ لصاحب رسول اللہ ﷺ فی الغار وانہ لاعظم الناس غناء عن نبیہ فی ذات یدہٖ۔

ترجمہ: بے شک ابو بکر سب سے زیادہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ وہ امت میں سب سے رحیم ہیں وہ رسول کریم ﷺ کے یار غار ہیں وہ اپنے مال کے ساتھ اپنے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والے ہیں۔ [1]

گویا صحابہ کرام کے مابین بے پناہ محبت تھی۔ صدیق اکبر کے نزدیک حضرت علی سب سے افضل ہیں اور ان کے نزدیک صدیق اکبر سب سے افضل ہیں تاہم حقیقت میں سیدنا صدیق اکبر ہی سب صحابہ سے افضل ہیں اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ صحابہ کرام نے بالاجماع جسے سب سے افضل جانا اسے رسول کریم ﷺ کا جانشین بنایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال شانِ علی رضی اللہ عنہ میں

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفوا عن ذکر علی بن ابی طالب یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق باتیں نہ کیا کرو۔ آگے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تین خصوصیات سنی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے پاس ہو تو مجھے ہر اس چیز سے عزیز ہو جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

---

[1] مستدرک

میں اور ابوبکر اور ابوعبیدہ بن جراح اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر سہارا لیتے ہوئے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تم سب سے پہلے مومن اور سب سے پہلے مسلم ہو۔ پھر فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون علیہ السلام۔ اور جو یہ کہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور تم سے نفرت رکھتا ہے۔ اس نے مجھ پر جھوٹ کہا ہے۔ (کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھتا ہوں)

۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل یہ جھنڈا میں اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے وہ پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے اللہ اس پر (خیبر) فتح کر دے گا۔ جبرائیل اس کے دائیں ہوں گے اور میکائیل بائیں۔ اس رات لوگ بڑا شوق لے کر سوئے (کہ پتہ نہیں کل کس کو جھنڈا ملتا ہے) صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مایبصر ان کی نظر خراب ہے وہ دیکھ نہیں سکتے ہیں جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اُدْنُ مِنِّی علی میرے قریب آؤ جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے انکی آنکھوں میں تھتکارا (تھوک ڈالی) اور انہیں اپنے ہاتھوں سے ملا حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے یوں اٹھے جیسے ان کی آنکھیں کبھی دکھی ہی نہ تھی۔ [1]

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اتعرف صاحب هذا القبر محمد ﷺ بن عبد الله بن عبد المطلب وعلى بن ابى طالب بن عبد المطلب۔

کیا تم جانتے ہو کہ یہ صاحب قبر محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ (یعنی دونوں کا دادا ایک ہے) پھر فرمایا:

---

[1] ابن عساکر، دار قطنی

لَا تَذْکُرْ عَلِیًّا اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّکَ اِنْ اٰذَیْتَهٗ اٰذَیْتَ هٰذَا فِیْ قَبْرِهٖ۔

ترجمہ: علی کا ذکر اچھائی کے بغیر مت کرو اگر تم نے علی کو تکلیف دی تو تم صاحب قبر رسول ﷺ کو تکلیف دو گے۔ [1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہما

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمان غنی اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں کئی نسبی و صہری اور ایمانی رشتوں میں منسلک ہیں دونوں داماد رسول ﷺ ہیں۔ حضرت عثمان کی سگی نانی ام حکیم حضرت علی المرتضیٰ کی سگی پھوپھی ہیں یعنی حضرت عبداللہ والد رسول کریم ﷺ اور ابو طالب کی سگی بہن ہیں اسی لئے جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا موقع تھا تو سار جہیز اور دیگر ضروریات کا بندوبست حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا جیسا کہ گزر چکا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت رکھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف درمدح مولا علی رضی اللہ عنہما

حضرت عبدالرحمان بن عوف یکے از عشرہ مبشرہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح کرلیا تو طائف کا رخ فرمایا اور اٹھارہ انیس دن اس کا محاصرہ جاری رکھا دوران محاصرہ ایک روز رسول کریم ﷺ فرما رہے تھے۔

اے لوگو! میں روز قیامت تمہارا نمائندہ ہوں گا میں تمہیں اپنی عترت کے متعلق بہتری کی وصیت کرتا ہوں۔

بے شک ہم حوض کوثر پر ملیں گے اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم نماز کے پابند رہ کر زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کرو ورنہ میں تم پر ایسا آدمی بھیجوں گا جو مجھ ہی سے ہے وہ دشمنوں کی گردنیں اڑا دے گا اور ان کی اولاد کو قیدی بنالے گا لوگوں نے سمجھا کہ شاید وہ ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما ہونگے مگر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ یہ ہے۔ [2]

---

[1] ابن عساکر

[2] ابن ابی شیبہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں غزوہ ذات السلاسل سے واپس آیا (جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں امیر بنایا تھا) تو میرا خیال تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب میں ہوں میں نے عرض کیا یارسول اللہ لوگوں میں آپ کو سب سے محبوب کون ہے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے عرض کیا میں عورتوں کے متعلق نہیں مردوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں فرمایا تب عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں نے پوچھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد کون محبوب ہے فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے پھر کہا: میں مردوں کے بارے پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا: تب حفصہ کا باپ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا فاین علی تو حضرت علی کدھر گئے فرمایا: اِنَّ ھٰذَا یَسْئَلُنِیْ عَنِ النَّفْسِ یہ آدمی تو میری جان کے بارے میں پوچھ رہا ہے (یعنی علی تو میری جان ہے۔) [1]

مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی کرامت

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب خیبر فتح کیا تو اس کا دروازہ پکڑ کر اکھیڑ دیا تو مسلمان قلعے میں داخل ہو گئے اور فتحیاب ہوئے بعد میں تجربہ کے لئے لوگوں نے وہ دروازہ اٹھایا تو چالیس افراد مل کر اسے اٹھا سکے: [2]

جس چیز کو چالیس آدمی مل کر اٹھا سکیں اسے کیا ایک آدمی آسانی سے اٹھالے تو دو ہی صورتیں یا اس کے پاس اتنی جسمانی طاقت ہے اور وہ بہت بڑا پہلوان اور SUPER MAN ہے یا وہ روحانی قوت کا مالک ہے ظاہر ہے حضرت علی کوئی BODY BUILDER (باڈی بلڈر) یا SUPER MAN سپر مین نہیں تھے ایک عام آدمی جیسا جسم رکھتے تھے اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے قوت روحانیہ سے درخیبر اکھاڑ پھینکا جو بعد میں چالیس سے کم لوگوں سے ہلایا نہ جاسکا اور یہی کرامت ہے۔

---

[1] کنزالعمال

[2] ابن ابی شیبہ

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا علم

۱۔ کنز العمال میں ترمذی اور ابن جریر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے یہ حدیث مستدرک میں بھی مروی ہے۔

۲۔ حضرت علی فرماتے ہیں قرآن میں جو بھی آیت نازل ہوئی ہے میں جانتا ہوں وہ کس بارے میں اور کب اور کیوں نازل ہوئی اللہ نے مجھے دانا قلب اور آزاد بولنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔ [۱]

۳۔ حضرت علی فرماتے ہیں مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل یمن کے پاس بھیجا تاکہ میں وہاں ان کے مابین معاملات کے فیصلے کروں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے بھیج رہے ہیں میں نوخیز نوجوان ہوں مجھے فیصلہ کرنے کا پتہ نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَهُ وَسَدِّدْ لِسَانَهُ اے اللہ اس کے دل کو ہدایت (علم) دے دے اور زبان کو راست رکھ تو اس کے بعد سے اب تک مجھے کبھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے ہوئے کوئی شک نہیں پڑا۔ [۲]

۱۔ ابن سعد

۲۔ ابن سعد ابن ابی شیبہ

فصل سوم

سیدنا حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اخلاق حمیدہ

آپ کی دنیا سے بے رغبتی

ا۔ عبداللہ بن شریک اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ حاضر کیا گیا آپ نے فالودے کو مخالب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تم بہت خوشبودار ہو تمہارا رنگ بھی پیارا ہے اور تمہارا ذائقہ بھی بہت لذیذ ہے لیکن میں یہ پسند نہیں رکھتا کہ جس چیز کا میرا نفس عادی نہیں اسے اس کا عادی بناؤں یہ کہہ کر آپ نے فالودہ کھانے سے انکار کر دیا۔ [1]

زیاد بن ملیح روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے سامنے حلوہ لایا گیا آپ نے لوگوں کے سامنے رکھ دیا لوگ کھانے لگے آپ نے فرمایا اسلام کوئی بھٹکا ہوا اونٹ نہیں مگر قریش نے جب اسے دیکھا تو اس پر جھپٹ پڑے۔

زید بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت علی ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے تہبند اور چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس میں پیوند لگے ہوئے تھے آپ سے اس بارمیں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں یہ دو کپڑے اس لیے پہنتا ہوں کہ یہ فخر سے دور ہیں اور نماز کے لئے بہتر ہیں اور تاکہ مسلمان اسے طریقہ بنائیں (یعنی مجھے دیکھ کر وہ بھی سادہ لباس اختیار کرلیں)۔ [2]

آپ کی سادگی

ا۔ عبداللہ بن ابی ہزیل کہتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر معمولی قیمت کی قمیص دیکھی

---

[1] کنز العمال

[2] کنز العمال

اگر اس کی آستین پکڑ کر کھینچتے تو ہاتھوں کی انگلیوں تک پہنچ جاتی اور چھوڑ دیتے تو آدھی
کلائی تک واپس چلی جاتی۔ [1]

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے
وہاں دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے ہیں ان کی پشت سے چادر گرگئی ہے اور پشت ریت سے بھری
ہوئی ہے آپ ان کی پشت سے اپنے دست مبارک کے ساتھ ریت جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے
اے ابا تراب اے مٹی والے (یعنی خاکسار) اٹھ جاؤ کہتے ہیں حضرت علی کو اس نام سے زیادہ کوئی
دوسرا نام محبوب نہ تھا کیونکہ یہ نام رسول کریم ﷺ نے رکھا تھا۔ [2]

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت سردی میں دو ہلکے سے
کپڑوں ایک تہبند اور چادر کو اوڑھ کر آجایا کرتے اور گرمی میں گرم کوٹ اور موٹے کپڑے پہن لیا
کرتے لوگوں نے عبدالرحمان سے کہا آپ کے باپ (ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لمبی گفتگو
کرتے ہیں وہ ان سے اس کی وجہ پوچھ سکتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب سے یہی بات کہی
چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے امیر المومنین لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ سخت سردی میں
دو ہلکے کپڑے پہن لیتے ہیں اور شدید گرمی میں گرم کوٹ پہنا ہوتا ہے انہوں نے فرمایا ابو لیلیٰ کیا تم
خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے کہا ہاں تھا فرمایا تمہیں معلوم ہے رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ کو (قلعہ فتح کرنے) بھیجا مگر وہ کامیاب نہ ہوئے پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا
مگر وہ بھی ناکام لوٹ آئے تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں اب یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ
اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس
کے ہاتھ پر قلعہ فتح کر دے گا اور وہ بھاگنے والا نہیں تب آپ نے مجھے بلایا میں حاضر ہوا میری آنکھیں
دکھتی تھی کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا آپ نے میری آنکھوں میں دم کیا اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اکْفِہِ
الْحَرَّ وَالْبَرْدَ اے اللہ علی کو گرمی اور سردی سے بچا فرماتے ہیں اس کے بعد میں مجھے کبھی گرمی نہ

---

[1] کنز العمال بروایت ابن عساکر

[2] ابو نعیم فی المعرفہ

تکلیف دی ہے نہ سردی نے۔ [1]

آپ کا فقر اور فقیرانہ زندگی

۱۔ علی بن ارقم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ انہیں (ارقم کو) میدان کوفہ میں اپنی تلوار دے رہے تھے اور فرماتے تھے میری یہ تلوار کون خریدے گا بخدا میں نے اس تلوار کے ساتھ بار بار رسول کریم ﷺ کا دفاع کیا اور دشمنوں کو بھگایا اور اگر میرے پاس تہبند خریدنے کے لئے پیسے ہوتے تو میں اسے کبھی نہ بیچتا۔ [2]

اور یہ اس دور کی بات ہے جب آپ امیر المومنین تھے کیونکہ آپ خلافت سنبھالنے سے قبل کوفہ کبھی نہیں گئے تھے گویا آپ صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے طریقہ زندگی اور طرز خلافت پر سختی سے گامزن تھے اس میں کچھ تبدیلی نہیں کی تھی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک بار میں مدینہ طیبہ میں سخت بھوک محسوس کر رہا تھا میں نے ایک عورت دیکھی جس نے مٹی کے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے میں نے گمان کیا کہ وہ ان میں پانی ڈالنا چاہتی ہے (تاکہ گارا بنا کر مکان میں استعمال کرے) میں نے اس سے سودا کیا کہ جتنے ڈول پانی میں اسے لا کر دوں گا ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور لوں گا تو اسے سولہ ڈول پانی لا کر دیا اور میری ہاتھ زخمی ہو گئے پھر میں کچھ پانی لیا اور اس عورت سے سولہ کھجوریں وصول کیں اور انہیں رسول کریم ﷺ کے پاس لے گیا تو آپ نے بھی میرے ساتھ وہ کھجوریں تناول فرمائیں۔ [3]

۳۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں میں نے رسول خدا ﷺ کی بیٹی سے نکاح کیا تو ہمارے پاس صرف دنبے کی کھال اور ایک بچھونا تھا رات کو ہم اس پر سوتے تھے اور

---

[1] ابن ابی شیبہ مسند احمد بن حنبل بزار ابن جریر طبرانی اوسط

[2] طبرانی کبیر ابن عساکر

[3] کنز بحوالہ مسند احمد

دن کو اسے الٹا کر اس پر اپنے اونٹ کو چارا ڈالتے تھے۔ [1]

۴۔ حضرت صالح جو پارچہ فروش تھے اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے ایک درہم سے کھجوریں خرید لیں اور انہیں لفافے میں ڈال کر اٹھا لیا آپ سے عرض کیا گیا امیر المومنین کیا ہم اسے آپ کے لیے نہ اٹھا لیں فرمایا گھر والوں کا بوجھ گھر کے سربراہ ہی کو اٹھانا چاہیے کسی اور کو نہیں۔

حضرت علی کا فقر اضطراری نہیں اختیاری تھا رسول اکرم ﷺ کی طرح آپ بھی عمداً مال دنیا سے کنارہ کش تھے اگر آپ چاہتے تو بہت سا مال جمع فرما سکتے تھے مگر آپ نے فقر اختیار فرمایا آج کل کے پیشہ ور پیر فقیر اس معیار فقر کا تصور بھی نہیں رکھتے حضرت علی کا فقر اسلامی معاشرے میں فقر حیدری کے نام سے معروف ہے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں ضربِ اسد اللّٰہی

آپ کی سخاوت:

سخاوت صرف مالداروں سے مخصوص نہیں اہل فقر بھی سخی ہوتے ہیں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے تونگری بدل است نہ بمال اللہ والے دل کے سخی ہوتے ہیں اور مال سے پیار نہیں کرتے جو آئے لٹا دیتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخاوت کے نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑیں کسی نے کہا انہیں انار کھلانا چاہیے حضرت علی بازار گئے آپ کے پاس اتنے ہی پیسے تھے کہ ایک انار خرید سکیں آپ انار خرید کر گھر لا رہے تھے کہ راستے میں کسی نے کہا کہ میں کئی دن سے بھوکا ہوں مجھے یہ انار دیدیں آپ نے وہ انار اسے دیدیا اور خالی ہاتھ گھر چل دیے ابھی آپ اپنے گھر میں داخل ہو رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے دامن پکڑ لیا آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے جھولی میں انار اٹھائے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ کے پاس کہیں

---

[1] کنز العمال

سے انار بطور ہدیہ وتحفہ آئے تھے آپ نے اس میں سے یہ آپ کے لیے بھیجے ہیں حضرت علی نے گنے تو وہ نو انار تھے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا دسواں انار کہاں ہے انہوں نے کہا دسواں انار کیسا فرمایا اللہ کا ارشاد ہے جو ایک نیکی کرے ہم اسے دس کا بدلہ دیتے ہیں میں نے ایک انار اللہ کے نام پر دیا تو مجھے بدلے میں دس ملنا چاہئیں حضرت بلال نے جیب سے ایک اور انار نکال کر پیش کر دیا اور کہا اے علی میں تو آپ کا امتحان لے رہا تھا۔ (بعض کتب وعظ)

یہ واقعہ ممکن ہے درست ہو اور حضرت علی کی شان فقر سے ایسے ہی واقعات کی توقع کی جاسکتی ہے اس میں آپ کی سخاوت کے علاوہ آپ کے علم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت عنترہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ کے غلام قنبر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا یا امیر مومنین آپ اپنے لیے کچھ بھی جمع نہیں کرتے جب کہ اس مال میں (بیت المال میں سے) آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ ہے میں نے آپ کے لیے کچھ مال رکھ لیا ہے فرمایا وہ کیا رکھا ہے کہا چلیں میں آپ کو دکھاؤں آپ اس کے ساتھ چلے اس نے آپ کو ایک کمرے میں کچھ سونا اور چاندی کے برتن دکھائے حضرت علی نے دیکھ کر فرمایا تجھے تیری ماں روئے کیا تم میرے گھر میں آگ داخل کرنا چاہتے ہو پھر آپ نے اس مال کی گنتی اور وزن کرایا اور اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا پھر فرمایا میرے لیے یہی بڑا میوہ ہے (کہ میں مال نام خدا پر لٹاتا ہوں) اور ہر میوہ چننے والے کا ہاتھ اپنے منہ ہی کی طرف ہوتا ہے پھر فرمایا اے دنیا مجھے دھوکہ نہ دے کسی اور کو دینا۔ [۱]

آپ کا خلق خدا کی خبر گیری کرنا

۱۔ اذان کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازاروں میں اکیلے ہی چلا کرتے تھے جب کہ امیر المومنین تھے آپ بھولے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاتے کمزوروں کی مدد فرماتے دوکانداروں اور سبزی فروشوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں یہ آیت سناتے۔

۱۔ کنز العمال

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا

ترجمہ: ہم نے وہ دار آخرت (جنت) ان لوگوں کے لیے بنائی ہے جو زمین میں اپنی برائی اور فساد کے طلبگار نہیں۔ [1]

پھر آپ فرماتے یہ آیت اللہ نے باقی لوگوں کو چھوڑ کر ان حکمرانوں اور ارباب اقتدار کے لئے اتاری ہے جو عدل اور تواضع والے ہیں۔ [2]

ابو مطر روایت کرتے ہیں میں مسجد سے نکلا تو دیکھا ایک آدمی میرے پیچھے آواز لگا رہا تھا بھائی اپنا تہبند اونچا کر لو اس طرح اللہ راضی ہوتا ہے اور کپڑا بھی ستھرا رہتا ہے اور اگر تم مسلمان ہو تو دانائی سے کام لو میں نے دیکھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے ان کے پاس درہ تھا آپ اونٹوں کے بازار میں گئے اور فرمایا لوگو مال بیچو اور قسمیں نہ اٹھاؤ قسم اٹھانے سے برکت گھٹ جاتی ہے پھر آپ کھجور فروش کے پاس گئے تو وہاں ایک لونڈی کو روتے دیکھا فرمایا کیوں رو رہی ہو کہا اس نے مجھے ایک درہم میں کھجور دی تھیں جو میرے مالک نے منظور نہیں کیں آپ نے اسے فرمایا کھجوریں واپس لے لو اور درہم لوٹا دو اس بیچاری کے اختیار میں کچھ نہیں وہ آدمی انکار کرنے لگا میں نے اسے کہا تم جانتے نہیں یہ کون ہیں اور تم کس سے بات کر رہے ہو کہنے لگا نہیں میں نے کہا یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں امیر المومنین، اس نے کھجور فوراً لے لیں اور درہم لڑکی کو لوٹا دیا اور کہنے لگا امیر المومنین میری خطا معاف فرما دیں، آپ نے فرمایا: میری خوشی اسی میں ہے کہ تم لوگوں سے اچھا معاملہ کرو پھر آپ دوسرے کھجور فروشوں کے پاس گئے اور فرمایا مساکین کو بھی کھلایا کرو، اس طرح تمہارے رزق میں برکت ہوگی، پھر آپ مچھلی والوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا پانی میں مرنے والی مچھلی ہمارے بازار میں مت فروخت ہونے پائے پھر آپ دار بزار (پارچہ فروشی کے بازار) میں گئے آپ نے ایک آدمی سے فرمایا شیخ! تین درہموں میں مجھے قمیص چاہیے اس نے آپ کو پہچان لیا تو آپ نے اس سے قمیص نہ خریدی پھر ایک اور آدمی کے پاس گئے اس نے بھی آپ کو پہچان لیا تو آپ نے اس سے بھی نہ خریدی پھر ایک نو

---

[1] سورۃ انعام پارہ ۸

[2] ابن عساکر

عمر لڑکے کے پاس گئے اس سے آپ نے تین درہم سے قمیص خریدی اور اسے ٹخنوں تک پہن لیا اتنے میں دوکان کا اصل مالک آگیا اسے بتایا گیا کہ بیٹے نے امیر المومنین کو تین درہم میں قمیض بیچی ہے اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو ہی درہم کیوں نہ لے لیے پھر وہ درہم لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا یہ درہم لے لیں فرمایا کیا مطلب کہا ہماری قمیص کی قیمت دو ہی درہم ہے میرے بیٹے نے آپ کو تین میں دیدی آپ نے فرمایا اس نے میری خوشی سے بیچی اور میں نے اس کی خوشی سے رقم دی اب درہم کی واپسی کیسی۔ [1]

جسمانی طہارت کا اہتمام

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھی خشک چھوڑ دیا اس کو جہنم میں ایسے ایسے جلایا جائیگا یعنی اس بال کو جہنم کی آگ جلائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے میں نے اپنے سر سے دشمنی کرلی ہے یعنی اس کو اتنا دھوتا ہوں جنابت سے طہارت حاصل کرتے ہوئے سر پر اتنا پانی بہاتا ہوں کہ مجھے اپنے سر سے دشمنی ہوگئی ہے۔ [2]

بعض علماء نے سر سے دشمنی کرنے کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے اسی ڈر سے کہ کہیں جنابت کا اثر کسی بال میں رہ نہ جائے اپنا سر منڈوایا تھا اور ہمیشہ سر منڈوائے رکھتے تھے مگر اس کی تحقیق مطلوب ہے بہر حال یہ معلوم ہوگیا کہ آپ کس قدر خوف خدا رکھتے تھے اور جسمانی طہارت کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔

---

[1] کنز العمال

[2] مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۱۰۴

بابِ سوم

مناقب حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

سیدۃ النساء خاتونِ جنت بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ الزاہر رضی اللہ عنہا حضور سید العالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے بے پناہ محبت تھی اگرچہ ہر باپ کو اپنی اولاد خصوصا چھوٹی اولاد سے محبت ہوتی ہے مگر جو محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے آپ کے فضائل وخصوصیات ذکر کرنے سے قبل آپ کو حالات زندگی پر نظر ڈال لینا بہتر ہے پردہ دنیا سے آپ کی روپوشی اور بے تعلقی ضرب المثل ہے شاید اسی لیے آپ کے حالات اکثر حصہ پردہ اخفا میں ہے بہر حال جو کچھ ہمیں میسر آتا ہے ہم عرض خدمت کر دیتے ہیں وما توفیقی الا باللہ۔

فصل اول

سیدۃ النساء فاطمہ الزہر رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات زندگی

ولادت مبارکہ

واقدی کی روایت یہ ہے کہ جس سن میں قریش نے کعبہ تعمیر کیا اس سن میں آپ کی ولادت ہوئی اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۲۵ برس تھی تاہم محل نظر ہے کیونکہ ۲۵ برس کی عمر میں تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی ہوئی جیسا کہ مشہور روایات میں ہے صحیح قول وہ ہے جو صاحب استیعاب علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے عبید اللہ بن محمد ہاشمی سے نقل کیا کہ آپ کی پیدائش کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اکتالیس برس تھی گویا اعلان نبوت سے ایک سال بعد آپ کی ولات مبارکہ ہوئی۔

یہاں ایک حدیث قابل غور ہے جو سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں دیکھا کرتی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ماتھا چومتے ہیں میں نے عرض کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اس عمل میں کیا حکمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی (معراج ہوا) تو میں جنت میں گیا میں وہاں ایک درخت کے پاس ٹھہرا۔ اس جیسا حسین سفید پتوں والا خوشبودار پھل والا کوئی دوسرا درخت نہ تھا میں نے اس کا پھل کھایا تو وہ میری پشت میں نطفہ بن گیا جب میں زمین پر آیا تو (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مجامعت کی اور اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اب مجھے جنت کی خشبو سونگھنے کا جب شوق ہوتا ہے تو میں فاطمہ میں وہ خوشبو سونگھ لیتا ہوں فاطمہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں نہ اسے وہ بیماریاں لگتی ہیں جو انہیں لگتی ہیں۔ [1]

اس حدیث کے تحت امام ابن حجر فرماتے ہیں وھذا مستحیل فان فاطمة ولدت قبل الاسراء بلا خلاف یہ محال ہے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بلا اختلاف واقعہ معراج سے قبل پیدا ہوئیں امام ابن حجر کا یہ ارشاد بجا ہے کہ آپ معراج سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں جیسا کہ ہم نے ابھی لکھا ہے تاہم اس استحالہ کا جواب بھی ممکن ہے۔

وہ اس طرح کہ ائمہ دین کی اکثریت یہی کہتی ہے کہ آپ کا معراج جسمانی تو ایک ہی بار تھا مگر معراج منامی بار بار ہوا بلکہ ایک معراج منامی قبل اعلان نبوت بھی ہے چنانچہ ایک حدیث معراج میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ اور یہ آپ پر وحی اترنے سے پہلے کی بات ہے۔ [2]

خود امام قسطلانی فرماتے ہیں:

وقد قال بعض القائلين بذلك ان تكون قصة المنام قبل المبعث

اور جو اس کے قائل ہیں۔ (کہ معراج جسمانی ہوا تھا)

میں سے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ممکن ہے کہ معراج منامی کا واقعہ قبل بعثت ہو۔ [3]

امام قسطلانی نے آگے بھی تحقیق فرمائی ہے کہ قبل بعثت معراجِ منامی کی حکمت یہ ہے کہ قلب

---

1. مجمع الزاوائد بروایات طبرانی جلد ۹ صفحہ ۲۰۵
2. المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰
3. حوالہ مذکورہ

محمد ﷺ کو وہ قوت دے دی جائے کہ تحمل وحی کی قوت پیدا ہو جائے اور آپ ﷺ جو فرمایا کرتے تھے کہ میرے معاملہ کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی یعنی نزول وحی سے قبل مجھے اچھی خوابیں دکھائی گئیں تو قبل بعثت معراج منامی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے اور میں عرض کرتا ہوں رؤیا صالحہ کی یہ تاثیرات بھی دیکھی گئی ہیں کہ جو خواب میں کھایا جاگنے کے بعد اس کا ذائقہ منہ میں موجود تھا جو چیز خواب میں ملی جاگنے کے بعد وہ ہاتھ میں موجود تھی قراءت سبعہ کے ائمہ سبعہ میں مشہور امام (جو مدنی ہیں اور قاری مدینہ کہلاتے ہیں) حضرت امام نافع مدنی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے منہ میں اپنا منہ مبارک رکھ کر قرآن پڑھا ہے جب خواب سے اٹھے تو منہ سے خوشبو آرہی تھی اور وہ خوشبو ساری زندگی ان کے منہ مبارک سے آتی رہی۔ [1]

اس لیے قطب وقت امام شاطبی علیہ الرحمہ اپنی مشہور عالم منظوم کتاب الشاطبیۃ میں فرماتے ہیں:

فاما الكريم السر فى الطيب نافع فذاك التى اختار المدينة منزلا۔

ترجمہ: خوشبو کے متعلق بہت پیارا بھید رکھنے والے حضرت نافع ہیں تو یہ وہ امام جنہوں نے مدینہ طیبہ کو مسکن بنایا۔ [2]

ایسے دیگر واقعات بھی ہزاروں کے حساب سے کتابوں میں لکھے ہیں لہذا قبل بعثت نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ نے جو معراج منامی دیکھا اسی کا طبرانی والی حدیث میں بیان ہے اور اس میں جو جنتی میوہ آپ نے کھایا اس کی تاثیر و حقیقت آپ کے جسم مبارک میں پیدا ہوئی اور اسی سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جنم لیا اس میں کوئی استبعاد نہیں نہ کوئی استحالہ ہے اگر امام نافع کو خواب میں سرکار عنایت کریں تو تمام زندگی خوشبو ساتھ رہ سکتی ہے تو سید عالم خود خواب میں عنایت الٰہی حاصل کریں تو ساری زندگی وہ خوشبو ساتھ رہ سکتی ہے تو سید عالم خود خواب میں عنایت الٰہی حاصل کریں تو اس کی تاثیر سیدہ فاطمہ کی ولادت میں کیا اشتباہ ہے امام ابن حجر نے جو استحالہ بتایا ہے وہ اس حدیث کو معراج جسمانی پر حمل کرنے کی صورت میں ہے معراج منامی ماننے کی صورت میں کوئی استحالہ نہیں

---

[1] دیکھے النشر فی القرات العشر جلد اول صفحہ ۱۲ مطبوعہ دار الکتب بیروت

[2] الشاطبیہ مع شرح عنایات رحمانی جلد اول صفحہ ٦٢

اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن احادیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی ذریت کے لیے مغفرت اور وعدہ جنت کا بیان آیا ہے جیسا کہ آگے یہ احادیث آرہی ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ ان کی رگوں میں اسی جنتی سیب کی تاثیر چلی آرہی ہے جو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کھلایا گیا کیونکہ یہ تاثیر جنت کی طرف کشش رکھتی ہے جو دوذخ سے اپنے حامل کو دور کرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی

ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کفار کی طرف سے ڈالا جانے والا اضطراب کچھ کم ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی معاملات کو نمٹانے کی طرف توجہ فرمائی اور صحابہ کرام کی زندگیاں بھی ایسے ہی حالات سے دوچار تھی چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ارادہ فرمایا اہل عرب میں اس وقت بھی یہ بات تھی اور اب بھی ہے کہ بڑی عمر کے لوگ کم عمر لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ان کی زندگی خوشگوار گزرتی ہے، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے چنانچہ اسی رسم کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے لیے مانگا آپ نے خاموشی اختیار فرمائی پھر عمر فاروق نے بھی یہ رشتہ اپنے لیے مانگا آپ نے پھر خاموشی اختیار کر لی تب یہ بھانپ گئے کہ آپ کا ارادہ کیا ہے چنانچہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بصد اصرار کہا کہ وہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ مانگیں انہوں نے جا کر رشتہ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً قبول کر لیا بلکہ اس بارہ میں یہ حدیث بھی شامل ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ ازوجَ فاطمه مِنْ علی۔

یعنی اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔ [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی تمہارے پاس کچھ رقم ہے جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ضروریات خانہ خریدی جائیں؟ عرض کیا میرے پاس زرہ ہے جو جنگ کے مال غنیمت سے مجھے ملی ہے فرمایا اسے لے آؤ وہ لے آئے فرمایا اسے بیچ کر جو رقم ملے وہ میرے پاس لاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] مجمع الزوائد بروایت طبرانی ابن حجر کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں جلد ۹ ۲۰۷

نے وہ زرہ حضرت عثمان غنی سے بیچی پیچھے گزر چکا ہے کہ انہوں نے چارسواسی درہم سے وہ زرہ خریدی اور یہ رقم دیدی بعد میں زرہ بھی واپس کر دی، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں زرہ اور رقم دونوں چیزیں دیکھیں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی پھر اس رقم سے ضرورت خانہ یعنی جہیز کی خریداری کی گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

جہیز کے لیے کیا خریدا گیا الاصابہ میں ابن سعد کی روایات سے لکھا ہے کہ ایک چادر، ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتوں سے بھرائی کی گئی تھی دو چکیاں اور دو ہی پانی پینے کے برتن یہ چیزیں آپ نے اپنی بیٹی کو عطا فرمائیں جب کہ طبرانی نے ایک بستر کا بھی اضافہ کیا ہے جو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ آج جہیز کی لعنت نے کئی نوجوان لڑکیوں کے ارمان کچل ڈالے ہیں اور کئی والدین اپنی بیٹیوں کے لیے سامان جہیز جوڑتے جوڑتے اللہ کو پیارے ہو گئے کئی لڑکیاں اپنے گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں کیونکہ جہیز کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو رہا ہمارے معاشرے کے امراء اور نودولیتے ایک رسم بد جاری کرتے ہیں اور غرباء ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں تباہ حال ہوتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے اسوہ کاملہ ہے کیا ہماری بیٹیوں کی عزت خاتون جنت بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر ہے جب ان کا جہیز اتنا مختصر تھا تو ہم اس کے لئے اتنے بڑے طوماریوں اکٹھے کر رہے ہیں اگر رسول خدا چاہتے تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دنیا کے خزانے ڈال سکتے تھے آپ فرماتے تھے اگر میں چاہوں تو احد پہاڑ میرے سونا بن جائے مگر میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانا ملے تو شکر کروں دوسرے دن نہ ملے تو صبر کروں آپ نے اتنی طاقت کے باوجود اپنی بیٹی کے لیے جہیز اتنا مختصر رکھا کہ امت کو سادگی کا سبق حاصل ہو۔

یہ شادی الاصابہ کے مطابق ہجری دو میں ماہ محرم کے اوائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے چار ماہ بعد وقوع پذیر ہوئی ابن عبدالبر کے نزدیک نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس سال اور پانچ ماہ تھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قریباً پانچ برس بڑی تھی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت رخصتی 9 برس تھی۔

حدیث میں ہے اس شادی کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فر
میں چاہتا ہوں کہ میری امت نکاح کے وقت کھانا کھلانے کا طریقہ اپنائے تو تم بکری ذبح کر کے
تیار کرو پھر مجھے بلاؤ اور مہاجرین و انصار کو کھلاؤ چنانچہ تمام مہاجرین و انصار نے کھانا کھایا مگر
پھر بھی بچ رہا تب آپ نے فرمایا جاؤ یہ اپنی ماؤں (امہات المومنین ازواج رسول ﷺ) کے پا
لیجاؤ اور ان سے کہو یہ تمہاری دعوت ہے پھر آپ خود امہات المومنین کے پاس تشریف لے گئے
فرمایا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے اور تم جانتی ہو میری
مجھے کتنی پیاری ہے تو اسے تیار کرو میں اسے علی کے پاس بھیج رہا ہوں تو امہات المومنین نے خوشبو
سے (جو گھر میں تھیں) انہیں خوشبو لگائی اپنے کپڑوں اور زیورات سے کپڑے اور زیور پہنائے
رسول پاک اپنی بیٹی کے حجرے میں تشریف لائے۔

تب باقی عورتیں چلی گئیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا رہ گئیں نبی اکرم ﷺ
انہیں فرمایا میرے پاس پانی کا برتن لاؤ، وہ لایا گیا تو آپ نے اس میں سے چلو بھر کر اپنی بیٹی فا
رضی اللہ عنہا کے سر اور سینے پر ڈالا پھر علی کے سر اور سینے پر چھنکا اور اپنی بیٹی کو گلے لگا کر دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَنَّھَا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھَا اَللّٰھُمَّ کَمَا ذَھَبْتَ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَھَّرْنِیْ فَطَھِّرْھُمَا۔

ترجمہ: اے اللہ فاطمہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اے اللہ جیسے تو نے مجھ سے ہر ناپاکی دور کر دی ہے اور مجھے پاک کر دیا ایسے ہی ان دونوں کو بھی پاک فرما دے۔[1]

حسنین کریمین کی ولادت

جنگ احد سے قریباً ایک ماہ قبل سن ۳ ھ نصف رمضان کو آپ کے ہاں پہلے بیٹے حضر
امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور اس کے پچاس روز بعد امام حسین رضی اللہ عنہ رحم مادری میں تشریف لا
اور ۳ شعبان سن ۴ ہجری کو ان کی ولادت باسعادت ہوئی اور یہی دونواسے نسل نبوت کے امین

---

1. مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴

ذریت مصطفوی کا سرچشمہ ثابت ہوئے انہی سے سید عالم ﷺ کی نسل چلی اور چادر دانگ عالم میں پھیل گئی اور آپ کی یہ بشارت پوری ہوئی کہ اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک اپنی کتاب دوسری اپنی ذریت جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فقیرانہ زندگی

رسول اکرم ﷺ کو جیسے خود اپنے لیے مال دنیا پسند نہیں تھا اپنی اہل بیت کے لیے بھی اسے ناپسند رکھتے تھے بلکہ آپ نے اہل بیت کے دل حب مال سے پاک کر دیے تھے کیونکہ یہ محبت مال دنیا اکثر گناہوں کی جڑ ہے اس سے حرص طمع جھوٹ حق تلفی اور ظلم و زیادتی کے دروازے کھلتے ہیں اور یہی وہ تطہیر ہے جو ویطھر کم تطھیرا میں ارشاد کی گئی ہے۔

چنانچہ علامہ عسقلانی نے ابن سعد کی روایت سے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نبی اکرم ﷺ کے پاس غلام آئے ہیں تم جاؤ اور اپنے لیے ایک غلام مانگو کہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینہ میں درد ہونے لگا ہے وہ کہنے لگیں ہاں چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہمیں رسول ﷺ سے ایک لونڈی کا مطالبہ کرنا چاہیے جو ہماری مدد کرے چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں مگر رسول اکرم ﷺ گھر نہ ملے انہوں نے اپنی بات ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہدی جب رسول پاک ﷺ واپس آئے تو حضرت ام المومنین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آنا اور لونڈی کی خواہش کرنا عرض کیا نبی اکرم ﷺ اسی وقت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے لونڈی کی خدمت سے بہت بہتر ہے وہ کہنے لگے ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد اللہ اور 33 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم حاصل کرنے سے بہت اچھا ہے۔ [1]

حضرت انس فرماتے ہیں سیدہ فاطمہ زہرا خاتونِ جنت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا کہ مینڈھے کی کھال کے سوا وہی ہمارا بچھونا ہے اسی پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن میں اسی (کو الٹ کر اسی) سے اونٹ کو چارہ بھی ڈالتے ہین آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو حضرت

---

[1] زرقانی شریف

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس یوں گزارے کہ ایک چھوٹی سی چادر کے سوا ان کے پاس کوئی بستر نہ تھا۔ [1]

گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ جو فقر و غنا آپ نے اپنایا ہے وہ آپ کے اہل بیت بھی اپنا لیں اور آسائش دنیا سے دور رہیں کہ جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہو۔

حضرت عمران بن حصین (غلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کا چہرہ بھوک سے زرد تھا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچان گئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے کے اوپر وہاں رکھا جہاں ہار پہنا جاتا ہے اور انگلیوں کو کشادہ کر کے یہ دعا فرمائی اے اللہ بھوکوں کو سیراب کرنے والے گرے ہوؤں کو اٹھانے والے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بلندی دے دے عمران کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے سے زردی ختم ہوگئی پھر میں ان کو بعد میں ملا اور پوچھا (کیا حال ہے) تو فرمانے لگیں اس دن کے بعد مجھے بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ [2]

قارئین کرام! ہماری لاکھ جانیں سیدہ فاطمہ خاتون جنت کی نعلین پاک سے لگنے والی گرد پر قربان وہ اس لیے بھوکی رہیں کہ ہم جیسے شکم سیر مجرموں کے لیے شفاعت کر سکیں اے اللہ ان کی اس بھوک اور فقر و غنا کے صدقے ہم سیاہ کاروں پر اپنی رحمت کا سایہ فرما دے جو تین ٹائم پیٹ بھر کر اچھی سے اچھی غذا کھاتے ہیں اور سارا دن تیری نافرمانی کرتے ہیں وہ بھوک میں بھی تیری رضا پر راضی رہیں اور ہم شکم سیر ہو کر بھی تیرا شکر نہ ادا کر سکے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کئی بار اپنی والدہ کو دیکھا کہ شام سے صبح تک رات بھر عبادت اور دعا میں مشغول رہتیں اور اللہ کے حضور گریہ زاری اور عجز و انکساری سے التجائیں کرتی رہتیں مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے لیے کچھ مانگا ہو آپ کی ساری دعائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی بخشش اور بھلائی کے ہوا کرتی تھیں۔ [3]

---

[1] زرقانی شریف

[2] بیہقی شریف

[3] مدارج النبوت

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شرم وحیا

آپ کی شرم وحیا اور عفت وعصمت مشہور عالم ہے ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا عورتوں کے لیے سب سے بہتر چیز کیا ہے صحابہ کرام خاموش رہے حضرت علی فرماتے ہیں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور یہی سوال کیا انہوں نے کہا:

لا یرین الرجال ولا یرونھن۔

وہ مردوں کو نہ دیکھیں نہ مرد انہیں دیکھ سکیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو فرمایا:

فاطمہ بضعۃ منی واقعتا۔

ترجمہ: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ [1]

یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے جواب کی تائید فرمائی کہ فاطمہ جیسے میرے جسم کا حصہ ہے اس کے افکار وخیالات بھی میری تعلیم کا صحیح عکس ہیں۔

اے کاش آج امت مسلمہ سیدہ کائنات خاتون جنت کے ان افکار عالیہ سے روشنی حاصل کرے اور آج کی مسلمان خواتین آپ کی سیرت طیبہ کے سانچے میں خود کو اتار لیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے بچے کو مانگا آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر بچہ میری طرف بھیج دیا۔ (فتح القدیر) آپ کو پردے کا اس قدر خیال تھا کہ وصیت فرمائی میری موت کے بعد میرا جنازہ رات کو اٹھایا جائے اور چادر بھی مجھ پر ایسے نہ ڈالی جائے کہ وجود کا احساس ہو چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے ڈولی سی بنوائی جوان کے جنازہ والی چارپائی پر رکھ دی گئی اور اس پر چادر اوڑھا دی گئی جس کا بیان آگے رہا ہے۔

آپ کا صبر تحمل

آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف دیکھی مگر زبان پر حرف شکایت نہ لائیں بھوک اور پیاس

---

[1] دار قطنی

برداشت کی کئی کئی دن تک کھانا نہ ملا مگر صبر کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال ناممکن ہے۔

امام حسن فرماتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ ایک دن کے فاقہ کے بعد ہمیں کچھ کھانا میسر آیا حسین رضی اللہ عنہ اور والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانا کھالیا تھا مگر والدہ نے ابھی کھانا تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دے کر کہا میں دو دن کا بھوکا ہوں آپ نے مجھے فرمایا جاؤ کھانا اس سائل کو دے دو مجھے ایک دن سے فاقہ ہے اور اسے دو دن سے ہے اس کا حق مجھ سے زیادہ ہے۔ [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بیٹے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دے دی تھی جب وہ پیدا ہوئے تو جبریل امین مٹی لے کر آئے اور بتایا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں آپ کے اس بیٹے کو آپکی امت شہید کرے گی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ حسین کو صبر و اجر عطا فرما ابن عباس فرماتے تھے ہم اہل بیت کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حضرت حسین ایک دن قتل کیے جائیں گے۔ [2]

اس کے باوجود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اس پر دکھ کا اظہار نہ کیا اور یہ دعا نہ کی کہ میرا بیٹا قتل سے بچ جائے بلکہ ان کے لیے ثابت قدمی کی دعائیں کرتی رہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو جو غم و آلام کا طوفان سیدہ فاطمہ خاتون جنت کے قلب نازک پر آیا اس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد میں سے صرف آپ ہی اس وقت موجود تھیں گویا کوئی بھائی یا بہن دلاسہ دینے کو موجود نہ تھی آپ کا شعر کتب عربیہ میں مشہور ہے کہ آپ نے وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرمایا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب آپڑے ہیں اگر وہ دنوں پر پڑتے تو وہ راتیں بن جاتیں۔ [3]

یاد رہے یہ صدمہ پیارے ابا جان کے وصال اور جدائی کا فطری صدمہ تھا نہ کہ فدک وغیرہ کے ہاتھ سے جانے کا۔ اس کے باوجود اس صدمہ جانکاہ پر کسی نے آپ کے چلانے کی آواز نہیں سنی۔

---

[1] سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

[2] مستدرک

[3] مدارج النبوت جلد دوئم صفحہ ۴۴۲

آپ کی عبادت وریاضت

جس قدر آپ عابدہ زاہدہ تھیں اس کی مثال بھی مشکل ہے آپ ساری رات عبادت میں گزار دیتیں اور عبادت میں مشغولیت کے دوران ہی فجر کی اذان ہو جاتی تو آپ حسرت سے عرض کرتیں اے مولا ایک رات تو ایسی لمبی بنادے کہ تیری بندی فاطمہ جی بھر کے تیرا سجدہ ادا کر سکے۔ [1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی پیغام لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے دیکھا حسنین کریمین سو رہے ہیں اور آپ ان کو پنکھا جھولا رہی ہیں اور قرآن پڑھ رہی رہیں یہ منظر دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ [2]

آپ کا وصال شریف

سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس مرض میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اس میں آپ نے اپنی بیٹی کو بلایا اور ان سے سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں پھر دوبارہ ان کو بلا کر آپ نے سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں بعد میں میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا ماجرا تھا تو انہوں نے بتلایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتلایا کہ وہ اس مرض میں وصال کر جائیں گے تو میں رو پڑی پھر آپ نے مجھے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا: اِنِّیۡ اَوَّلُ اَهۡلِ بَیۡتِهٖ اَتۡبَعُهٗ میں آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے پیچھے جاؤں گی۔ (دنیا سے وصال کروں گی)۔ [3]

چنانچہ ایسے ہی ہوا اور وصال نبوی کے صرف چھ ماہ بعد آپ بھی انتقال فرما گئیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دنیا سے محبت نہ تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسقدر پیار تھا کہ یہ سن کر کہ آپ جلد دنیا سے کوچ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلی جائیں گی خوشی سے ہنس پڑیں۔

روایات بتاتی ہیں کہ وصال نبوی کے بعد کسی نے آپ کو مسکراتے نہ دیکھا سوا اس دن کے

---

1. روح البیان
2. سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
3. بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۲

جب آپ نے وصال کیا۔[1]

چنانچہ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات کو آپ دار فانی سے دار بقا کو کوچ فرما گئیں۔[2]
بعض کتابوں میں لکھا ہے آپ نے خود ہی اٹھ کر غسل فرمایا نئے کپڑے پہنے اور قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور کلمہ شریف پڑھتے ہوئے کوچ کر گئیں اس وقت آپ کی عمر قریباً چوبیس سال تھی۔

آپ کی تجہیز و تکفین اس طرح ہوئی کہ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے وصال کے بعد میری چارپائی یوں ظاہر طور پر اٹھائی جائے۔ (کیونکہ اس طرح میت کا وجود پوری طرح چھپتا نہیں) وہ کہنے لگیں میں آپ کے لیے ایسی چیز بناؤں گی جو میں نے ارض حبشہ میں دیکھی تھی آپ نے فرمایا وہ مجھے دکھاؤ چنانچہ حضرت اسماء نے چند ٹہنیاں منگوائیں اور انہیں کاٹ کر ان کی ڈولی سی بنائی گئی تو اسے دیکھ کر وہ مسکرا پڑیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد انہیں اس وقت پہلی مرتبہ مسکراتے دیکھا گیا، پھر ہم نے آپ کی رات کو تدفین کی۔ (حضرت محمد بن حنیفہ کی بیوی ام جعفر رضی اللہ عنہا اور انہی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا)۔

---

[1] حلیتہ الاولیا جلد دوئم صفحہ ۴۳

[2] مدارج النبوت۔

فصل دوم

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل

پہلی فضلیت: خواتین امت کی سردار

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنی چال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال سے بہت مشابہ تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت وہ آپ کے پاس آئیں جب کہ تمام ازواج رسول آپ کے پاس بیٹھی تھی اور وہ تمام آپ کے پاس ہی بیٹھی رہتی تھیں۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی تو آپ نے انہیں اشارہ کیا، پھر اپنے قریب دائیں طرف بٹھالیا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ سخت رونے لگیں، پھر آپ نے ان سے دوسری بات کہی تو وہ مسکرانے لگیں، میں نے بعد میں ان سے کہا کہ کیا بات تھی؟ وہ کہنے لگیں میں رسول خدا کا بھید نہیں کھول سکتی، جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو میں نے ان سے کہا میرا تم پر جو حق ہے (ماں کے حوالے سے) اس کی وجہ سے بتاؤ وہ کیا بات تھی جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے فرمائی وہ کہنے لگیں ہاں اب میں بتا سکتی ہوں پہلی مرتبہ آپ نے مجھے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ پر پورے قرآن کا معارضہ (دور) کرتے تھے مگر اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ معارضہ کیا ہے میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ میرا وصال قریب ہے تو تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کہ میں تمہارا سب سے بہتر پیش رو ہوں، تو میں رونے لگی یہ دیکھ کر آپ نے مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ اَمَا تَرْضِى اَنْ تَكُونِىْ سَيِّدَةَ نساء الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ سيدة نساء هٰذِهِ الْاُمَّةِ

ترجمہ: اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام مسلمانوں کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟

تو میں مسکرانے لگی جو تم نے دیکھا (یہ تھا میرے رونے اور مسکرانے کا راز) [1]

پیچھے بخاری شریف کی روایت گزری ہے وہ بھی سیدہ عائشہ ہی سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت اپنے ہنسنے کی وجہ یہ بتائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملوگی۔ (سب سے پہلے تمہارا وصال ہوگا) تو ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں باتیں ارشاد فرمائی ہوں حضرت فاطمہ کا سب سے پہلے آپ کو ملنا بھی اور ان کا سیدۂ خواتین امت ہونا بھی، بلکہ مجمع الزوائد کی ایک روایت کے مطابق ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حذیفہ یہ فرشتہ ابھی آسمان سے اترا ہے اور یہ زمین پر پہلے کبھی نہیں اترا تھا اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آکر سلام کہے اللہ نے اسے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ:

فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [2]

ان احادیث سے معلوم ہوا سیدہ فاطمۃ الزہرا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت مریم افضل ہیں یا فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا؟

اگر یہ شبہ ہو کہ قرآن میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے۔

وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: اے مریم ہم نے تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر چن لیا۔ [3]

اس سے نظر آتا ہے کہ حضرت مریم تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

---

1. مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹۰ باب فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا
2. ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ مناقب حسنین رضی اللہ عنہ
3. سورۃ آل عمران آیت ۴۲

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے صرف چن لینے کا ذکر فرمایا: وَاصْطَفَاكِ اور چن لینے کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ سارے جہاں میں صرف انہی کو اس امر کے لیے چنا گیا کہ بن باپ کے بیٹا عطا فرمایا یہ تو جزوی فضلیت ہوگئی اللہ نے یہ تمہیں فرمایا وَفَضَّلَكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ کہ اے مریم ہم نے تجھے تمام خواتین عام پر فضلیت دی ہے اور اگر چن لینے کا مطلب فضلیت دینا ہے تو وہ اس زمانہ کے تمام عالمین مراد ہیں جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ میں مسلمان خواتین کی سردار ہیں اسی لیے مسلم شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث میں سَيِّدَةُ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ کے الفاظ بھی ہیں اس کی مثال یوں ہے کہ بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن میں آیا:

وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں پر فضلیت دی۔ [1]

مگر اس سے اس زمانہ کے اہل عالمین مراد ہیں جب کہ مطلقا۔ رسول اکرم ﷺ کی امت تمام امتوں کی سردار ہے قرآن میں ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ۔ اور حدیث میں ہے:

اَنَا خَيْرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ خَيْرُ الامم۔

اور چونکہ حضور اکرم ﷺ کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور آپ کا زمانہ پچھلے زمانوں سے افضل ہے اس لیے اس امت کے عوام اور خواص سابقہ کے عوام اور خواص سے افضل ہیں اس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امت محمدیہ کی خواتین کی سرداری کی حیثیت سے سیدہ مریم سے بھی افضل قرار پائیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا؟

۱۔ بعض علماء کرام ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام امت مسلمہ کی خواتین کی سردار قرار دیا ہے ان کے دلائل یہ ہیں اللہ فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ کی بیویوں تم دوسری عورتوں سے کسی کی طرح نہیں ہو (سب سے

[1] سورہ بقرہ، آیت ۴۷

افضل ہو) اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ [1]

اور بلا اختلاف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج رسول ﷺ کی سردار ہیں اس طرح وہ ساری امت کی خواتین کی سردار ٹھہریں۔

۲۔ پھر یہ بات بھی مسلم ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دین کا ایک تہائی حصہ امت کو ملا اور قرآن میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: فرمادیں کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

یعنی جس کے پاس جتنا علم ہے وہ اتنا افضل ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے لحاظ سے تمام ازواج رسول ﷺ اور تمام بنات رسول سے کہیں بلند مرتبہ پر فائز ہیں تو قرآن کے اس اصول کے مطابق وہی سب سے افضل قرار پائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ماں ہیں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی اور ماں بیٹی سے درجے میں بلند ہوتی ہے۔

جنت میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول پاک ﷺ کے ساتھ ہونگی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ساتھ، تو جو امام الانبیاء کے ساتھ ہو اس کا درجہ دوسروں سے بڑھ کر ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں ان دلائل میں اپنی جگہ ایک وزن ہے اور اسی لیے بعض فقہاء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بعض وجوہ میں سیدہ حضرت عائشہ کو فضیلت حاصل ہے اور بعض میں سیدہ فاطمہ زہرا کو جیسے مشہور نظم بدء الامالی میں ہے۔

وللصديقة الرجحان فاعلم على الزهراء في بعض الخلال۔

ترجمہ: اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بعض صفات میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر ترجیح حاصل ہے تم جان لو۔ [2]

اور شرح بدء الامالی میں علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء نے یہاں دلائل کے

---

[1] سورہ احزاب

[2] رسالہ بدء الامالی صفحہ ۵

تعارض کی وجہ سے توقف اختیار کیا ہے دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی۔[1]

تاہم میرے ذہن میں بعض چیزیں آتی ہیں جن کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جو چار عدد دلائل پیش کے گئے ہیں ان کا جواب ممکن ہے۔

پہلی دلیل

یا نساء النبی لستن کاحد من النسآء کا معنی یہ بھی لیا گیا ہے کہ اے جماعت نسآء النبی یعنی اے گروہ ازواج رسول تم عورتوں کے کسی دوسرے گروہ سے افضل ہو تقدیر عبارت بنتی ہے یا جماعة نسآء النبی الستن کاحد من جماعات النسآء

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گروہ ازواج النبی کا ہر فرد دیگر جماعات خواتین کے ہر فرد سے افضل ہے کیونکہ یہاں جماعت ازواج النبی کو من حیث الجماعة فضیلت دی گئی ہے اس لیے ارشاد رسول ﷺ فاطمة سیدة نسآء ھذہ الامة سے کوئی تعارض نہ رہا۔[2]

دوسری تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس آیت میں جزوی فضیلت مذکور ہے کیونکہ اس کا آغاز یا نسآء النبی سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ نسآء النبی ہونے کی حیثیت سے وہ ہر دوسری عورت سے افضل ہیں جب کہ مسلم شریف کی حدیث مذکور میں سیدہ فاطمہ کو فضیلت مطلقہ دی گئی ہے اور جزوی فضیلت کا مطلق فضیلت سے کوئی تعارض نہیں اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو لازم آئے گا ہر زوجہ رسول سیدہ فاطمہ سے افضل ہو حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں یہ تاویل خود میری طرف سے ہے ممکن ہے درست ہو۔

دوسری دلیل

علمی فضیلت بھی من حیث العلم ہے وہ بھی کلی فضیلت نہیں اور علم میں سبقت رکھنے والا صرف علم میں افضل ہوتا ہے اور آیت مبارکہ قل ھل یستوی الذین یعلمون کا بھی یہی مفاد ہے، ممکن ہے وہ مجموعی طور پر مفضول ہو جیسے کئی تابعین علم میں کئی صحابہ کرام سے علمی لحاظ سے افضل تھے

---

[1] ردمحتار جلد ۳ صفحہ ۹۹ بات الکفاتہ

[2] روح المعانی ملخصا جز ۲۲ تحت ھذہ الآیہ

جیسے سید التابعین سعید بن مسیب جن سے صحابہ کرام علم سیکھتے تھے۔

کئی صحابہ وہ بھی تھے جنہیں صرف ایک بار زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوئی اور صرف ایک دو حدیثیں ہی مل سکیں جب کہ امت میں لاکھوں حدیثیں حفظ رکھنے والے امام بخاری جیسے محدثین بھی موجود ہیں مگر ایسے ہزاروں محدثین صحابہ میں سے کسی کم تر درجہ کے صحابی کی عظمت تک نہیں پہنچ سکتے اسی طرح سیدہ عائشہ ام المومنین علم میں حضرت فاطمہ زہرا سے کہیں افضل ہیں مگر کثیر احادیث کی روشنی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان پر مطلق فضلیت حاصل ہے جس میں کوئی قید نہیں (یہ جواب بھی میری طرف سے ہے)۔

تیسری دلیل

کہ حضرت عائشہ صدیقہ ماں ہیں اور حضرت زہرا بیٹی اور ماں ہمیشہ بیٹی سے افضل ہوتی ہے میں بھی کچھ کمزوری ہے یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی بیٹیاں بھی ماؤں سے افضل ہوتی ہیں کیا حضرت مریم علیہا السلام اپنی والدہ سے افضل نہیں؟ کیا حضرت رابعہ بصریہ اپنی والدہ سے افضل نہیں؟ اور حضرت عائشہ ام المومنین کی امومیت (ماں ہونا) بھی زوجیت نبویہ پر مبنی ہے وہ امومیت حقیقیہ نہیں وہ سارے مومنوں کی ماں ہیں اور مومنوں میں ان کے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور اس نسبت سے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں مگر صدیق اکبر بالا جماع ساری امت سے افضل ہیں۔

چوتھی دلیل

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور حضرت فاطمہ مولا علی کے ساتھ مگر یہ بتاؤ خود حضرت علی کہاں ہوگے وہ بھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس عظمت اور درجہ میں ہوں گے کہ فرمایا انت اخی فی الدنیا والاخرۃ

دوسری فضلیت، آپ سب عورتوں سے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھیں

جُمَیع بن عُمَیرُ کہتے ہیں میں اپنی چچی کے ساتھ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا میری چچی نے ان سے پوچھا ای الناس کان احب الی رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے

کون رسول خدا ﷺ کو سب سے پیارا تھا قالت فاطمہ ام المومنین نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب سے پیاری تھیں کہا گیا اور مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا زوجھا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی سب سے محبوب تر تھے۔ [1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سیدہ فاطمہ کے لیے بہت عقیدت و محبت تھی اور آپ کے شوہر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بہت احترام تھا یعنی تمام اہل بیت اطہار کے لیے بہت عقیدت و محبت تھی جو لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کے دل میں اہل بیت رسول کے لیے معاذ اللہ حسد تھا وہ سخت گمراہ اور گمراہ کن لوگ ہیں۔

تیسری فضیلت۔ رسول خدا آپ کو دیکھ کر محبت سے کھڑے ہو جاتے

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں میں نے فاطمہ بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی انسان ایسا نہیں دیکھا جس کی چال ڈھال اور سیرت نبی ﷺ کے ساتھ سے زیادہ ملتی ہو جب وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے اور جب رسول اکرم ﷺ ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کی پیشانی چومتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھا لیتیں۔ [2]

کیا عظیم قدر و مرتبہ ہے فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جن کے لیے محبوب خدا کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چوتھی فضیلت، حضور اپنے سفر کی ابتداء و انتہا بیت فاطمہ پر کرتے تھے:

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا ﷺ جب کسی غزوہ یا سفر سے لوٹتے تو پہلے مسجد میں آتے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے پھر اپنی ازواج کے ہاں آتے، ایک بار جب آپ ﷺ مسجد سے نکلے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور آپ رو رہی تھیں فرمایا بیٹی کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا یا رسول ﷺ آپ کے بال غبار آلود ہیں اور کپڑے بھی گرد سے اٹے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیٹی نہ رو اللہ رب العزت نے تمہارے باپ کو عظیم ڈیوٹی

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ فی فضل فاطمۃ

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ بات فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا

دے کر بھیجا ہے ایک دن آئے گا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہیں بچے گا جس میں اس دین کی وجہ سے عزت یا ذلت داخل نہ ہو جائے (ماننے والوں کے گھر میں عزت اور منکروں کے گھر ذلت) اور یہ دین وہاں وہاں پہنچے گا جہاں جہاں رات چھاتی ہے۔ [1]

پانچویں فضیلت: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کی تکلیف میری تکلیف ہے

حضرت مسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے منبر پر فرماتے ہوئے سنا بے شک بنو ہشام بن مغیرہ مجھ سے یہ اجازت چاہ رہے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں میں انہیں یہ اجازت نہیں دوں گا۔ (یہ تین بار فرمایا) مگر یہ کہ ابن ابی طالب اگر چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے کیونکہ میری بیٹی میرے وجود ہی کا حصہ ہے جو چیز اسے گمان میں مبتلا کرے وہ مجھے گمان میں ڈالتی ہے جو چیز اسے ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔ [2]

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے حضرت علی نے پیغام نکاح دیا یہ بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوئی تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور بتایا کہ اسماء حضرت علی سے شادی کر رہی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماکان لھا ان تؤذی رسول اللہ ﷺ اسماء کو کیا حق ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دے۔ [3]

چھٹی فضیلت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسب آپ سے چلی

پیچھے بھی گزر چکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی امانت انہوں حاصل کی، آپ کے بیٹے تو بچپن میں فوت ہو گئے تا کہ ایسا نہ ہو کہ اگر ان میں سے کوئی بڑا ہو کر زندہ رہے تو اسے آپ کے بعد نبی تصور کر لیا جائے اسی لیے اللہ نے آیت ختم نبوت میں فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

---

[1] مستدرک شریف جلد سول صفحہ ۱۲۹

[2] مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹۰ فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا

[3] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۰۶ مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

جب کہ آپ کی باقی بیٹیاں بھی سلسلہ نسب کے بغیر فوت ہو گئیں، صرف حضرت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں دو بچے ہوئے مگر دونوں بچپن میں فوت ہوئے اس طرح سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے آگے منتقل ہوا صاحب الاصابہ امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ انقطع نسل رسول الله ﷺ الامن فاطمه یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل مبارک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سوا باقی اولاد سے منقطع ہو گئی۔ [1]

کیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باغ فدک چھین لیا تھا؟

شیعہ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح ہونے پر وہاں سے جو فدک نامی باغ حاصل ہوا وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیدیا تھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ ان سے وہ باغ چھین لیا اور جو سیدہ کو ایذاء دے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دیتا ہے اور آپ کو ایذاء دینے والوں کے لیے اللہ نے فرمایا: ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة۔ اس کے جواب میں ہم یہی کہتے ہیں الا لعنة الله علی الکاذبین

شیعوں کے دو متضاد دعوے

ایک طرف شیعہ حضرات کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت و آت ذی القربی حقه کے نزول پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک دیدیا تھا، دوسری طرف کہتے ہیں یہ باغ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کی وارث تھیں کیونکہ آپ کی باقی ساری اولاد فوت ہو گئی تھی صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باقی تھیں اس لیے انہیں کو وراثتاً باغ ملنا تھا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں لینے نہ دیا ان دونوں دعووں میں کھلا تضاد ہے اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ باغ حیات نبوی میں دیدیا گیا تھا تو پھر وراثت کا کیا معنی وہ تو پہلے ہی حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں تھا اور اگر وراثت میں وہ ان کو ملتا تو پھر حیات نبوی میں انہیں باغ کا مالک بنایا جانا کھلا جھوٹ ٹھہرا اب بتائیے سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دعوے جھوٹے ہیں حضرت فاطمہ کو یہ باغ نہ ظاہری حیات نبویہ میں دیا گیا نہ انکو وراثت میں ملنا تھا بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی ریاست کا

---

[1] الاصابہ فی معرفتہ الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۷ حرف لفاء

حاکم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے علاقہ خیبر کے مفتوحہ علاقوں کے منتظم تھے آپ وہاں کی آمدن میں سے اپنے اہل بیت منجملہ ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ اوران کی فیملی کے روزمرہ اخراجات کے لیے بقدر ضرورت حصہ لے کر باقی سب آمدن اہل اسلام کے غرباء و یتامیٰ اور دیگر مستحقین میں تقسیم فرماتے تھے۔

علاقہ فدک پر لشکرکشی نہیں ہوئی تھی لڑائی کے بغیر صلح کے ساتھ یہ علاقہ یہود خیبر نے نبی اکرم ﷺ کو دیدیا تھا اس لیے شیعوں کی معتبر تاریخ ناسخ التواریخ حالات سیدہ فاطمہ جلد ۲ صفحہ ۸۳ اور اصول کافی جلد اول صفحہ ۵۴۳ دیکھئے

اور ایسے علاقے کا حکم اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان فرماتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ترجمہ: اور جو علاقہ اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) کو کفار سے لوٹایا تو تم نے اس پر نہ اونٹ دوڑائے ہیں نہ گھوڑے مگر اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو اللہ نے اپنے رسول پر لوٹایا بستیوں والوں سے تو وہ اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اور (رسول ﷺ کے) قریبی رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں کے لیے۔ [1]

جب یہ واضح ہوگیا کہ فدک کا باغ لڑائی کے بغیر صلحاً رسول کریم ﷺ کے ہاتھ آیا اس پر لشکر کشی نہیں ہوئی اور جو علاقہ اس طرح فتح ہو اس کا حکم اللہ نے بیان فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور رسول کے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور دیگر حاجت مندان اہل اسلام کے لیے ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ نے تمام یتامیٰ و مساکین کو محروم کر کے وہ سب علاقہ اپنی بیٹی کے نام کر دیا تھا؟

---

[1] سورۃ حشر آیت ۶ تا ۷

حق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس حکم خداوندی کے مطابق باغ فدک میں سے اپنی ازواج اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی فیملی اور دیگر اہل بیت کو بقدر ضرور حصہ دیتے تھے او باقی غربا و یتامیٰ پر صرف فرماتے تھے جب آپ کا وصال ہوا تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ شائد یہ باغ نبی اکرم ﷺ کی ملکیت تھا اور میں بیٹی ہونے کی حیثیت سے آپ کی وارثہ ہوں تو مجھے یہ باغ ملنا چاہیے مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ رسول اکرم ﷺ جس طرح اپنی زندگی میں فدک کے علاقہ میں تصرف فرماتے تھے میں بھی اسی طرح کروں گا اہل بیت رسول اکرم ﷺ کو جو حصہ حیات رسول میں ملتا تھا وہ بدستور ملتا رہے گا جب کہ رسول اکرم ﷺ نے خود فرما دیا کہ ہم گروہ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم آپ کی فضیلت سے خوب واقف ہیں آپ جو فیصلہ کریں گے وہ سنت نبوی کے مطابق ہی کریں گے۔[1]

ہم شیعوں سے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ اگر باغ فدک رسول ﷺ کی میراث کے طور پر سیدہ فاطمہ کو ملنا تھا تو آپ اکیلی وارث کیسے بن گئیں کیا رسول اللہ ﷺ کے ازواج مطہرات آپ کی بیویاں ہونے کی حیثیت سے آپ کی وارث نہ تھیں؟ پھر ان ازواج مطہرات میں کیا خود ابوبکر صدیق نے اپنی بیٹی یا دیگر ازواج کو تو فدک میں سے حصہ دیدیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کی بیٹی کو محروم رکھا؟ نہیں، بلکہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول خدا ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے چاہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجیں کہ فدک میں سے ہمیں وراثت کا حصہ دیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سمجھا دیا کہ رسول اکرم ﷺ کی میراث نہیں ہے تو وہ مطمئن ہو گئیں گویا جو سوال حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذہن مبارک میں آیا وہی سوال ازواج مطہرات کے خیال میں بھی پیدا ہوا تھا اور اس کا جواب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہی دیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دیا۔ حضرت مولا علی کا دور خلافت آیا تو سنت صدیقی کے مطابق ہی فدک کے احکام چلتے رہے۔

الغرض ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے ذرہ برابر بھی زیادتی نہ فرمائی اور وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

---

[1] بخاری کتاب الخمس

رہا یہ سوال کہ بخاری شریف میں ہے جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کو باغ فدک نہ دیا تو وہ غضبناک ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی تو ہم عرض کرتے ہیں دراصل یہ ایک راوی کی اپنی غلط فہمی کا نتیجہ ہے امام زہری نے حضرت عروہ بن زبیر کے واسطہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی آگے امام زہری سے ان کے تین شاگرد صالح، شعیب اور خالد الگ الگ روایتوں میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں شعیب اور صالح کی روایت بخاری میں ہے۔ [1] اور خالد کی ابوداود میں۔ [2]

صرف صالح کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سیدہ غضب ناک ہوگئیں باقی کسی روایت میں نہیں دوسری روایتوں میں صرف یہ الفاظ ہیں کہ سیدہ فاطمہ نے اس بارہ میں دوبارہ کلام نہ کیا جس سے صالح نے سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ نے غضب ناک ہو کر اس بارہ میں بات چھوڑ دی، مگر کسی روایت میں سیدہ فاطمہ کے اپنے الفاظ ایسے کہیں بھی نہیں کہ انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غضب ناک ہو کر کچھ سخت الفاظ کہے ہوں تو راوی کو کیسے پتہ چل گیا کہ غضب ناک ہوگئی تھیں غضب یا خوشی تو دل کا معاملہ ہے وہ راوی تک کیسے پہنچا پھر یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ اور ابو طفیل رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے اور کسی میں سیدہ کا غضب ناک ہونا مذکور نہیں۔ [3]

---

[1] دیکھیے بخاری جلد اول ۵۲۶۔

[2] ابوداوٗ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸

[3] دیکھے مسند احمد حنبل ترتیب فقہی جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۳ اور فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۵۱

باب سوم

مناقب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

فصل اول:

آپ کے مختصر احوال زندگی

آپ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر جو کچھ صاحب استیعاب علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے وہ جامع و مانع ہے اگرچہ اس کے بعض حصوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس جگہ اسی کا خلاصہ ذکر کر رہے ہیں۔ جن مقامات پر ہمیں اختلافات ہوں گے ان پر بعد میں وضاحت لکھ دی جائے گی۔ انشاء اللہ!

ولادت

آپ ہجری ۳ میں نصف رمضان کو پیدا ہوئے یہی روایت صحیح ترین ہے۔ آپ کی ولادت کے ساتویں روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں دنبہ ذبح فرمایا: سر منڈوایا اور بالوں کا چاندی سے وزن کر کے وہ چاندی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صدقہ کی گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب حسن پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: حَرب (جنگجو) فرمایا: بَلْ هُوَ حَسَن نہیں اس کا نام حسن ہے۔ جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو فرمایا تم نے کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا حَرب فرمایا نہیں اس کا نام حسین رضی اللہ عنہ ہے۔ پھر جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر یہی پوچھا میں نے پھر حَرب نام بتایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا نام محسن ہے۔ اسد الغابہ میں اتنا زیادہ

ہے کہ فرمایا کہ میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے ناموں پر یہ نام رکھے ہیں (یعنی حسن، حسین اور محسن)

آپ سے رسول کریم ﷺ کو والہانہ پیار تھا آپ کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ اُخروی فائدے کے لئے دنیوی حکومت ترک کر دی اور فرمایا جب سے میں نے نفع ونقصان کی سوجھ بوجھ حاصل کی ہے مجھے یہ بات کبھی اچھی نہیں لگی کہ کسی ایک شخص کا خون کر کے امت محمدیہ پر حکومت حاصل کروں۔

آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گرد محاصرہ کے ایام میں ان کی سب سے زیادہ مدد کی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت

جب آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید کر دیئے گئے تو چالیس ہزار افراد نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی انہی چالیس ہزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ان کی شہادت سے قبل بیعت کی تھی اور ان سے بڑھ کر وہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت واطاعت کرنے والے تھے اس کے بعد آپ تقریباً سات ماہ عراق میں بطور خلیفۃ المسلمین رہے۔ عراق، حجاز اور خراسان یہ سب علاقہ آپ کے زیر نگیں تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکلے، (کوفہ کے قریب) مقام مسکن پر دونوں لشکر ایک کے مقابل صف آرا ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر دوسرے پر اس وقت تک غالب نہیں آسکتا جب تک اس کی اکثریت کو تہ تیغ نہ کر ڈالے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ انہیں حکومت سپرد کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ حجاز و عراق کے کسی شخص سے کوئی ایسی چیز نہیں مانگیں گے جو اس کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہے (یعنی اہل حجاز و عراق کو جان ومال کا تحفظ ملے گا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کمال خوشی سے جواب دیا کہ درست ہے البتہ دس آدمیوں کو معافی نہیں دی جائے گی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے دوبارہ انہیں خط دیا کہ ہر شخص کو تحفظ دینا ہوگا تو انہوں نے کہا کہ میں نے قسم اٹھارکھی ہے کہ قیس بن سعد کی زبان اور ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پھر خط لکھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ قیس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے تو میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کروں گا۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سادہ کاغذ بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس پر جو چاہیں لکھ دیں مجھے منظور ہوگا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے تب صلح قبول کر لی اور شرط رکھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے وصال کے بعد اگر آپ رضی اللہ عنہ زندہ ہوئے تو خلافت آپ رضی اللہ عنہ کو لوٹا دی جائے گی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط قبول کر لی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اب اہل کوفہ کی شرکت ختم ہو گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ چالیس ہزار افراد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی (اور انہیں چالیس ہزار نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بھی بیعت کی) قسم بخدا یہ اس وقت تک قتل نہ ہونگے جب تک اتنی تعداد میں اہل اسلام قتل نہ ہو جائیں۔ پھر ان کے بعد زندگی میں کچھ خیر نہ رہے گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا

ابن سوذب کہتے ہیں شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسن رضی اللہ عنہ اہل حجاز و عراق کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام کے ساتھ۔ دونوں کا سامنا ہوا امام حسن رضی اللہ عنہ نے قتال پسند نہ کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس شرط پر بیعت قبول کر لی کہ ان کے وصال کے بعد خلافت آپ کو لوٹا دی جائے گی تو آپ کے ساتھیوں نے سخت برا منایا اور کہا یا عار المومنین اے مومنوں کے لئے وجہ شرمندگی (معاذ اللہ) آپ نے فرمایا: العار خیر من النار عار نار سے بہتر ہے۔

ابو غریف کہتے ہیں میں لشکر امام حسن رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں تھا۔ ہم بارہ ہزار تھے ہماری تلواروں سے لڑائی کی حرص کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم اہل شام کو نگل جانے والے تھے اچانک ہمیں امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کی خبر ملی تو غم وغصہ سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ جب صلح کے بعد آپ کوفہ آئے تو ایک بوڑھے شخص سفیان بن ابی لیلیٰ نے آپ سے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اے مومنوں کی تذلیل کرنے والے آپ پر سلام ہو (معاذ اللہ) آپ نے فرمایا میں مومنوں کو رسوا کرنے والا نہیں ان کی جان بچانے والا ہوں۔ مجھے حکومت کے لیے مومنوں کا قتل گوارا نہیں۔

شرجیل ابن سعد کہتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ حکومت کی۔ پھر ۴۰ ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے لوگوں کو حج کروایا (امیر الحجاج بنے حالانکہ حجاز پر امام حسن کی حکومت تھی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۴۱ ھ جمادی الاول کے نصف میں امیر معاویہ کو حکومت سپرد کی۔

شعبی کہتے ہیں جب امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح ہوئی تو امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اٹھ کر خطبہ دیں اور سارا ماجرا لوگوں کا بتائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر خطبہ دیا اور فرمایا اللہ کے لیے حمد ہے جس نے تمہارے پہلے لوگوں کو ہم اہل بیت کے ذریعے ہدایت دی اور تمہارے پچھلے لوگوں کو ہمارے ذریعے ہلاکت سے بچایا۔ یاد رکھو تم میں سے دانا وہ ہے جو متقی ہے اور سب سے عاجز وہ ہے جو فاسق ہے یہ حکومت جس میں میں نے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں یا معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ حق دار ہے۔ ہم نے یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے ہمیں امت محمدیہ کا خون زیادہ عزیز ہے پھر آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ کیا خبر یہ معاملہ تمہارے لیے آزمائش اور چند دن کی عیش ہو یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے۔

آپ کا وصال

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کب ہوئی اس میں اختلاف ہے ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں، بہر حال آپ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ سعید بن العاص نے جو اس وقت امیر مدینہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں امامت کی اجازت دی اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی (کہ حاکم ہی جنازہ پڑھاتا) تو میں تجھے آگے نہ بڑھنے دیتا۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ان کے حجرہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے، کیونکہ خود امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں حضرت ام المومنین سے اس کا سوال کیا تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد مروان اور دیگر بنو امیہ نے ایسا نہ کرنے دیا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے جبکہ آپ اپنی موت وحیات کی جنگ لڑ رہے تھے آپ نے فرمایا اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا مگر جتنا تیز زہراب دیا گیا اتنا تیز زہر پہلے کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ میرا جگر کٹ کر نکل رہا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیا تم انہیں قتل کرو گے؟ پھر فرمایا نہیں میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والا ایک شخص نہیں ایک سے زائد لوگ تھے

ممکن ہے بنو امیہ کے بعض بد بخت ہوں جنہوں نے محض اپنی شقاوت قلبی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی مرضی سے آپ کو زہر دی ہو، تاکہ آئندہ ان کے خاندان کو کوئی مشکل نہ رہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کوفیوں نے آپ کو زہر دیا ہو جن کو یہ شدید صدمہ تھا کہ آپ نے حکومت امیر معاویہ کے سپرد کیوں کر دی) شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چھیالیس برس تھی۔

آپ کی تدفین

متعدد طرق سے یہ روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بھائی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو والدِ گرامی رضی اللہ عنہ نے حکومت کی خواہش کی مگر اللہ نے اسے آپ سے دور کر دیا۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے پھر اس کی خواہش کی مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت چھ رکنی کمیٹی بنا دی اور انہیں اس میں شامل کیا۔ تب انہیں یقین تھا کہ خلافت انہیں کو ملے گی مگر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملی۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت پر ان کی بیعت کی گئی مگر اس کے بعد اس سے خلافت میں تنازع شروع ہو گیا۔ انہوں نے تلوار چلائی مگر وہ اطمینان سے خلافت نہ کر سکے، خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ ہم اہل بیت میں نبوت اور خلافت دونوں جمع ہوں گی (یعنی ہم خاندان نبوت ہیں۔ ہمارے لئے یہی بڑا اعزاز ہے خلافت ہمیں ملتی نظر نہیں آتی نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے) مجھے یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ جاہلانِ اہل کوفہ تمہیں پھسلائیں اور تمہیں (طلب خلافت کے لئے) گھر سے نکالیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر فوت ہو جاؤں تو ان کے حجرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جاؤں انہوں نے مجھے ہاں کہہ دیا تھا۔ شاید حیا کے مارے کہہ دیا ہو۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو تم ان سے دوبارہ یہ مطالبہ کرنا اگر وہ خوشی سے مان جائیں تو بہتر ہے مگر میرا خیال ہے کہ لوگ تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان سے جھگڑا نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا جو لوگ وہاں مدفون ہیں ان کی زندگی نمونہ ہے

آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے یہی مطالبہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نعم و کرامة ہاں بڑی کرامت کیساتھ۔ مروان کو پتہ چلا تو اس نے

کہا کہ تم سب جھوٹ کہتے ہو بخدا وہ وہاں دفن نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن نہ ہونے دیا اور اب حسن رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اسلحہ اٹھا لیا مروان نے بھی لڑائی کی تیاری کر لی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہنے لگے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے نہیں دیا جا رہا؟ خدا کی قسم وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ پھر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور قسم دلا کر کہا کہ کیا آپ کے بھائی نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ لڑائی کا ڈر ہو تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آخر وہ راضی ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنت البقیع لے جایا گیا۔ بنو امیہ میں سے آپ کے جنازہ میں سعید بن العاص کے سوا کوئی شامل نہ ہوا۔ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ انہیں خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے آگے کیا اور فرمایا یہی سنت ہے۔ اس کے بعد آپ کو اپنی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ [1]

آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا تھا

یہ بات آج معمہ ہے۔ مشہور یہی ہے کہ آپ کی بیوی (جعدہ بنت اشعث) نے زہر دیا تھا مگر اس نے خود دیا یا کسی کے کہنے پر دیا کچھ پتہ نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا مگر آپ نے بتایا نہیں۔ مگر اب کچھ ناہنجار و بداطوار لوگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں مگر ان کے پاس کچھ دلیل نہیں ہے۔ یہ کہہ دینا کہ فلاں فلاں کتاب میں لکھا ہے قتادہ نے کہا یا فلاں نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دیا ہے۔ سخت بے اصل و بے بنیاد دلیل ہے۔ اولاً ایسی روایتوں کا کوئی سر و پا نہیں ان کی کوئی سند نہیں، ہوائی بات ہے، ثانیاً عقلاً بھی ان کی کچھ حیثیت نہیں۔ جب خود امام حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھے جانے کے باوجود کچھ نہیں بتایا تو قتادہ یا کسی اور کو کس نے بتا دیا؟ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں بعض نے روایت کیا کہ یزید بن معاویہ نے آپ کو زہر دلوایا مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں، وعدم صحته عن ابیه معاویه بطریق اولیٰ اور اس کے باپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس امر کی عدم صحت زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ [2]

---

[1] استیعاب جلد اول از صفحہ ۳۲۹ تا ۳۷۸

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۴۴ ذکر ۴۹ھ

فصل دوم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

آپ کی فضیلت میں احادیث نبویہ:

۱۔ حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُحِبَّہٗ فَاَحِبَّہٗ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ [۱]

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں دن کے کسی پہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ باہر نکلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ سے بات نہیں کر رہے تھے نہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کوئی عرض کر رہا تھا، تا آنکہ سوق بنی قینقاع آ گیا وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس لوٹے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور فرمایا کیا یہاں چھوٹا بالکا (پیارا بچہ) ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بالکا ہے؟ یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ ہم نے سوچا شاید ان کی والدہ انہیں تیار کر رہی ہیں تاکہ نہلا دھلا کر کپڑے پہنا کر بھیجیں اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو باہم چمٹا لیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ [۲]

۳۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو کندھے پر بیٹھا رکھا تھا اور فرماتے تھے اے اللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے دوستی رکھ۔ [۳]

۱۔ مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸۲

۲۔ مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۲

۳۔ بخاری شریف اول صفحہ نمبر ۵۳۰

۴۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ بَیْنَ فِئَتَیْنِ

ترجمہ: یہ میرا بیٹا حسن سید ہے اللہ اس کے ہاتھوں پر دو گروہوں کے درمیاں صلح فرمائے گا۔ [1]

۵۔ حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث یوں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ فرما تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نظر لوگوں کو دیکھتے اور ایک نظر حسن رضی اللہ عنہ کو اور فرماتے:

اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُصْلِحُ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سید ہے اور شائد اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروادے۔ [2]

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَشْبَہَ بِالنَّبِیِّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ۔

کوئی شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم شکل نہیں تھا۔ [3]

۷۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہے اور (شاعرانہ انداز میں) کہہ رہے ہیں۔ بِاَبِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْھاً بِعَلِیٍّ مجھے اپنے باپ کی قسم، یا میرا باپ قربان اے حسن تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہے۔ علی سے تو مشابہ نہیں حضرت عقبہ کہتے ہیں وَعَلِیٌّ یَضْحَکُ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر مسکرا رہے تھے۔ [4]

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۸

[2] بخاری شریف جلد اول ۵۳۰ مناقب حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ

[3] بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۰

[4] بخاری شریف جلد اول ۵۳۰

فصل سوم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ حمیدہ

آپ کی عبادت

البدایہ والنہایہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے اوصاف خلاصۃً درج کیے جاتے ہیں۔ اور یہ اوصاف حمیدہ ہی کسی آدمی کی حقیقی فضیلت ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں صبح کی نماز ادا کرتے اور اس وقت تک عبادت میں مشغول رہتے جب سورج نکل آتا۔ اس کے بعد بزرگ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بیٹھتے اور دینی مسائل پر گفتگو ہوتی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پچیس مرتبہ پیدل حج بیت اللہ ادا کیا۔ بخاری شریف میں تعلیقاً مروی ہے کہ آپ نے پیدل چل کر حج کیا حالانکہ اونٹیناں آگے آگے چل رہی تھیں۔ آپ فرماتے تھے مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس کے گھر میں حاضر ہوں اور پیدل نہ چلتا ہوں۔ بعض مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ میں پوری سورۃ ابراہیم تلاوت فرما دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ روزانہ سونے سے قبل سورہ کہف پڑھ کر سویا کرتے۔ (جو آدھے پارے سے زائد ہے) سوہ کہف ایک تختی پر لکھی تھی وہ تختی آپ اپنے ساتھ رکھتے۔ جس بھی زوجہ کے پاس جاتے وہ ساتھ ہوتی۔ آپ اپنے بستر پر بیٹھ کر سونے سے قبل اسے پڑھ لیتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ تین مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال تقسیم کر دیا اور دو مرتبہ تو اپنی مملوکہ چیز سے مکمل تہی دست ہو گئے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں بسا اوقات آپ ایک آدمی کو ایک لاکھ درہم دے ڈالتے۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھا دعا مانگ رہا تھا اے اللہ اسے دس ہزار درہم کا مالک بنا دے آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے گھر گئے اور اسے

اتنی رقم بھجوادی۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ رنگ غلام کو دیکھا جو روٹی کھا رہا تھا ایک لقمہ وہ اپنے منہ میں ڈالتا اور ایک قریب بیٹھے ہوئے کتے کے منہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم ایسا کیوں کر رہے ہو کہنے لگا مجھے حیا آتی ہے کہ میں خود کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہیں ٹھہرنا میرا انتظار کرنا میں ابھی آتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ اس غلام کے آقا کے پاس گئے اور اسے اس سے خرید لیا اور وہ جگہ بھی خریدی جہاں وہ غلام بیٹھا تھا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا اور وہ جگہ بھی اس کے ملک کر دی۔

آپ کی کثرتِ اِزواج کی حکمت

آپ رضی اللہ عنہ نے بہت شادیاں کیں اس میں فضیلت کا ایک پہلو ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ چار آزاد عورتیں آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہمیشہ رہتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ طلاق بھی بہت دیتے تھے ساتھ بطورِ احسان بھی بہت دیتے تھے۔ (گویا یہ بھی غریب پروری کا ایک انداز تھا آپ رضی اللہ عنہ غریب لوگوں میں شادی کر کے جہاں انہیں خاندانِ نبوت میں رشتہ داری کی عظیم نسبت سے نوازتے اور معاشرے میں ان کا مقام بلند کرتے تھے وہاں انہیں احسان کی صورت میں مالی تعاون بھی بڑی فیاضی اور کثرت سے عطا فرماتے تھے)۔

مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ستر کنواری عورتوں سے نکاح فرمایا۔ مذکور ہے کہ ایک دن آپ نے دو عورتوں کو بیک وقت طلاق دی۔ ایک بنی اسد سے تھی اور ایک بنی فزارہ سے۔ اور ہر ایک کو دس ہزار درہم اور شہد کے کئی برتن بھیجے اور غلام سے کہا کہ ذرا سننا کہ دونوں کیا کہتی ہیں۔ فزاریہ نے کہا اللہ ان کو جزائے خیر دے اور مزید دعائیں دیتی رہی۔ اسدیہ نے کہا بچھڑ جانے والے محبوب کی طرف سے یہ چھوٹا سا تحفہ ہے۔ آپ نے اسدیہ سے رجوع فرمالیا اور فرازیہ کو رہنے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے فرماتے لَا تُزَوِّجُوْهُ فَإِنَّهُ مِطْلَاقٌ اس سے نکاح نہ کرو یہ طلاق بہت دیتا ہے۔ تو بنی ہمدان کے ایک آدمی نے کہا وَاللّٰهِ لَنُزَوِّجَنَّهُ فَمَا رَضِيَ اَمْسَكَ وَمَا كَرِهَ طَلَّقَ بخدا ہم ان سے (اپنی عورتیں) ضرور بیاہیں گے جو انہیں پسند آئے رکھ لیں اور جو نہ آئے طلاق دے دیں (گویا اہل کوفہ آپ رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکیاں بیاہنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح فرمایا اور اسے ایک سولونڈیاں دیں۔ ہر لونڈی کے پاس ایک ہزار درہم تھا (گویا سولونڈیاں اور ایک لاکھ درہم اسے بطور مہر عطا فرمایا) یاد رہے کہ جو عورتیں باصرار نکاح کرتی تھیں وہ انتہائی باخدا ہوتی تھیں آپ سے طلاق کے بعد پوری زندگی اللہ اللہ کرتے گزار دیتیں انہیں فخر ہوتا تھا کہ روز قیامت ہم خاندانِ نبوت سے ایک خصوصی تعلق کے ساتھ اٹھیں گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلم

آپ رضی اللہ عنہ کی بربادی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کی طرح معروف تھی۔ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں مروان رو رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا آج تم ان پر رو رہے ہو کل تک تم انہیں تکلیفیں دیتے رہے مروان کہنے لگا میں جس انسان سے وہ معاملہ کرتا تھا اس کا حلم اس پہاڑ سے بھی زیادہ تھا اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ محمد بن سعد کہتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان خصومت تھی۔ مروان امام حسن رضی اللہ عنہ سے سخت بولنے لگا جب کہ آپ خاموش تھے۔ مروان نے آپ کے دائیں ہاتھ پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے فرمایا تم پر افسوس ہے تم جانتے نہیں کہ دائیں ہاتھ چہرہ دھونے اور بایاں شرم گاہ دھونے کے لیے ہے؟ اف ہے تم پر۔ تو مروان خاموش ہو گیا (یعنی آپ نے سخت سے سخت لفظ صرف "اف" کہا) دراصل آپ رضی اللہ عنہ کی نرمی بے حد تھی جذبہ انتقام کا نام تک نہ تھا۔ اسی لئے آپ نے حکومت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دی۔ اسی لئے آپ میں تحمل کا مادہ بھی بے پناہ تھا۔

تنبیہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر گفتگو کے آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے بتا دیا کہ وہ ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ آج جو لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی اور جہنمی قرار دیتے ہیں اور خود کو اہل سنت بھی سمجھتے ہیں وہ حقیقتاً اہل سنت سے نکلے ہوئے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نواسہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (معاذ اللہ) ایک جہنمی کی بیعت کی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ضرور کیا تھا

مگر وہ مجہتد تھے۔ ان کی غلطی اجتہادی تھی۔ آپ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو دندناتے پھرتے ہیں انہیں قرار واقعی سزا کیوں نہیں دیتے؟ جب تک وہ انہیں سزا نہیں د گے میں بیعت نہیں کروں گا بہرحال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس خیال اور رائے میں غلطی تھی۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیتے تو ممکن تھا ان کو اتنی قوت مل جاتی کہ وہ ان قاتلوں کو سزا دے سکے الغرض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ یہی امام غزالی، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق، محدث دہلو امام ابن کثیر امام ابن حجر اور دیگر محدثین امت اور ائمہ دین کا فیصلہ اور عقیدہ ہے۔ تفصیل کے میرے والد صاحب علامہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ“ پڑھیں۔ حضور غو پاک شہنشاہ بغداد اور حضور داتا گنج بخش قدس سرہما العزیز، حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور اعلیٰ حض فاضل بریلوی اور صاحب بہار شریعت سب کا یہی عقیدہ ہے۔

باب چہارم

مناقب سید الشہدا حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

پچھلے باب کی طرح یہاں بھی ہم پہلی فصل میں امام عالی مقام سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی بیان کریں گے جس میں واقعہ کربلا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس واقعہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی بنیاد پر اموی خاندان ان کی ایک سو سالہ خلافت کا آفتاب ڈوب گیا اور چھ سو سالہ خلافت عباسیہ نے جنم لیا۔ اس واقعہ کو آج تک اہل ایمان بھلا نہیں سکے اور جب بھی ماہ محرم آتا ہے اہل اسلام کے دلوں میں شہادت نواسہ رسول ﷺ کا زخم تازہ ہو جاتا ہے آنکھیں برسنے لگتی ہیں اور تاقیامت برستی رہیں گی۔ اور اس کے بعد دوسری فصل میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد بیان کیے جائیں گے۔

فصل اول

سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے احوال زندگی

ولادت باسعادت

آپ ۴ھ ہجری شعبان المعظم کو دنیا میں تشریف لائے۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر صرف ایک طہر گزرا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی رحم مادری میں جلوہ گری ہوگئی۔ ولادت امام حسن اور استقرارِ حمل حسین بن علی رضی اللہ عنہما میں صرف پچاس دن کا وقفہ تھا۔ (الاستیعاب)

سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث (حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمِ رسول ﷺ کی بیوی) کہتی ہیں کہ:

رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں عرض کیا یارسول اللہ میں نے آج رات بڑا خوفناک خواب دیکھا ہے فرمایا کیا دیکھا ہے؟ کہنے لگیں وہ خواب بہت پریشان کن ہے۔ فرمایا پھر بھی وہ کیا ہے؟ کہا میں نے دیکھا کہ جیسے آپ ﷺ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری جھولی میں ڈال دیا گیا ہو۔ نبی ﷺ نے سن کر فرمایا: رَأَیتِ خَیراً۔ تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَاماً یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِکِ یعنی تم نے بہت اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا انشاء اللہ ایک بیٹے کو جنم دیں گی اور وہ تمہاری گود میں آئے گا۔

چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا اور ام فضل رضی اللہ عنہا کی جھولی میں ڈال دیا۔ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ایک روز میں نے دیکھا رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں برس رہی تھیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے (امام حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرے گی۔

میں نے پوچھا کیا آپ ﷺ کی امت اس بچے کو قتل کرے گی؟ فرمایا ہاں، اور جبریل اس جگہ کی سرخ مٹی بھی میرے پاس لائے جہاں اسے قتل کیا جائیگا۔ [1]

روایات میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو لا کر آپ ﷺ کی گود میں رکھا گیا آپ ﷺ نے ان کا منہ کھول کر اس میں اپنی زبان مبارک ڈالی اور اپنا لعاب دہن چسایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک یوں چوس رہے تھے جیسے کوئی کھجور کو منہ میں رکھ کر چوستا ہے۔ [2]

جبکہ متعدد احادیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ اکثر اپنی زبان مبارک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں رکھ دیتے۔ دو حدیثیں ملاحظہ ہوں:

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب المناقب بحوالہ بیہقی فی دلائل النبوت مع حاشیہ طیبی جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۳۰۸

[2] ابن اثیر

۱۔ حضرت یعلیٰ عامری رضی اللہ عنہ روایت کتے ہیں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت طعام پر گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بچوں کے ساتھ وہاں کھیل رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پکڑنا چاہا تو وہ بچنے میں ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں بھگانے اور ہنسانے لگے تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ ان کے سر کے پیچھے اور دوسرا ہاتھ انکی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور ان کے منہ میں اپنا منہ رکھ دیا اور فرمایا:

اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللہُ حُسَیْنًا حسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ

ترجمہ: یعنی حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اور جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ میری نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ [۱]

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں جب بھی حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں بھر آتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے تو مجھے مسجد میں بیٹھا دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سہارے چلنے لگے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل پڑا۔ ہم بنو قینقاع کے بازار میں چلے گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوم پھر کر واپس مسجد میں تشریف لے آئے اور فرمایا اس چھوٹے اور پیارے بچے (بالکے) کو میرے پاس لاؤ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ لڑکھڑاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھولی میں گر پڑے پھر انہوں اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی شریف میں ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ کھولا اور اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ اے اللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔ [۲]

اندازہ فرمائیں جس کو گھٹی لعابِ دہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پلائی گئی ہو اور پھر جس نے بارہا

---

[۱] مستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۹ فضائل حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

[۲] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۵ باب مذکور

لعابِ رسول ﷺ چوسا ہو اس کی عظمتوں کا کیا کہنا۔ یہ لعاب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا تو آنکھ ٹھیک ہوگئی۔ کھاری کنویں میں پڑا تو وہ پانی میٹھا ہوگیا۔ وہ لعاب مبارک حضرت امام عالی مقام کو بطور غذا ملتا رہا تو ان کا جسم کتنی برکتوں کا حامل ہوگیا ہوگا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے پر ان کے کان میں اذان بھی خود سید الانبیاء ﷺ نے دی چنانچہ حضرت عبید اللہ بن ابی رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان فرمائی جب انہیں سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا۔ [1]

اس طرح ان کی پیدائش پر آقائے دو عالم ﷺ نے انکا عقیقہ فرمایا اور سر کے بال اتروائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو حکم فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ کی حجامت کرواؤ اور بالوں کا وزن کر کے اتنی چاندی خیرات کر دو۔ [2]

امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن مبارک

آقائے کائنات ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے جب کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلا رہی تھی آپ ﷺ نے ان کو میری گود سے اٹھالیا انہوں نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ تیزی سے ان کی طرف بڑھائے (یعنی لپک کر انہیں پکڑنا چاہا) آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تُزْرِمِیْ ابنی میرے بیٹے کو تکلیف مت دو اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا کپڑا پانی سے دھولیا۔ [3]

اندازہ فرمائیں قارئین کرام اگر نبی اکرم ﷺ کو یہ بات گوارہ نہیں کہ کوئی آپ ﷺ کے نواسہ حسین رضی اللہ عنہ کو زور سے پکڑے تو سوچیئے جب ان کے گلے پر خنجر چلایا گیا ان کے جسم نازنین پر

---

[1] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۷

[2] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۷

[3] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۸

گھوڑے دوڑائے گئے انکے سر اقدس کو نیزے پر اٹھایا گیا اس وقت مکین گنبدِ خضریٰ کے قلب انور پر کیا گزری ہوگی آخر اس کی کیا وجہ تھی کہ رسول کرم ﷺ کو اس نواسے سے اتنا پیار تھا یہ بات تھی کہ اللہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی شہادت کی خبر بھی اپنے نبی ﷺ کو فرما دی تھی۔

چنانچہ حضرت سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں گود میں اٹھالیا۔ تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ آپ ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسو برسنے لگے میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ کیا ماجرا ہے آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ میرے لختِ جگر کو میری امت قتل کرے گی۔ میں نے عرض کیا کیا آپ کی امت آپ کے اس پیارے بیٹے کو قتل کرے گی؟ فرمایا ہاں اسی پیارے بیٹے کو قتل کرے گی اور جبریل علیہ السلام میرے پاس اس قتل گاہ کی مٹی بھی لے کر آئے ہیں۔ [1]

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے تھے ہم اہل بیت کو جب کہ ہم کثیر تعداد میں تھے اس بارے میں کوئی شک نہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مقام طف (کربلا) میں شہید کئے جائیں گے۔ [2]

اللہ اکبر! اہل بیت رسول کا صبر و حوصلہ اور عزم و استقامت دیکھے کہ سب جانتے ہیں ان کا نور نظر لخت جگر شہید کیا جائیگا مگر کسی حدیث یا روایت میں ایسا کہیں مروی نہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی ہو اے اللہ میرے بیٹے کو قتل سے بچالے یا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے یا رسول اکرم ﷺ نے ایسی دعا کی ہو۔ حالانکہ اگر وہ دعا کرتے تو یقیناً اللہ قبول فرماتا اور تقدیر بدل دیتا مگر وہ لوگ عزم و ہمت کا بلند ترین پہاڑ تھے۔ حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بسا اوقات سجدے میں ہوتے تو سید حسن و حسین رضی اللہ عنہما آکر آپ کی پشت انور پر سوار ہو جاتے، ایسے میں امام الانبیا ﷺ اپنا سجدہ طویل فرما دیتے جب تک بچے اپنی مرضی سے نہ اترتے۔ رسول اکرم ﷺ سجدے سے سر نہ اُٹھاتے۔ [3]

---

[1] بیہقی فی دلائل النبوۃ

[2] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۷۔

[3] مستدرک للحاکم

بعض روایات میں ہے کہ ایک بار امام حسین رضی اللہ عنہ آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی پشت مبارک پر سجدے میں سوار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ۷۲ مرتبہ سجدے کی تسبیح پڑھ ڈالی تب وہ پشت مبارک سے اترے۔

پھر یہ حُسن اتفاق دیکھئے کہ کربلا میں امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی معیت میں ۷۲ افراد نے جام شہادت نوش کیا گویا قدرت نے کہا اگر نانا محمد مصطفی سید الانبیاء ﷺ ہے تو نواسہ بھی حسین بن علی رضی اللہ عنہ سید الشہدا ہے۔ اگر نانا نے نواسے کے لیے ۷۲ تسبیحات قربان کی ہیں تو نواسے نے ہر تسبیح کے بدلے میں اپنے عزیزوں میں سے ۷۲ افراد اپنے نانا جان کے دین کی عظمت پر قربان کر دیے ہیں۔

ترمذی شریف میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ نے اپنے کمبل شریف میں کوئی چیز اٹھا رکھی ہے۔ آپ نے کمبل ہٹایا تو میں نے دیکھا آپ کے دونوں پہلوؤں میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما دبکے بیٹھے تھے۔ گویا اس طرح نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھتے تھے۔

اسی جگہ ترمذی شریف میں یہ بھی حدیث ہے کہ ایک بار رسول خدا ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے دیکھا حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں بچے لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے وہیں خطبہ منقطع فرما دیا اور منبر سے اتر آئے۔ دونوں نواسوں کو اٹھایا اور منبر پر اپنے دائیں اور بائیں بٹھالیا اور فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ (آزمائش) ہے۔ میں خطبہ دے رہا تھا۔ میں نے انہیں لڑکھڑاتے دیکھا تو منبر سے اتر پڑا۔ [1]

قارئین! اندازہ فرمائیں اگر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا بچپن میں لڑکھڑاتے چلنا کہ جس میں گر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے رسول اکرم ﷺ سے دیکھا نہ گیا اور خطبہ چھوڑ کر انہیں منبر پر ساتھ بٹھالیا۔ تو کربلا میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سارے ساتھی اور سارے خاندان والے قربان ہو چکے تھے۔ تنہا آپ رضی اللہ عنہ اور اس وقت ہر طرف سے تیروں کی برسات ہو رہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کا جسم نازنین زخموں سے چور ہو کر لڑکھڑاتا پھر رہا تھا۔ آخر سنان بن عمر نے آپ کے سینے میں نیزہ مارا تو آپ گر پڑے اور دوزخی کتے شمر نے بڑھ کر سر انور کو جسم مبارک سے کاٹ لیا۔ اس وقت اتنا پیار کرنے والے نانا جان

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم ابواب لمناقب صفحہ ۲۱۸

رسول ﷺ پر کیا گزر رہی تھی؟

امام حسین رضی اللہ عنہ دورِ خلافت راشدہ میں

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ انبیاء ﷺ کی شفقتوں اور عنایتوں میں پروان چڑھے۔ جب نبی ﷺ کا وصال ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ اور چھ برس کے درمیان تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور فاروق عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو احترام وعقیدت اور محبت وشفقت کا وہ مقام دیا جس کے وہ مستحق تھے پیچھے اس کے متعدد شواہد گزر چکے ہیں خلفاء راشدین نے انہیں شہزادوں کی طرح محبت وعنایت کے اعلیٰ مقام پر رکھا یہی وجہ ہے کہ حسنین کریمین کو ان خلفاء راشدین کے ادوار میں کسی جنگ میں شامل نہیں دیکھا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری دورِ خلافت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر قریباً سترہ سال ہو چکی تھی اور وہ ابھرتے ہوئے جوان تھے۔ امام حسن ان سے بھی ایک برس بڑے تھے اور جنگ میں جا سکتے تھے۔ مگر خلفاء راشدین نے شہزادگانِ خاندان نبوت کو نازونعم میں رکھا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اور دوسرے مجاہدین کے وظائف مقرر کئے باقاعدہ دفتر و دیوان تیار کیے گئے تو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنہیں حصہ دیا گیا وہ حسنین کریمین تھے۔ ایرانی سلطنت کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا اور تاجدار ایران یزیدجرد کی بیٹی شہر بانو قید ہو کر مدینہ طیبہ لائی گئی تو اس کے حسن سے مسجد نبوی کی دیواریں چمک اٹھیں کسی نے کہا امیر المومنین آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کی زوجیت میں دے دیں کہ وہ ہمارا شہزادہ ہے آپ نے جھڑک کو خاموش کر دیا اور فرمایا اس شہزادی کے لائق اگر کوئی ہے تو حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہے۔

اس طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی خاندان نبی کی حرمت و تعظیم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی اہم معاملہ ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درمیان میں ڈالتے اور وہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ لوگ جانتے تھے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے؟ اسی لیے یہ خاندان بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بہت قدردان تھا۔ جب اہل بلوی نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جان پر کھیل کر انہیں پانی پہنچایا۔ یہی نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دارِ عثمان غنی کی حفاظت پر مامور کیا۔ دونوں شہزادوں نے

دروازے پر پہرا دیا اس لئے بلوائی دروازے کی طرف سے داخل ہونے کی جرات نہ کر سکے وہاں انہیں شیر خدا کی شجاعت و جواں مردی کی دو تصوریں نظر آ رہی تھیں۔ چنانچہ وہ ساتھ والے مکان کی چھت پر چھڑھ کر دار عثمان رضی اللہ عنہ میں کود ے اور خلیفۃ المسلمین کو شہید کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خبر پہنچی تو دوڑتے ہوئے بے قرار ہو کر آئے اور اپنے بیٹوں کو مارنے اور ڈانٹنے لگے کہ تمہاری موجودگی میں میرے بھائی عثمان رضی اللہ عنہ کو کیسے شہید کر دیا گیا؟

اس بعد خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کے دوران آپ کے دونوں بیٹے جمل و صفین و نہروان کے معرکوں میں آپ کے ساتھ شریک رہے۔ شہادت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بعد کوفہ میں امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت کی گئی اور سارا ایران و عراق اور حجاز یمن ان کے زیر نگیں تھا مگر جب انہوں نے جنگ کے شعلے بھڑکتے دیکھتے تو امت محمدیہ کی حفاظت کے لئے اپنے ملک کی قربانی دے دی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساری مملکت سونپ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی ساتھ ہی بیعت کی اور جب تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور رہا دونوں بھائی ان کے ساتھ وفا دار رہے اہل کوفہ نے چند بار امام حسین رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسانا چاہا مگر آپ نے ان کی ایک نہ سنی۔

دور یزید اور آغاز واقعہ کربلا

آخر رجب ۶۰ ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور یزید تخت حکومت پر بیٹھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے تمام شہروں کے امراء کے مشورے سے ولی عہد بنایا تھا۔ آپ کے زمانے میں وہ ایسا بد کردار نہیں تھا۔ اگر اس کی کچھ آزادروی تھی تو والد کی نگاہ سے پوشیدہ تھی اور صرف قریبی دوستوں کے علم میں ہی تھی۔ آپ نے اسے دو مرتبہ امیر الحج بھی مقرر کیا اور اس نے یہ فریضہ اچھی طرح انجام دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ وہ امور خلافت بھی صحیح طرح بجالائے گا۔ علاوہ ازیں حالات کا تقاضا بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلافت کا معاملہ مہمل چھوڑ کر چلے جاتے تو یہ بھی امت کے مفاد میں نہیں تھا یہ ممکن تھا کہ اس طرح طوائف الملوکی پھیل جاتی اور ہر علاقے میں امراء اپنی خود مختار حکومتوں کا اعلان کر دیتے جب مرکز میں کسی خلیفہ کا تقرر نہ ہو تو صوبے ایسا ہی کرتے

ہیں۔اس پر خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی موجود ہے۔آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: اِنِّیْ خِفْتُ اَنْ اَذَرَ الرَّعِیَّةَ مِنْ بَعْدِیْ کَالْغَنَمِ الْمُطِیْرَةِ لَیْسَ لَهَا رَاعٍ مجھے ڈر ہے کہ اپنے بعد امت کو ایسا چھوڑ جاؤں جیسے پراگندہ بکریاں ہوتی ہیں اور ان کے سر پر کوئی چرواہا نہ ہو۔

امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟

اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والا خلفۂ بنو امیہ سے نہ ہوا تو ساری مملکت شام اسے قبول نہ کرے گی۔کیونکہ اہل شام اس خاندان کی عنایات خسروانہ کے عادی ہو گئے تھے اور جب سے ملک شام اسلامی مملکت میں داخل ہوا تھا وہاں اسی خاندان کی حکومت چلی آ رہی تھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی صحابی رسول حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فتح شام پر مامور فرمایا۔انہوں نے شام فتح کیا اور انہیں امارت شام دی گئی ہے۔یوں کہیے کہ اہل شام پر اسلام کا دروازہ ہی انہوں نے کھولا تھا۔وہ دور صدیقی سے لے کر ۱۹ھ تک وہاں کے امیر رہے جب ان کا وصال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ انکے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اہل شام ان کے ان بھائیوں کی کارگردگی سے خوش اور ان کے ممنون ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ۱۹ھ سے ۲۰ھ تک وہاں بلاشرکت غیرے اکیالیس برس حکومت کی۔اور وہاں کا بچہ بچہ ان کا مداح تھا اور ان کے سوا کسی کو جانتا نہ تھا۔اس لیے آپ یہ سمجھنے میں حق بجانب تھے کہ اہل شام آپ کے بعد آپ کے کسی قریبی عزیز کے سوا کسی اور پر خوش نہیں ہونگے اور بغاوت کر دیں گے اس لیے آپ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا سوچا اور اس پر تمام امراء اہل حل وعقد سے مشورہ لیا اور سب نے اس سے اتفاق کیا۔تب اس کی ولی عہدے کا اعلان کیا اور تمام لوگوں نے یزید کے حق میں بیعت کر لی۔البتہ پانچ صحابہ کرام نے بیعت نہ کی۔

۱۔ عبدالرحمان بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ عبداللہ بن عمر فاروق

۳۔ عبداللہ بن عباس

۴۔ عبداللہ بن زبیر

۵۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمرہ کر کے شام جاتے ہوئے مدینہ طیبہ سے گزرے تو ان پانچوں صحابہ کبار کو بلایا۔ یہ لوگ تشریف لائے۔ امیر معاویہ نے ان سے یزید کی ولایت کے عہد کے متعلق بات کی۔ تو ان میں سے سخت تر جواب عبدالرحمان بن ابو بکر کا تھا اور نرم تر عبداللہ بن عمر کا رضی اللہ عنہم۔ پھر جناب معاویہ نے خطبہ دیا یہ پانچوں خاموش رہے۔ نہ موافقت کی نہ مخالفت۔ [1]

گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خاموشی کو کافی سمجھ لیا۔ اور ان سے بیعت پر اصرار نہ کیا۔ اس طرح یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا گیا۔ پھر بھی ان کے دل میں کھٹکا تھا۔ اس لیے انہوں نے دعا فرمائی۔ اور اللہ سے یوں ملتجی ہوئے:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ وَلَّيْتُهُ لِاَنَّه فِيْمَا اَرَاهُ اَهْلُ لِذٰلِكَ فَاَتْمِمْ لَه مَا وَلَّيْتُهٗ وَاِنْ كُنْتُ وَلَّيْتُه لِاَنِّیْ اُحِبُّه فَلَا تُتْمِمْ لَه مَا وَلَّيْتُه

ترجمہ: اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اسے (یزید کو) اس لیے ولی عہد بنایا کہ وہ میرے خیال میں اس کا اہل ہے تو تو اس کی حکومت کو برقرار رکھنا اور اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اسے صرف اپنی محبت کے سبب یہ عہدہ دیا ہے تو تو اسے برقرار نہ رکھ۔ [2]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے نیک سلوک کا حکم فرمایا بہر حال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولایت عہد دینے کے بعد بار بار عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹے یاد رکھنا اگر اہل کوفہ انہیں بلائیں اور تم ان پر غالب آجاؤ تو ان سے درگزر کا معاملہ کرنا:

فَاِنَّ لَه رَحِمًا مَاسَّةً وَحَقًّا عَظِيْمًا وَقَرَابَةً مِّنْ مُحَمَّدٍ۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۸۳

ترجمہ: کیونکہ تمہاری ان سے مضبوط رشتہ داری ہے اور ان کا تم پر بڑا حق ہے اور محمد عربی ﷺ سے انکی قرابت ہے۔ [1]

یادرہے رشتہ داری یوں تھی کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبدالمناف پانچویں پشت (عبدالمناف) میں رسول کریم ﷺ سے جاملتے ہیں۔ یہی عبدالمناف رسول اکرم ﷺ کی چوتھی پشت ہے اور عبدالمطلب کا دادا ہے۔ اور حقاً عظیماً سے یہ مراد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کے بڑے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دی جو یزید کو مل گئی۔ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو سمجھایا کہ ہمارے پاس جو خلافت ہے وہ اسی گھرانے کی دی ہوئی ہے۔ اس لیے تمہاری طرف سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نواسہ مصطفی ﷺ ہے۔ الغرض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق تین باتیں سمجھائیں۔

۱۔ رشتہ داری

۲۔ انکا حق، اور

۳۔ رسول خدا ﷺ سے ان کا قریبی تعلق۔

مگر افسوس کہ بد بخت یزید نے ان میں سے کسی چیز کا خیال نہ رکھا۔ آل رسول ﷺ پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر یزید کے کان پر جوں تک نہ رینگی بلکہ وہ خوش تھا۔ تاہم ان سطور بالا سے معلوم ہوگیا کہ یزید کے جرائم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملوث کرنا بہت بڑی تعدّی بلکہ افترا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کیوں اور کیسے فرمایا؟

ہم واقعہ کربلا کی مشہور تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے کیونکہ اس واقعہ میں بے پناہ رطب و یابس ملایا گیا ہے۔ عباسیوں نے اُمویوں سے تختِ خلافت چھیننے کے لیے اس واقعہ کا سہارا لیا اور اس میں بہت کچھ اضافہ کیا اور زیبِ داستان بنایا۔ یہاں چند اصولی ابحاث کارفرما ہیں۔ ان سے نمٹنا ضروری ہے۔ امام عالی شان مقام امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف کیوں خروج فرمایا؟ اس کی اصل یہی ہے کہ وہ ان کے نزدیک خلافت کا حقدار اور اس کا اہل نہیں تھا اس کے طور اطوار تو حضرت

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۶۰

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں درون خانہ اچھے نہیں تھے۔ اگرچہ باپ کے سامنے وہ بہت پارسا رہا۔ اسلامی جنگوں میں حصہ لیا فتوحات بھی کیں۔ امارت حج کے فرائض بھی پورے کیے تاہم اس کے افعال اس کے دوستوں اور ہم نوالہ ہم نشینوں سے مخفی نہ تھے۔ اسی لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب امراء سلطنت سے اس کی ولایت عہد کے متعلق مشورہ لیا تو زیاد بن ربیع نے اس کے حق میں رائے نہ دی۔ وہ خود بھی کوئی ایسا پارسا نہ تھا اس کے نسب پر بھی لوگوں کو کلام ہے تاہم وہ پوری ملت اسلامیہ کی خلافت جیسے عظیم منصب کے لئے یزید کو اہل نہیں سمجھتا تھا وہ اس کی برائیوں سے واقف تھا۔ امام المورخین حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

و کتب معاویة زیاد یستشیره فی ذالك ،فكره فرياد ذلك لما يعلم من لعب يزيد و اقباله على اللعب و الصيد فبعث بن يشيني رايه عن ذالك۔

ترجمہ: اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد (عامل کوفہ) کو خط لکھا اور اس سے اس بارہ (ولایت عہدی) میں مشورہ لیا۔ زیادہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ وہ یزید کی کھیلوں سے اور اس کے لہو و لعب اور شکار بازی کی طرف متوجہ رہنے سے واقف تھا۔ اس نے مستقل ایک آدمی بھجا جو امیر رضی اللہ عنہ کو اس رائے سے باز کرے۔ [1]

چنانچہ وہ آدمی دمشق آیا اور پہلے یزید سے ملا اور اسے خبردار کیا یہ کھیل مت کھیلو اس میں تمہارے لیے خیر نہیں۔ پھر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں بھی زیاد کی رائے سے باخبر کیا تو انہوں نے اس وقت یہ رائے ترک کر دی اور چند برس یوں ہی گزر گئے اس کے بعد پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خیال آیا انہوں دوبارہ تحریک شروع کی۔ لگتا ہے زیادؓ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کھل کر بات نہیں کی صرف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا مگر یزید کے کرتوتوں سے خبردار نہ کیا مشہور تابعی احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی ولایت عہد پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ وہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۸۲

جا کر یزید سے ملیں اور اس سے گفتگو کریں۔ وہ یزید سے ملے گفتگو ہوئی جب وہ باہر نکلے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہاری رائے اپنے بھتیجے کے متعلق کیا ہے؟ انہوں نے کہا اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچ بولیں تو تم لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ یزید کی شب و روز ظاہر و باطن سے زیادہ واقف ہو اور ہمارا کام تو حکم پر عمل کرنا ہے۔ [1]

تم لوگوں سے ڈرنے سے مراد ہے کہ ہم اہل شام سے ڈرتے ہیں کہ وہ یزید کے سوا کسی پر متفق نہیں ہیں اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بذاتِ خود مراد نہیں۔ بہر حال احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صورت حال واضح نہ کی مگر اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بھی یزید کی گفتگو سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔

خیر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور یونہی گزر گیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ یزید کو ولی عہد بنا کر دنیا سے چلے گئے۔ ان کا خیال یہ رہا ہو گا کہ جب یزید پر خلافت کی ذمہ داریاں پڑیں گی تو سنبھل جائے گا اور اس میں جو بھی کوئی عیب ہے وہ جاتا رہے گا، مگر افسوس معاملہ الٹ ہو گیا یزید نے تخت خلافت سنبھالا تو جو برائیاں وہ والد کے ڈر سے چھپ کر کرتا تھا اب علانیہ کرنے لگا۔ اب کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ اس صورت حال نے اکابرین امت کو مضطرب کر دیا۔ ادھر یزید نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ ان لوگوں سے ضرور بیعت لے گا جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اس کی ولی عہدی پر بیعت نہیں کی تھی۔ ان میں عبدالرحمان بن ابوبکر تو ۶۰ ہجری سے قبل فوت ہو گئے تھے باقی چاروں زندہ تھے۔ ان میں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوا باقی تین نے یزید کی بیعت تو نہ کی مگر اس کے مقابلے میں خروج بھی نہ کیا۔ یزید نے بھی ان سے بیعت لینے پر زور نہ دیا اور سب سے زیادہ اسے خطرہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے تھا۔ کیونکہ اس وقت ان کی سی عظمت کا حامل کوئی دوسرا آدمی ملت اسلامیہ میں نہیں تھا وہ اس وقت علم و فضل، زہد و تقویٰ اور قرابت رسول ﷺ جیسی عظمتوں کے سبب تمام مسلمانان عالم سے افضل و برتر تھے۔

اس لئے فوری طور پر اس نے گورنر مدینہ کو آپ سے بیعت لینے کا حکم دیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۸۳

بیعت سے انکار کر دیا۔ اور تیزی سے مکہ مکرمہ کو نکل گئے آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کی کوشش جاری رہی۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ اس دوران اہل کوفہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے اور پر زور اصرار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جلد از جلد کوفہ آئیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر یزید کے خلاف جہاد کریں گے اور اسے تخت خلافت سے اتار دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا وہ کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے فوری طور پر ہزاروں کی تعداد میں آپ کی بیعت کر لی۔ پہلے ہی روز اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کی۔ [1]

اور یہ تعداد دن بدن بڑھتی گئی بعض روایات میں چالیس ہزار تک پہنچ گی اور انہوں نے فوراً امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا جلدی آجائیں ان حالات میں امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی کامیابی کا ظن غالب ہو گیا تھا اور باطل کے خلاف جس کو کامیابی کے اسباب میسر ہوں اس پر جہاد ضروری ہو جاتا ہے

ایک روایت میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اہل کوفہ میں سے چالیس ہزار افراد کی بیعت پہنچی جو بیویوں کو طلاق دینے پر مشتمل تھی۔ تب آپ رضی اللہ عنہ نے خروج کیا۔ [2] آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد محض حکومت حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ یزید کی خلافت میں سنت مٹ رہی ہے اور بدعت پھیل رہی ہے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں خلافت راشدہ اور طریقہ نبویہ کے جو آثار باقی تھے وہ بھی مٹا دیے گئے ہیں، اس لیے آپ کے خروج کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل بصرہ کو دعوت حق

آپ رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو مکہ سے دعوت کا جو خط لکھا تھا وہ اس پر روشنی ڈالتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی تحریک کا مقصد قرآن و سنت کا وہی قانون نافذ کرنا تھا جو دورِ نبوی اور خلافت راشدہ کے دور میں اللہ کی زمین پر نافذ تھا۔

وقد بعثت اليكم رسولي بهذا الكتاب ، وانا ادعو كم الى

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۴

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۳

کتاب اللہ و سنۃ نبیہ فان السنۃ قد امیتت و ان البدعۃ قد احییت و ان تسمعوا قولی و اطیعوا امری اھدکم سبیل الرشاد و السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

ترجمہ: میں تمہاری طرف اپنا نمائندہ یہ خط دے کر بھیج رہا ہوں اور تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ سنت کا گلا گھونٹ دیا گیا ہی اور بدعت زندہ کر دی گئی ہے۔ او اگر تم میری بات مانو گے اور میرا حکم تسلیم کرو گے تو میں تمہیں رشد و ہدایت کے راستہ پر لے چلوں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔[1]

اس خط کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے اور بتا رہا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام نے جب دیکھا نہ دور خلافت راشدہ والی طہارت عدل و عمل بالسنتہ ختم ہو گیا ہے تو آپ نے پھر سے قرآن و سنت کی بالا دستی اور آمرانہ طرزِ حکومت کے خاتمہ کے لیے کمر ہمت باندھ لی۔ یہاں میں یہ بتانا بھول نہ جاؤں کہ آپ نے یزید کے تخت خلافت سنبھالتے ہی فوراً خروج نہیں کر دیا۔ بلکہ رجب ۶۰ ہجری سے لے کر ذی الحج تک قریباً پانچ چھ ماہ حالات کا جائزہ لیا جب آپ نے دیکھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سنت نبویہ کی جو کچھ عمل داری باقی رہ گئی وہ بھی ختم ہو گئی ہے۔ اور اب فسق و فجور پر لوگوں کو پکڑا نہیں جاتا۔ کوئی نماز نہ پڑھے تو اسے پوچھا نہیں جاتا اور یوں آہستہ آہستہ اسلامی معاشرہ مکمل شیطانی رنگ اختیار کر لے گا تو آپ نے خروج کیا۔

جب امام عالی مقام نے مکہ مکرمہ سے خروج کیا تو عمرو بن سعید بن العاص نے جو یزید کی طرف سے گورنر مکہ تھا آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ واپس آجائیں اور امت میں شقاق و تفرقہ پیدا نہ کریں میں آپ کو امان دیتا ہوں۔ (یعنی آپ مکہ میں واپس آجائیں اور یزید کی بیعت نہ بھی کریں تو میں عہد دیتا ہوں کہ یزید کی طرف سے آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دوں گا) آپ نے اسے جواب بھیجا۔

اَنْ كُنْتَ اَرَدْتَ بِكِتَابِكَ بِرِّيْ وَصِلَتِيْ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَاِنَّهٗ لَمْ

---

[1] تاریخ الطبری جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ ذکر ۶۰ھ مطبوعہ بروت

يُشَاقِقِ مَنْ دَعَا اِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: اگر تمہارے پیغام کا مقصد میری خیر خواہی اور حسن سلوک ہے تو اللہ تمہیں جزا دے اور وہ شخص امت میں تفرقہ پیدا کرنے والا کیسے کہلا سکتا ہے جو اللہ کے دین کی دعوت دے اور خود دین پر عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ [1]

کیا ان شواہد کے بعد بھی یزید کا کوئی خیر خواہ کہہ سکتا ہے کہ امام عالی مقام نے یزید کے خلاف ناحق بغاوت کی۔ اور محض حصول اقتدار کے لیے خروج کیا

یہاں ابن خلدون جیسا محقق اور مورخ حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہتا ہے۔

و اما الحسين فانه لما ظهر فسق يزيد عند كافة من اهل عصره بعثت شيعة اهل البيت بالكوفة للحسين ان ياتيهم فيقوموا بامره فراى الحسن ان الخروج على يزيد متعين من اجل فسقه لا سيما من له القدرة على ذلك

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب یزید کا فسق و فجور اس دور کے تمام اہل زمانہ پر واضح ہو گیا تو کوفہ میں اہل بیت رسول کے حامی لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیغامات بھیجے کہ آپ ان کے پاس آجائیں تاکہ وہ ان کی حکومت قائم کریں اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے بھی یہی راستہ دیکھا کہ یزید کے فاسق و فاجر ہونے کہ وجہ سے اس کے خلاف خروج ضروری ہو گیا ہے خصوصاً اس حالت میں جب کہ آپ کو خروج کی طاقت بھی حاصل ہے۔ [2]

صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یزید کا فسق و فجور صرف امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کو نظر آیا؟ صحابہ کرام کی ایک تعداد اسوقت موجود تھی انہوں نے یزید کے خلاف خروج کیوں نہیں کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ مصر

[2] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۸۰

ساتھ کیوں نہ دیا؟ یہ سوال واقعتاً بہت اہم ہے۔ اس کا جواب ہم خود نہیں دیتے علامہ ابن خلدون نے یہاں بڑی عادلانہ مدبرانہ رائے قائم فرمائی ہے وہ سن لیں۔ سارا جواب آجائیگا وہ فرماتے ہیں۔

"جب یزید کا فسق و فجور ظاہر ہوا تو صحابہ کرام میں دو مختلف آراء پیدا ہوئیں۔ بعض نے اس پر خروج کا ارادہ کیا اور بیعت توڑ دی۔ (اس سے یزید کے حق میں ولی عہدی کی بیعت یا عدم مخالفت کی روش مراد ہے) جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں نے کیا۔ اور بعض نے خروج سے انکار کیا۔ لما فیہ من اثارۃ الفتنۃ و کثرۃ القتل کیونکہ اس میں فتنہ پھیلنے اور کثیر قتل کا ڈر تھا اور اس کے باوجود کامیابی کی توقع نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت یزید کی شوکت تمام بنوامیہ کی عصبیت کی بنیاد پر تھی اور تمام بنو مضر کی عصبیت بنوامیہ کی پشت پناہی میں تھی۔ اس طرح یہ سب قوتوں سے بڑی قوت تھی جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے وہ یزید کا مقابلہ کرنے سے رک گئے۔ وہ اس کی ہدایت یا اس سے نجات کی دعا میں لگ گئے۔ جمہور مسلمانوں کا یہی طریقہ تھا۔

وَالْکُلُّ مُجْتَہِدُوْنَ وَلَا مُنْکِرِ عَلٰی اَحَدٍ مِنَ الْفرِیْقَیْنَ فَمَقَاصِدُھُمْ فِی الْبِرِّ وَتَحَرِّی الْحَقِّ مَعْرُوْفَۃٌ

ترجمہ: اور سب اپنا اپنا اجتہاد کر رہے تھے اور دونوں میں سے کسی فریق کو برا نہیں کہا جا سکتا۔ نیکی اور تلاش حق میں ان کے مقاصد معروف ہیں۔ [1]

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اہل کوفہ میرے ساتھ ہیں ان کے ہزاروں خطوط آچکے ہیں تو مجھے اس فاسق و فاجر حکومت کی خلاف اٹھنا ضروری ہے۔ اگر میں نہ اٹھوں گا تو روز قیامت میرے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا۔ کوئی اہل کوفہ میں سے اللہ کے دربار میں کہہ سکے گا کہ یا اللہ ہم نے حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ حدود دین کو مٹنے سے بچایا جائے مگر یہ میدان میں نہ نکلا۔

جو شیعہ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کا اعتراض کرتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ کتنے اہل بیت کے لوگ تھے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا۔ جیسے عبداللہ عباس اور محمد بن حنفیہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم بلکہ تاریخی روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۷۷

حضرت محمد بن حنفیہ پر کچھ ناراضگی بھی آئی کہ وہ نہ صرف خود رک گیا بلکہ اپنی اولاد کو بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے روک دیا (البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷) اس کی وجہ کیا تھی کیا انہیں امام عالی مقام سے محبت نہ تھی؟ ہم عرض کرتے ہیں محبت سب کو تھی سب کو آپ رضی اللہ عنہ سے بہت ہمدردی تھی مگر انہیں کامیابی کا کوئی امکان ونشان نظر نہیں آتا تھا انہیں نظر آتا تھا کہ قتل کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا

اسی طرح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ بن جعفر جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے عمزاد (کزن) تھے اور ان کے دونوں بیٹے عون ومحمد کربلا میں شہید ہوئے، بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ نکلے، بلکہ انہوں نے آپ کو روکنے کی پوری کوشش کی، جب کامیابی نہ ملی تو خود نہ گئے مگر اپنے بیٹوں کو بھیج دیا۔

واقعہ کربلا ایسا موقع ہے جہاں اہل سنت کو اہل تشیع اور خارجیت پسند دونوں گروہوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ اہل تشیع صحابہ پر عدم معاونت اہل بیت کا الزام رکھتے ہیں اور خارجی لوگ صحابہ کرام کو یزید کا حامی بتا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور امت میں تفریق ڈالنے والا قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ اہل سنت کو جزا دے جو صحابہ کرام اور اہل بیت دونوں کا دفاع کرتے اور حقیقی موقف اختیار کرتے ہیں اس کے باوجود کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ نہیں جی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یزید کو صحیح معنوں میں خلیفۃ المسلمین سمجھتے تھے اس کے مقابلہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا انہیں بالکل اچھا نہ لگا۔ اس لیے انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا نہ صرف یہ کہ ساتھ نہ دیا بلکہ انہیں روکا مگر انہوں نے کسی کی سنی ہی نہیں اور چل کھڑے ہوئے۔ پھر جو نتیجہ نکلا وہ سب کے سامنے ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں یہ رائے بالکل غلط ہے۔ کسی تاریخی روایت میں یہ نہیں لکھا کہ کسی صحابی نے یزید کے کردار کی تعریف اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر تنقیص کی ہو۔ ہاں انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ عرض کیا کہ اہل کوفہ بے وفا ہیں آپ ان کے خطوط پر نہ جائیں۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کو شہید اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا۔ یہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ مجھے لگتا ہے آپ اپنی عورتوں اور بچوں کے درمیان یوں قتل کر دیئے جائیں گے جیسے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں اور بچوں کے درمیان مار دیے گئے تھے بلکہ تمہیں قتل کر کے خون عثمان کا بدلہ لیا جائیگا۔ (یعنی اہل شام ہمیشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل عثمان

رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں وہ آپ کو قتل کر کے خون عثمان کا قصاص لیں گے) اور اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کے بال پکڑ لیتا اور مکہ سے جانے نہ دیتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری وجہ سے سرزمین مکہ کو لالہ زار کیا جائے اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ میں کسی اور جگہ پر قتل کر دیا جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھائی حسین رضی اللہ عنہ آپ مکہ میں ٹھہریں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتے ہیں مگر کوفہ نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی تھی کہ مکہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا جائے گا جس سے اس کی حرمت پامال ہو جائے گی اور مجھے وہ مینڈھا بننا پسند نہیں۔ [1]

یہ مینڈھا بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا ان کی وجہ سے حجاج بن یوسف سے شہر مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ انہیں کعبہ کے اندر قتل کیا گیا اور لاش کو سولی پہ لٹکایا گیا۔ حضرت امام عالی مقام نے شہر مکہ چھوڑنے کا اس لئے فیصلہ کیا کہ آپ جانتے تھے اگر وہ مکہ میں رہے تو یزید مکہ مکرمہ پر چڑھائی کرے گا اور اس بلد امین کی حرمت وتقدس کا بھی کچھ لحاظ نہیں کرے گا۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے ہوئے کہا آپ رضی اللہ عنہ کسی ریگستان میں چلے جائیں جہاں یزید آپ رضی اللہ عنہ تک آسانی سے پہنچ نہ سکے وہاں سے اپنے حمائتیوں سے رابطہ کریں اور کامیابی کا انتظار کریں۔ بعض صحابہ نے یہ عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں ٹھہر کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کریں جب آپ رضی اللہ عنہ کو بھاری قوت حاصل ہو جائے تب یزید کے خلاف نکلیں مگر کوفہ نہ جائیں وہ اہل دغا ہیں۔

الغرض صحابہ کرام نے اپنی اپنی تجاویز دیں۔ کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ یزید نیک سیرت عادل خلیفہ ہے اس کے خلاف بغاوت کر کے آپ کیوں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کا آپ رضی اللہ عنہ کو حیلے بتانا کہ ایسا کرلیں اور ایسا کرلیں بتاتا ہے کہ وہ بھی یزید سے اسی قدر بیزار تھے جس قدر آپ رضی اللہ عنہ البتہ وہ سمجھتے تھے کہ طاقت نہ ہونے کی وجہ سے یزید کے خلاف نکلنا خلاف مصلحت ہے جیسا کہ امام ابن خلدون نے کہا۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۸

یزید نے ابن زیاد کو قتل حسین پر اکسایا

امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد نے بڑی بے دردی سے شہید کیا۔ کوفیوں نے ان سے غداری کی۔ اور ابن زیاد کی صرف ایک دھمکی سے مرعوب ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایک ہی دن میں یہ حال ہو گیا کہ جو کوفی ایک دن پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے گھروں میں دعوتیں کر رہے تھے اب کوئی گھر میں انہیں پناہ دینے کو تیار نہ تھا۔ نیتجتاً آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد نے گرفتار کر کے خوف ناک طریقے سے قتل کر دیا۔ قصر امارت کے اوپر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کا سر قلم کر کے بازار میں پھینک دیا اور پیچھے ان کی لاش بھی پھینک دی ان کے میزبان ہانی بن عروہ کو بھی ایسے ہی قتل کیا اور دونوں کے سر یزید کے پاس بھیج دیے۔

یزید نے اس کا ذرا برا نہ منایا کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے عظیم المرتبت آدمی کو یوں بے دردی سے کیوں شہید کیا بلکہ بدلے میں اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ عنقریب حسین بن علی رضی اللہ عنہ بھی تمہارے پاس کوفہ آنے والا ہے۔

وعنده تعتق او تعود عبدا كما ترق العبيد و ترق فقتله ابن زياد و بعث براسه اليه

ترجمہ: اور ایسے ہی موقع پر تجھے آزاد کیا جائیگا۔ یا غلاموں کیطرح تمہیں واپس غلام بنالیا جائیگا۔ تو ابن زیاد نے یہ خط پا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور انکا سر یزید کو بھیج دیا۔ [1]

یہ عبارت صاف صاف بتا رہی ہے کہ ابن زیاد نے یزید کا خط پا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یزید اسے کیا کہہ رہا ہے۔ شاید ابن زیاد آپ سے کوئی نرم سلوک کرتا مگر اس خط نے اسے کھلی چھٹی دے دی اور اس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی

خلاصہ یہ کہ اہل کوفہ کے پیہم اصرار کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۰ ذی الحج کو مکہ مکرمہ سے عراق کا رخ کیا۔ راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کو مشہور شاعر عرب فرزدق ملا آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کدھر سے آئے ہو؟

---

[1] البدیہ جلد ۸ ۱۲۷ مطبوعہ مصر، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۶ مناقب حسین

کہا کوفہ سے، پوچھا کوفہ کا کیا حال ہے؟ کہا اہل کوفہ کے دل آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور تلواریں یزید کے ساتھ۔ پھر ایک مقام پر پہنچے جسے زرود کہا جاتا ہے وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کوفہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا گیا ہے۔ خبر بتانے والے آدمی نے کہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے میزبان ھانی بن عروہ کی لاشوں کو پاؤں میں رسی ڈال کر کوفہ کے بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا۔ آپ نے سن کر کئی مرتبہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور فرمایا اب ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں رہ گئی۔

یہ خبر سن کر حضرت مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے کہا خدا کی قسم اب ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہ لے لیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ آگے چل دیے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مقام پر پہنچ کر پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ بتایا گیا ''کربلا''۔ فرمایا کرب و بلا یعنی دکھ اور مصیبت، ابھی آپ رضی اللہ عنہ کربلا ہی میں تھے کہ گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد کے طرف سے عمر بن سعد نے آ کر آپ کا راستہ روک لیا، آپ نے اسے فرمایا: میری طرف سے دو تجاویز ہیں تم ان میں سے کوئی بھی اختیار کر کے میرا راستہ چھووڑ دو۔ اول مجھے واپس چلے جانے دو۔ دوم مجھے کسی دور علاقے میں چلے جانے دو جہاں میں اپنی بقیہ زندگی گزار دوں۔ عمرو بن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ کی تجاویز عبیداللہ بن زیاد تک پہنچائیں اس کی طرف سے جواب آیا ہرگز نہیں حسین رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر یزید کے حق میں بیعت کریں یا قتل کے لیے تیار ہو جائیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ اس کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد کا یہ حکم بھی آیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو پانی نہ ملنے پائے۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر بیعت کریں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر دیا۔

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بیعت یزید پر آمادہ ہو گئے تھے؟

آپ رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی عقبہ بن سنان سے ابومخنف نے روایت کیا ہے کہ میں نے مکہ سے روانگی سے شہادت حسین رضی اللہ عنہ تک سارا وقت امام عالی مقام کے ساتھ گزارا اور جو بھی بات انہوں نے فرمائی میں نے سنی۔ آگے کہا

انه لم یسئل ان یذهب الیٰ یزید فیضع یده الیٰ یده ولا ان

یذھب الی ثغر من الثغور۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ آپ یزید کے پاس چلے جائیں گے تا کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیں نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ کیا کہ اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر چلے جائیں، آپ رضی اللہ عنہ نے صرف دو چیزوں کا مطالبہ کیا ایک یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ واپس چلے جائیں جہاں سے آئے تھے دوسرا یہ کہ خدا کی وسیع زمین میں کہیں دور جا کر ڈیرہ لگائیں۔ [1]

اس سے واضح ہو گیا کہ جو یہ روایت ہے کہ امام عالی مقام نے کربلا میں کہہ دیا تھا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہوں تم مجھے سیدھا یزید کے پاس جانے دو غلط روایت ہے۔ آگے آنے والی مزید روایات بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔

یہی تو امام عالی مقام نواسہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقامت ہے کہ وہ باطل کے سامنے ڈٹ گئے سر کٹوا لیا مگر باطل کے آگے جھکایا نہیں۔

عمرو بن سعد امام حسین رضی اللہ عنہ کو مہلت دے رہا تھا تا کہ آپ یزید کی بیعت کر لیں اور یوں اس کے ہاتھ آپ کے قتل سے رنگیں نہ ہوں وہ آپ سے لڑائی کرنے میں بہت ہچکچا رہا تھا۔ ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو یہ تہدیدی حکم دے کر کوفہ سے بھیجا کہ جاؤ ابن سعد سے کہو حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرے اگر وہ حکم نہ مانے تو اسے قتل کر کے اس کی جگہ تم امیر لشکر بنو اور حسین رضی اللہ عنہ کا کام تمام کرو۔ یہ حکم سن کر ابن سعد نے حملہ کا حکم دیا۔ جب کوفی فوج قریب آئی تو امام عالی مقام کی طرف سے حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں بیس آدمی ان کے سامنے آئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے جواب ملا امیر کوفہ ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ تم لوگ اس کا حکم مانو (یزید کی بیعت کرو) یا قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت عباس نے کہا ٹھہرو میں اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ہوں وہ گئے اور ماجرا سنایا اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے باقی ساتھی کوفیوں سے کہہ رہے تھے تم کتنے برے لوگ ہو کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کو قتل کرو گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سے کہو آج کی رات ہمیں مہلت دو صبح دیکھ لیں گے کیا کرنا ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام ابن سعد کو پہنچایا۔ کوفی فوج کے

---

[1] تاریخ طبرائی جد ۳ صفحہ ۳۱۲ مطبوعہ بیروت۔ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۷

بعض لوگوں نے کہا کوئی حرج نہیں رات انتظار کر لیتے ہیں۔ یہ نو اور دس محرم ۶۱ ہجری کی درمیانی رات شب کربلا تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے جو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے چلے تھے فرمایا آج رات بہت تاریک ہے اس کے اندھیرے میں جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہتا ہے چلا جائے اور خون بچالے۔ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں، بیٹوں بھتیجوں اور دوسرے ساتھیوں نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہمارا جینا کس کام کا ہے کیا ہم آپ رضی اللہ عنہ کو اس تکلیف میں چھوڑ کر چلے جائیں یہ نہیں ہوسکتا ہم آپ پر اپنی جان قربان کر دیں گے مگر ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ رات امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے دعاء و استغفار اور تلاوت قرآن پاک میں گزاری۔ ہر خیمے میں سے تلاوت کی آواز آرہی تھی۔ اور کوفی لشکر کے گھوڑے خیمہ گاہ اہل بیت کے گرد دوڑ رہے تھے۔ [1]

میدان کربلا میں ۱۰ محرم

دس محرم کا سورج طلوع ہوا تو جمعہ کا دن تھا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نماز فجر پڑھائی اور ابن سعد نے اپنے ساتھیوں کو (گویا نماز میں جس آل محمد ﷺ پر وہ درود پڑھتے تھے اسی کو قتل کرنے کے لئے بے قرار بیٹھے تھے) قافلہ اہل بیت کی تعداد ۷۲ افراد تھی جن میں چالیس پیدل لڑنے والے تھے اور بتیس سوار، خواتین اس کے علاوہ تھیں۔ جب کہ یزیدی لشکر کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ امام عالی شان مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی یوں صف بندی فرمائی کہ میمنہ پر زہیر بن قین کو اور میسرہ پر حبیب بن مطہر کو اور جھنڈا حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ خیمہ گاہ کو اپنی پشت پر رکھا اور خیمہ گاہ کے پیچھے راتوں رات خندق کھود کر اس میں آگ جلادی گئی تھی تاکہ کوئی دشمن پیچھے سے خیموں میں داخل ہو کر خواتین کو گزند نہ پہنچا سکے۔ اُدھر لشکر کوفی بھی صف بستہ ہوگیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے صف بندی کر کے لشکر اعداء کے سامنے اتمام حجت کے لیے خطبہ ارشاد فرمایا جسے سب نے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

---

[1] خلاصہ البدایہ جلد ۸ از صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۹ جلد ۸

کربلا میں خطبہ امام عالی مقام

اے اہل کوفہ محاسبہ کرو کیا تمہیں میرے جیسے آدمی کا قتل گوارا ہے؟ میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں۔آج دنیا میں میرے سوا کسی نبی کا نواسہ موجود نہیں۔علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے باپ ہیں جنت میں دو پروں سے اڑنے والے جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا ہیں۔رسول خدا ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ھٰذَان سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔اے اہل کوفہ! اگر تم میری باتوں کی تصدیق کرو تو حق یہی ہے اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے جھوٹ نہیں بولا لیکن تمہیں اگر شک ہو تو جاؤ جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، سہل بن سعد، زید بن ارقم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے پوچھو۔ اے لوگو! میرا راستہ چھوڑ دو میں جہاں زمین میں جائے امن دیکھوں وہاں چلا جاؤں گا" کوفیوں نے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ تم یزید کے حکم پر کیوں نہیں اترتے (اسکی بیعت کیوں نہیں کر لیتے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَعَاذَ اللّٰہِ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ

ترجمہ: یعنی اللہ کی پناہ (کہ میں یزید کی بیعت کروں) میں اپنے اور تمہارے رب کی ہر متکبر حاکم سے پناہ مانگتا ہوں جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے آواز دے کر فرمایا او حجار بن الجبر، او قیس بن اشعت، او زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے خط پہ خط لکھ کر دعوت نہیں دی تھی؟ کیا تم نے مجھے نہیں کہا تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔آپ مسلح لشکر کی کمان کرنے کو جلد آجائیں۔اب وہ تمہاری دعوت کہاں گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم نے کوئی خط نہیں لکھا (یعنی خط لکھ کر بلانے والے آج آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف یزیدی لشکر میں آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کیے بیٹھے تھے۔اور اپنے خطوط کا بھی انکار کر رہے تھے کہ ابن زیاد ان سے بگڑ نہ جائے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ تم جھوٹ بولنے پر کتنے دلیر ہو۔پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! اگر تمہیں میرا آنا پسند نہیں تو مجھے واپس جانے دو، قیس بن اشعث کہنے لگا حسین رضی اللہ عنہ تم اپنے چچازاد بھائی یزید کی بات کیوں نہیں مان لیتے (اس کی بیعت کیوں نہیں کر

لیتے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْھِمْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ الذَّلِیْلِ وَلَا اُقِرُّ لَھُمْ اَقْرَارَ الْعَبِیْدَ

ترجمہ: نہیں خدا کی قسم میں یزید کے ہاتھ میں کسی بے بس کی طرح ہاتھ نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اس کی غلامی کا اقرار کروں گا۔ [1]

حضرت حر کا لشکر یزید کو چھوڑ کر لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آجانا

آپ رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے کوفی لشکر کے ایک سپہ سالار حر بن یزید پر بڑا اچھا اثر ہوا وہ لشکر یزید سے نکل کر لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آگیا اور کوفیوں سے مخاطب ہو کر بولا او ظالمو! تم پر ہلاکت ہو تم نواسہ رسول ﷺ کی کوئی بات بھی ماننے کو تیار نہیں؟ اور کچھ نہیں تو تم انہیں یزید کے پاس جانے دو، خدا کی قسم وہ قتل حسین سے کم تر خدمت پر بھی تم سے راضی ہو جائیگا۔ حر کے بعض ساتھیوں نے اسے ملامت کی کہ تم نے کوفی لشکر کیوں چھوڑا حضرت حر نے جواب دیا میں جنت چھوڑ کر جہنم نہیں لے سکتا خواہ مجھے زندہ ہی جلا دیا جائے۔ حضرت حر نے لشکر کو یوں سمجھایا کہ ظالموں تم نے نواسہ رسول ﷺ کو خود دعوت دے کر بلایا تھا اب تم ان کے خون کے پیاسے ہو۔ تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس سے کتے اور خنزیر تو بلا روک ٹوک پانی پی رہے ہیں اور اہل بیت رسول ﷺ پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اگر تم نے ذریت مصطفیٰ ﷺ کو پانی نہ پینے دیا تو سب سے بڑی پیاس والے دن (قیامت والے دن) خدا تمہیں کچھ نہیں پلائے گا۔ فرات سے یہود و نصاریٰ پانی پی رہے ہیں اور آل رسول ﷺ اس سے محروم ہیں۔ [2]

کیا آلِ رسول ﷺ پر کربلا میں پانی بند نہیں ہوا تھا؟

آج یزید کے کچھ خیر خواہ یہ ثابت کرتے پھرتے ہیں کہ کربلا میں آل رسول ﷺ پر پانی کا بند کیا جانا محض افسانہ ہے۔ وہ اپنی تائید میں ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ ۱۰ محرم کو امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھیوں نے غسل کیا اور خوشبو لگائی۔ یہ روایت البدایہ میں بھی موجود ہے اگر پانی بند

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۱

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ مصر

تھا تو غسل کیسے کیا گیا؟ ہم جواب دیتے ہیں کہ چونکہ نہر فرات کے کنارے پر معرکہ کربلا ہوا تھا بہت ممکن تھا کہ کسی وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو اللہ نے پانی لے لینے کا موقع دے دیا ہو اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے غسل فرمایا ہو۔ تاہم یزیدی لشکر کا ارادہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیاسا ہی مارنے کا تھا۔ اور متعدد روایات جو ہم نے اوپر لکھی ہیں کیا صاف نہیں بتاتیں کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیاس کی بندش کی گئی تھی؟ ابھی پیچھے گزر چکا ہے کہ ابن زیاد نے ابن سعد کو سختی سے حکم دیا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو فرات سے ہرگز پانی نہ لینے دیا جائے۔ پانی پر مکمل پہرہ بٹھا دو یہ روایت تاریخ کی تقریباً سبھی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو پیغام بھیجا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ اور ایک قطرہ آب بھی مت لینے دو جیسے کے مظلوم و متقی عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں کیا گیا تھا چنانچہ پانچ سو افراد کا فرات پر سخت پہرہ بٹھا دیا گیا۔

وَحَالُوْبَيْنَ حُسَيْنٍ وَأَصْحَابِهٖ وَبَيْنَ الْمَاءِ اَنْ يُسْقَوْامِنْهُ قَطْرَةً وَذٰلِكَ قَبْلَ قَتْلَ الْحُسَيْنِ بِثَلَاثٍ

ترجمہ: اور وہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے اور ایک قطرہ انہیں نہیں لینے دیتے تھے اور یہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ سے تین روز پہلے کی بات ہے۔ [1]

اس کے بعد دونوں لشکروں سے مبارزت طلبی کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر بار اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ کیونکہ وہ سخت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ اس طرح مبارزت طلبی میں یزیدی لشکر کے کئی اہم سپاہی ہلاک ہوئے۔ تب کوفی لشکر نے اجتماعی حملہ کا پروگرام بنایا عمرو بن سعد نے پانچ سو تیر اندازوں کو مقرر کیا انہوں نے اتنی کثیر تعداد میں تیر مارے کہ لشکر امام کی تمام سواریاں ڈھیر ہو گئیں اور وہ سب پیدل لڑنے پر مجبور ہو گئے اس دوران شمر بن ذی الجوشن نے جو قتل آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے پیش پیش تھا ارادہ کیا کہ خیمہ گاہ اہل بیت کو آگ لگا دے اور اس نے کہا آگ لاؤ میں یہ خیمے اپنے اندر موجود افراد سمیت جلا دوں۔ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتوں کے چیخنے کی

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ بیروت

آوازیں آنے لگیں تو کوفی لشکر ہی کے ایک سپاہی شبث بن ربعی (تاریخ بتاتی ہے کہ اس شخص نے بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں متعدد خطوط لکھے تھے) نے شمر سے کہا تم کتنے ذلیل اور بدترین انسان ہو کیا عورتوں کو مرعوب کر رہے ہو؟ یہی تمہاری مردانگی ہے؟ تو اس مردود ذلیل انسان کو حیا آ گئی اور واپس لوٹ گیا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا (بعض روایات میں ہے کہ شہر کوفہ سے جو قریب ہی تھا اذانِ جمعہ کی آوازیں آنے لگیں)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں آخری نماز ادا کرنا

لشکر حسینی کے میمنہ پر مقرر حبیب بن مطہر نے کوفی لشکر کو پکار کر کہا ہمیں نماز ظہر پڑھ لینے دو مگر یہ بات نہ مانی گئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے نماز ظہر صلوۃ خوف کی صورت میں ادا فرمائی۔ [1]

صلوٰۃِ خوف کا طریقہ قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ لشکر کے چند لوگ امام کے پیچھے ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلے میں چلیں جائیں اور جو مقابلہ کر رہے تھے وہ آ کر امام کے پیچھے دوسری رکعت پڑھیں اور مقابلے میں چلے جائیں اور امام سلام کہہ کر اپنی نماز پوری کر لے۔ پھر دونوں گروہ باری باری آ کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لیں۔

عوام میں جو مشہور ہے کہ اِمام حسین رضی اللہ عنہ نے سجدے میں شہادت پائی میں نے اسے کسی معتبر تاریخ میں نہیں دیکھا ممکن ہے اسی صلوۃ خوف کو سجدے میں شہادت پر محمول کر لیا گیا ہو۔ تاہم یہ تو اندازہ ہو گیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو نماز سے کتنی محبت تھی کہ ہزاروں سپاہیوں پر مشتمل کوفی لشکر کے مقابلے میں صرف ۷۲ افراد کو لے کر کھڑے ہیں مگر نماز سے پھر غافل نہیں ہیں بلکہ عین حالت لڑائی میں برستے تیروں اور چمکتی تلواروں کے سائے میں سجدۂ نماز ادا کر رہے ہیں۔

اس کے بعد یزیدی لشکر نے پر زور حملہ شروع کر دیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں جانیں لڑا دیں۔ اسی دوران حضرت حر شہید ہوئے۔ حبیب بن مطہر، زبیر بن قیس، نافع بن ہلال جملی، عبد الرحمان بن عروہ عبد اللہ بن عروہ اور عابس بن ابی شبیب رضی اللہ عنہم اور دیگر جاں نثار اہل بیت نے جام شہادت نوش کیا اب تک ان لوگوں نے قربانی دی جو اہل رسول ﷺ کے

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۵

ساتھ آئے تھے جب وہ سارے شہید ہو گئے تو پھر اہل بیت کی باری آئی۔ جب تک جان نثار زندہ تھے انہوں نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنچ نہ آنے دی۔

شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

اہل بیت میں سب سے پہلے جس نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا وہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ تھے انکی والدہ لیلیٰ بنتِ ابی مرہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب وہ مقابلے کے لیے نکلے توان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَنَا عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیّ

نَحْنُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اَوْلیٰ بِالنَّبِیِّ ﷺ

ترجمہ: میں تو بیشک ہوں علی ابن حسین بن علی رب کعبہ کی قسم ہم توہیں اولاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[1]

آپ بار بار یہ رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے اور اپنے لشکر کو ابھار رہے تھے۔ منقذ بن نعمان مردود سے نہ رہا گیا کہنے لگا علی ابن حسین رضی اللہ عنہ یہی شعر پڑھتے میرے قریب سے گزرا اور میں نے اس کی ماں کو نہ رلایا (اسے قتل نہ کیا) تو سارے عرب کے گناہ میرے سر رہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ یہی شعر پڑھتے ہوئے اس (ازلی بدبخت) کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سینے میں نیزہ مارا اور آپ رضی اللہ عنہ تڑپنے لگے کوفی لشکر تلواریں لے کر آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑا اور جسم مبارک کے ٹکڑے کر ڈالے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

حمید بن مسلم اُزدی کہتے ہیں میرے کانوں نے سنا امام حسین شہادت علی اکبر رضی اللہ عنہ پر فرما رہے تھے۔ خدا اس قوم کو ہلاک کرے جنہوں نے اے بیٹا تمہیں شہید کیا۔ یہ لوگ حکم خِدا اور حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پامال کرنے میں کتنے دلیر ہیں؟ اتنے میں ایک عورت تیزی سے خیمے سے نکلی وہ پکار رہی تھی او میرے پیارے بھائی! او میرے پیارے بھائی! میں نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ آئیں اور بھتیجے کی لاش پر گر پڑیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں اٹھایا اور خیمے میں لے گئے۔ پھر تشریف لائے اور بیٹے کی لاش کو خیمے میں جا کر رکھ دیا۔[2]

---

[1] منظوم از مصنف

[2] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۱

حضرت قاسم بن امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابو مخنف (واقعہ کربلا کا راوی اول) کوفی لشکر کے ایک شخص حمید سے روایت کرتا ہے کہ ہماری طرف لشکر حسینی سے ایک نوجوان نکلا اس کا چہرہ بدر منبر جیسا تھا۔ قمیص اور تہبند میں ملبوس تھا اس کی جوتی کا ایک تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اس پر ایک شخص نے حملہ کرنا چاہا تو امیر لشکر عمر بن سعد نے کہا میں خود اس پر حملہ کروں گا ان سعد نے اس پر تلوار کی ضرب لگائی تو نوجوان کی چیخ نکلی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ پھرے شیر کی طرح گرجے اور ابن سعد پر ٹوٹ پڑے آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کی ضرب لگائی جو اس نے اپنی کلائی پر روکنے کی کوشش کی جس سے کلائی کٹ گئی اور وہ چیخنے لگا۔ کوفی لشکر آگے بڑھا تاکہ اپنے امیر کو حسین رضی اللہ عنہ سے بچائے ایک ہجوم ہو گیا جب ہجوم ہٹا تو میں نے دیکھا اس نوجوان کا لاشہ تڑپ رہا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے سر پر کھڑے فرما رہے ہیں جن لوگوں نے تجھے شہید کیا ان کی ہلاکت ہو۔ تیرے نانا جان (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی روز حشر میری طرف سے تیرے خون کا مطالبہ کریں گے۔ پھر آپ نے نوجوان کی لاش اٹھائی اور خیمے میں لے گئے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ نوجوان کون تھا؟ تو مجھے بتایا گیا وہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تھا۔ [1]

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی شادی کربلا میں؟

نوحہ گر شیعہ ذاکرین اور ان کی نقل میں شیعہ نما سنی واعظین کربلا میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی شادی کا بڑے دردناک انداز میں ذکر کرتے ہیں مجھے کسی کتاب تاریخ میں اس شادی کا نام ونشان نہیں ملا۔ پتہ نہیں ان لوگوں نے یہ واقعہ کہاں نے نکالا ہے۔ اس بے اصل واقعہ کے بیان سے ان کا کیا مقصد ہے جھوٹی باتیں سنا کر لوگوں کو رلانے کے کیا معنی ہیں۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابو مخنف ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شدید تھک گئے تھے آپ رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی اولاد میں سے ایک بچہ لایا گیا

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۸

جسے آپ رضی اللہ عنہ نے جھولی میں بٹھالیا اور اس کے بوسے لینے لگے جیسے اسے الوداع کہہ رہے ہوں کہ بیٹا اب میرا وقت شہادت قریب آ گیا ہے اتنے میں بنی اسد کے ایک شخص نے تیر چلایا جو سیدھا آ کر بچے کو لگا اور اس کی جان نکل گئی اناللہ وانا الیہ راجعون آپ نے بچے کے خون سے چلو اٹھا کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے اللہ آج اگر تیری حکمت یہی ہے کہ تیرے آسمان سے ہماری مدد نہ آئے تو ہم اسی پر راضی ہیں۔ اس کو ہمارے لیے بہتر بنادے (یعنی اس مصیبت پر ہمیں بہتر اجر عطا فرما) ظالموں سے تو ہی ہمارا انتقال لینے والا ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پوتے امام جعفر بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے بنو اسد تمارے سر ہمارا اک قتل ہے تمہارے ایک آدمی نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بچے کو تیر مار کر شہید کیا۔ [1]

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل بیت اطہار کے دیگر نفوس قدسیہ نے بھی یکے بعد دیگر جام شہادت نوش فرمایا۔ جن میں امام مسلم بن عقیل کے بیٹے عبداللہ بن مسلم بن عقیل، امام مسلم کے بھائی عبدالرحمان بن عقیل اور جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھانجے عون اور محمد عبداللہ بن جعفر طیار کے بیٹے تھے شامل ہیں تمام شاہزادگانِ خانوادہ نبوت ایک ایک کر کے جنت الفردوس میں چلے گئے۔

اب امام حسین رضی اللہ عنہ کے صرف ایک بیمار بیٹے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ رہ گئے وہ اس وقت نوعمر بھی تھے اور بیمار بھی۔ انہوں نے اجازت چاہی کہ وہ بھی خیمے سے نکل کر لڑیں مگر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اجازت نہ دی۔ دراصل قدرت کو یہ منظور تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی پشت سے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ تاقیامت قائم رہے اس لیے امام زین العابدین کو لڑائی میں شامل نہ کیا گیا۔ یہاں یہ نقطہ بھی قابل غور ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہی کو قدرت نے کیوں باقی رکھا جب کہ ان سے بھی چھوٹے شہزادے علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت اللہ نے منظور فرمالی۔ حکمت یہ تھی کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ شہر بانو رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے تھے اور وہ شاہ ایران یزدجرد کی بیٹی تھی۔ سیدنا عمر فاروق کے دورِ خلافت میں ایران فتح ہوا اور شاہ ایران کی بیٹی اسیر بن کر مسجد نبوی میں لائی گئی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شہزادی کے لیے امت مسلمہ میں اگر کوئی عالی نسب مرد شایانِ

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۳

ثانی ہے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی اور اس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے گویا ان کا وجود خلافت فاروقی کی صداقت پر مہر تصدیق ہے۔ اگر خلافت ناحق ہوتی تو اس میں حاصل ہونے والا مال غنیمت بھی جائز نہیں ہوسکتا بلکہ لوٹ مار اور دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہر بانو سے نکاح فرما کر خلافت فاروقی پر مہر خلافت لگائی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہوئے والی اولاد کو باقی رکھا تاکہ اس کی نسل سے جتنے سادات تا قیامت پیدا ہونگے وہ فاروق اعظم کی خلافت پر زبان حال سے مہر صداقت لگاتے رہیں گے بہرحال یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ

اب میدان کربلا میں سیدنا مولانا حسین رضی اللہ عنہ میدان میں رہ گئے ہیں۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ کے پایہ استقلال میں ذرہ برابر جنبش نہیں آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم یزید جیسے بدکار انسان کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیں گے۔ خاندان جائے اور جان جاتی ہے تو جائے مگر دین کی آن نہ جائے۔

ہر بات میں ہے نورِ نبوت کی آہ و تاب
آئینہ رسول ہے سیرت حسین رضی اللہ عنہ کی
کٹوا دو سر جُھکاؤ نہ باطل کے سامنے
پیغام دے رہی ہے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی

امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود زخموں سے چور چور ہے۔ ایک شقی مالک بن بشیر نے آپ کے سر اقدس پر تلوار سے کاری ضرب لگائی تھی اور کافی خون بہہ گیا تھا مگر ابھی شیر خدا کے فرزند کی ہمت میں فرق نہ آیا تھا۔ آپ کو پیاس شدت سے ستا رہی تھی آپ نے چاہا کہ فرات سے دو گھونٹ پی لیں۔ جب نہر کے کنارے تک پہنچے اور چلو بھرنے لگے تو حصین بن تمیم نے تیر مارا جو آپ کی ٹھوڑی مبارک میں آ کر لگا جو آپ نے اپنے ہاتھ سے کھینچ کر نکالا اور آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا اے اللہ تو ہی ان دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

اب ازلی بدبخت اور جہنم کے کتوں میں سے ایک سیاہ کتا شمر بن ذی الجوشن بیس گھڑسواروں کی جماعت لے کر آگے بڑھا اور خیمہ اہل بیت کو لوٹنے کا ارادہ تھا۔ امام عالی مقام نے فرمایا اگر آج تم اپنے دین سے دست بردار ہو گئے ہو اور روز حساب کا کچھ خوف تمہارے دلوں میں رہا تو کم از کم پردہ دار عورتوں سے تو کوئی تعرض نہ کرو اور نہ ہی خیمے میں داخل ہونے کی کوشش کرو۔ شمر نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ (مگر پھر ایسا نہ ہوا اور شہادت امام عالی مقام کے بعد خیمے لوٹ لیے گئے)

اب کوفی لشکر اکیلے امام عالی مقام پر حملہ آور ہے۔ آپ تلوار ذوالفقار کے ساتھ دائیں بائیں سے اپنا دفاع کر رہے ہیں اور جدھر رخ کرتے ہیں کوفی یوں دور بھاگتے ہیں جیسے بکریاں شیر سے، مگر زخموں سے چور اور سارے خاندان کی شہادت کے دکھ سے نڈھال سیدنا و مولانا امام حسین رضی اللہ عنہ آخر کب تک تنہا پورے لشکر کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود پر نیزوں کے تینتیس اور تلواروں کے چونتیس زخم لگ چکے تھے۔ آخر زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں کندھے پر اس زور سے تلوار ماری کہ آپ لڑکھڑانے لگے۔ تو سنان ابی عمر نخعی نے آپ کے سینے میں نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اور دوزخی کتے شمر بن ذی الجوشن نے بڑھ کر جسم نازنیں سے سر انور کاٹ لیا۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون [1]

آسمان را حق بود
گر دوں ببارد برز میں
اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پر لاش جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگ رسول
بتا رہی ہے ہم کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی
اسلام کی بقا کا یہ سرمدی اصول

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۸، ۱۹۰ روایت ابی مخنف عن ہانی

سر کٹ کے چڑھ جائے تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزری؟

ایک صحابیہ سلمیٰ کہتی ہیں میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ زاروزار رو رہی تھی تھیں۔ میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمانے لگیں میں نے آج خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ کے سر اور داڑھی مبارک پر غبار پڑا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا یہ حال کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا:

شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا

ترجمہ: میں نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کا ماجرا ابھی دیکھا ہے۔ [1]

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال کیوں نہ ہوتا۔ مستدرک للحاکم میں ہے کہ ایک بار سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جھٹکے کے ساتھ کر اٹھایا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصے سے فرمایا مہلا یا ام الفضل ام فضل پرے ہٹ جاؤ۔ تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اندازہ فرمائیں دوستو! اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ذرہ سختی سے اٹھایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب انکی کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے سر نیزے پر اٹھایا گیا اس وقت آپ پر کیا گزری رہی ہوگی یہ وہ خود ہی جانتے ہیں۔

اء کربلا میں اہل بیت کے اسماء گرامی

سیدنا مولانا حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اہل بیت میں سے تیئس افراد نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا جن میں کچھ سیدہ فاطمۃ الزہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد اور خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں چھ یعنی جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے دو بھانجے عون اور محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تین جعفر، عبداللہ اور عبدالرحمان، جبکہ مسلم بن عقیل نے پہلے کوفہ میں جام شہادت نوش کیا، اب کربلا میں ان کے بیٹے عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور بھتیجے محمد بن ابی سعید بن عقیل نے جام شہادت نوش کیا۔ اہل بیت رسول

[1] ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب صفحہ ۲۱۸

ﷺ کے علاوہ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان جاں نثاروں نے جو مکہ مکرمہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے درجہ شہادت پایا۔ مجموعی طور پر شہیداء کربلا کی تعداد ۷۲ تھی۔ جب کہ کوفی لشکر کے ۸۸ افراد ہلاک ہوئے اور خون رسول ﷺ سے ہاتھ رنگین کرنے کیوجہ سے جہنم کے سزاوار ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَاباً مُّھِیْناً

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ ان پر دینا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اللہ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔ [1]

بتائیے جن ظالموں نے آل محمد ﷺ کو کربلا میں پیاسے شہید کیا اور نواسہ مصطفیٰ ﷺ کو بے دردی سے ذبح کیا ان سے بڑھ کر خدا اور رسول ﷺ کو تکلیف دینے والا ظالم کون ہوسکتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جو شخص آل محمد ﷺ کا کربلا میں قتل عام کرنے میں پرجوش تھا وہ دوزخی کتا شمر بن ذی الجوش ہے میں اسے بار بار دوزخی کتا اس لئے لکھ رہا ہوں کہ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں محمد بن عمرو بن حسن سے حدیث روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے آپ رضی اللہ عنہ نے شمر کی طرف دیکھ کر فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان سچ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا میں ایک کتے کو دیکھتا ہوں جو کالے اور سفید داغوں والا ہے اور میرے اہل بیت کے خون میں منہ مارتا ہے اور شمر کو برص کی بیماری تھی اور اس کے جسم پر برص کے داغ تھے۔ [2]

جو کوفی مارے گئے تھے ان کا جنازہ عمر بن سعد نے پڑھا اور انہیں دفنایا جب کہ سیدنا و مولانا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے سر جسموں سے کاٹ لئے گئے اور جسموں پر اس زور سے گھوڑے دوڑائے گئے کہ ان کی ہڈی پسلی ایک ہوگئی اور وہ زمین کے ساتھ مل گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی بے نیازی دیکھئے اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے ظالموں قاتلوں اور پرلے درجے

---

[1] سورہ احزاب آیت ۵۸ پارہ ۲۲

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰

کے مردودوں کا جنازہ پڑھا جا رہا تھا اور جن کے لئے محبوب خدا ﷺ جنت میں استقبال کر رہے تھے ان کی لاشے بے گور کفن پڑے ہیں کوئی جنازہ بھی پڑھنے والا نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اگلے دن قریب کی بستی کے لوگوں نے آ کر ان سر کٹی چور چور لاشوں کا جنازہ پڑھا اور دفنا دیا۔

خیمہ اہل بیت رسول ﷺ پہ کوفیوں کی تاراج

شہادت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بعد اہل کوفی نے اہل بیت رسول ﷺ پر یلغار کر دی اور جو کچھ کسی کے ہاتھ لگا اٹھا لیا۔ حتیٰ کہ خواتین اہل بیت کے سروں سے چادریں بھی اتار لی گئی۔ ان کے ہاتھوں سے گلوں سے اور پیروں سے زیورات بھی اتار لئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ [1]
یہ کتنا دلخراش واقعہ ہے جسے لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں نے پہلے اس نبی ﷺ کی آل کو قتل کیا پھر انکی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے پھر ان کے خیمے لوٹ لیے اور عصمت و عفت والی شہزادیوں سے چادریں چھین لیں جن کا سر کبھی چشم فلک نے ننگا نہیں دیکھا تھا۔

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیت

عمر بن سعد نے جب خیمہ اہل بیت کو یوں لٹتا دیکھا تو اس کو بھی افسوس ہوا۔ اس نے کہا یہ تم نے بہت برا کیا ہے ان خواتین کے نزدیک کوئی شخص مت جائے اور اس لڑکے کو کوئی شخص مت قتل کرے اس نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا اور جس نے بھی ان کے سامان سے کوئی چیز اٹھائی ہے وہ واپس کر دے۔ مگر کسی نے کچھ واپس نہ کیا۔ [2]

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نور سے چمک رہا تھا

خیمہ اہل بیت کے لٹ جانے کے بعد شہداء کربلا کے سر نیزوں پر اٹھا لیے گئے اور اہل بیت کی عورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر بٹھا لیا گیا اور انہیں کوفہ لے جایا گیا۔ سیدنا مولانا عالی مقام رضی اللہ عنہ کا

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰
[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۴

سر مبارک خولی بن یزید کے پاس تھا جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو رات ہو گئی تھی اور قصر امارات بند ہو گیا تھا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک گھر لے گیا اور اسے کپڑے دھونے والے بڑے برتن کے نیچے چھپا دیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا میں آج سارے زمانے کی عزت لے کر آیا ہوں عورت کہنے لگی تمہارا برا ہو لوگ اپنے گھر سونا چاندی لے کر آئے اور تم نواسہ رسول ﷺ کا سر مبارک لے کر آئے خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ وہ عورت کہتی ہے بخدا ساری رات اس برتن کے نیچے سے جس میں آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا ہوا تھا نور پھوٹتا نظر آتا رہا۔ [1]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دربار ابن زیاد میں

اگلے روز امیر کوفہ عبید اللہ بن زیاد نے دربار لگایا اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہداء کے سر مبارک پیش کیے گئے۔ ۷۲ سر قطار کی صورت میں اس کے سامنے پڑے تھے۔

مسند بزار میں حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک پر مارنے لگا اور کہنے لگا یہ شخص خوبصورت تو بہت تھا۔ میں نے بے ضبط ہو کر کہا خدا کی قسم میں ضرور تیری برائی بیان کروں گا جہاں تو چھڑی مار رہا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں بوسے دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ میں بھی موجود ہے۔

بلکہ بخاری شریف مناقب حسن وحسین رضی اللہ عنہ کے باب میں بھی یہ حدیث آتی ہے دیکھئے بخاری جلد اول کتاب المناقب باب مناقب حسن وحسین رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۲۷۔

ابومخنف نے حمید بن مسلم سے روایت کیا ہے کہ میں نے وہ منظر خود دیکھا جب میں ابن زیاد کے پاس آیا تو وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پڑا تھا۔ اور وہ چھڑی سے ان کے ثنایا (سامنے کے دانتوں پر مار رہا تھا۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے (بخاری ومسلم میں ان سے متعدد احادیث مروی ہیں) نے فرمایا ان دانتوں سے چھڑی اٹھا لو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دندان مبارک کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر آہ

---

1 البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۲

بکا کرنے لگے ابن زیاد نے غصے سے کہا خدا تمہیں اور رلائے۔ خدا کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم بوڑھے کھوسٹ ہو اور تمہاری عقل جاتی رہی ہے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اٹھ کر مجلس سے روتے ہوئے نکل آئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے کچھ الفاظ کہے اگر ابن زیاد انہیں سن لیتا تو ضرور انہیں قتل کر ڈالتا۔ وہ ہمارے قریب سے گزرتے ہوئے فرما رہے تھے اے گروہ عرب آج تم آزاد نہیں غلام ہو تم نے فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر کو قتل کیا اور ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو امیر بنایا وہ تم میں سے اچھے لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور بروں کو غلام بنا کر رکھ رہا ہے۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

یہ احادیث صاف بتا رہی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر شدید دکھ اور تکلیف تھی مگر ان میں سے اکثر زمانہ کے ساتھ بوڑھے ہو گئے تھے اور یزید کی جابر حکومت کے خلاف کھڑے ہونے اور لڑنے کی ان میں ہمت نہ تھی اور یوں بھی ان کی تعداد اس وقت زیادہ نہ تھی مٹھی بھر دنیا میں رہ گئے تھے اور جو تھے وہ بھی بوڑھے اور کمزور و ناتوان تھے۔ ابو مخنف روایت کرتا ہے کہ ابن زیاد نے سارے کوفہ کو جمع کیا پھر خطبہ دیتے ہوئے کہنے لگا اللہ نے مجھے حسین رضی اللہ عنہ پر فتح دی وہ لوگوں سے ان کی حکومت چھیننے اور ان میں پھوٹ ڈالنے کے لیے نکلا تھا۔ اللہ نے اسے ہلاک کیا۔ تو ایک شخص عبداللہ بن عفیف ازدی اٹھا کہنے لگا او ابن زیاد تم پر ہلاکت ہو تم نبیوں کی اولاد کو قتل کر کے صدیقوں والی کلام کر رہے ہو؟ ابن زیاد نے جلاد کو کہا کہ اس کا سر قلم کر دو تو اسے اسی وقت خاک و خون میں غلطان کر دیا گیا۔

اسیران اہل بیت کی کوفہ سے شام روانگی

اس کے بعد سیدنا و مولانا حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کربلا کے سروں اور قیدی عورتوں اور بچوں کو کوفہ کے بازاروں میں گھمایا گیا۔ کوفہ کی عورتیں اور مرد مکانوں کی چھتوں پہ چڑھ کر اس دردناک منظر کا نظارہ کرنے لگے اور رونے چلانے لگے انہوں نے دیکھا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان کی گردن کے پیچھے بندھے ہوئے ہیں اور مستورات اہل بیت اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر سوار ہیں۔ تو اہل کوفہ نے نوحہ گری شروع کر دی آپ نے نحیف آواز میں کہا۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۲

"برما نوحہ وگریہ مے کنید پس کہ مرا کشتہ است"

آج تم ہم پہ نوحہ خوانی کر رہے ہو بتاؤ تمہارے سوا ہمیں کس نے قتل کیا ہے؟ [1]

سیدہ زینب بنتِ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت اہل کوفہ کے اس مکروہ گریہ کو دیکھ کر فرمایا تم نے اپنی عاقبت برباد کر لی ہے۔ تمہیں نے ہمیں قتل کیا اور خود ہی رو رہے ہو خدا کی قسم تم زیادہ رویا کرو گے اور کم ہنسو گے۔ [2]

قارئین یہ تاریخی حقیقت ہے کہ آج جو لوگ محرم میں ہر سال غم حسین میں سینہ کوبی، زنجیر زنی اور نوحہ گری کی مجلس بپا کرتے ہیں ان کی تاریخ تاریخ کوفہ ہی سے شروع ہوئی ہے۔ کوفہ ہی میں عبداللہ بن سبا یہودی نے لبادہ اسلام اوڑھ کر امامت علی کا عقیدہ مسلمانوں میں رائج کیا۔ یہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بات ہے جس سے مسلمان میں انتشار کی وہ بنیاد پڑی کہ آج تک اختلافات کی آگ جل رہی ہے۔ آج امامت علی کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دینے والے لوگ ہی محرم کے دنوں میں محفلیں لگاتے ہیں اور جن بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ بہت ہی افسوس ناک ہیں۔ خدا سب کو ہدایت دے۔

سر حسین رضی اللہ عنہ دربارِ یزید میں

بعد ازاں اسیران اہل بیت کو دمشق بھیجا گیا۔ زہیر بن قیس اور شمر بن ذی الجوشن اس قافلے کو لے کر گئے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کو سر انور سمیت یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسی طرح بندھے ہوئے تھے زحر بن قیس نے کارکردگی پیش کرتے ہوئے کہا اے امیر المومنین آپ کو فتح مبارک ہو حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اپنے ۷۲ ساتھیوں کے ساتھ ہمارے مقابلے میں نکلا ہم نے اسے آپ کی بیعت یا لڑائی کرنے کا اختیار دیا تو اس نے لڑائی پسند کی۔ چنانچہ ہم نے ان پر زور سے حملہ کیا اور وہ جانیں بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگے مگر ہم نے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا اب انکی لاشیں برہنہ پڑی ہیں۔ (کوفیوں نے شہداء کے جسموں سے کپڑے بھی

---

[1] چہاردہ معصوم مشہور شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ انتشارات سرور ایران

[2] احتجاج طبرسی مصنفہ مشہور شیعہ عالم ابو جعفر طبرسی جلد دوم صفحہ ۲۹

اتارے لیے تھے معاذاللہ) سورج انہیں جھلسا رہا ہے اور ہوائیں ان پر خاک ڈال رہی ہیں اور درندے ان کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں یہ سن کر (اس شقی القلب) یزید کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں۔ اور کہنے لگا میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر بھی تمہاری خدمت سے راضی ہوسکتا تھا۔ اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور حسین رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیتا۔ [1]

لیکن دربار یزید میں یہ واقعہ بھی دوبارہ پیش آیا کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر یزید کے سامنے پڑا تھا۔ اور وہ ہاتھ کی چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر مارنے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

یفلقن ھاما من رجال اعزۃ لینا وھم کانوا اعق ظلما۔

ترجمہ: تلواریں ان مردوں کے سر اتار رہی ہیں جو ہمارے لیے بہت عزیز بھی تھے مگر انہوں نے نافرمانی کی۔

حضرت ابو ہریرہ اسلمی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود تھے فرمانے لگے تم حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی مار رہے ہو جنہیں میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسے لیتے تھے اے یزید قیامت کے روز حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اس صورت میں آئیں گے کہ ان کے شفیع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونگے اور تمہارا شفیع ابن زیاد ہوگا۔ [2]

بہر حال یزید نے مستورات اہل بیت اور بچوں کو چند افراد کی نگرانی میں مدینہ طیبہ بھجوادیا اور یوں اس دردناک قصے کا اختتام ہوا۔

کیا یزید کو قتل حسین پر واقعتا دکھ ہوا تھا یا نہیں؟

آج کے بعض خارجیت پسند مصنفین یہ ثابت کرنے کے لئے پورا زور صرف کر رہے ہیں کہ یزید کا قتل حسین سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ جب وہ اس سے باخبر ہوا تو نہایت افسوس کیا۔
ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ محض دھوکہ وفریب ہے تاریخ کا منصفانہ مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ یزید اس قتل میں پورا پورا ذمہ دار ہے اور اسے اس قتل کا کچھ بھی افسوس نہ تھا بلکہ اس کی ذہنیت نہایت گھناؤنی اور

---

[1] الکامل فی التاریخ الاثیر جلد ۳ صفحہ مطبوعہ بیروت

[2] الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹

منافقانہ تھی ابھی آپ نے پڑھا کہ جب اس دربار میں امام عالی مقام نواسہ رسول ﷺ کا سر انور رکھا گیا تو اس نے چھڑی سے آپ کے دندان مبارک پر چوٹیں لگائیں حضرت ابوہریرہ اسلمی صحابی رسول یہ منظر دیکھ نہ سکے اور بے قرار ہو کر بولے یہ چھڑی اٹھالو ان دانتوں کو تو رسول اللہ ﷺ بوسے دیا کرتے تھے اگر یزید کو اس قتل کا دکھ ہوتا تو کیا وہ آپ کے سر مبارک کو چھڑیوں سے چوٹیں لگاتا؟

اس کی یہ حرکت بتاتی ہے کہ اسے اس قتل عظیم سے کچھ بھی دکھ نہ ہوا تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ جب خواتین اہل بیت رسول ﷺ یزید کے دربار میں پیش ہوئیں تو ایک شامی مرد نے یزید سے کہا یہ لڑکی مجھے دے دو۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بہن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یزید نے غضب ناک ہو کر کہا:

كَذَبْتَ وَاللهِ اِنَّ ذٰلِكَ لِيْ

تم جھوٹ کہتے ہو۔ لہذا یہ میرے لیے ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللهَ ثُمَّ اَسْتَغْفِرُ اللهَ

یہ سن کر حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نے تڑپ کر فرمایا: یزید یہ تیرے لیے جائز نہیں ہے کہ تو ہمیں لونڈیاں بنالے، ہاں اگر تم ہمارے دین سے نکل کر کوئی دین اختیار کرلو تو تمہاری مرضی،، یہ سن کر یزید کو سخت طیش آیا، کہنے لگا: انما خرج من الدین ابوك واخوك، دین سے تمہارا باپ اور تمہارا بھائی نکلا ہے۔ سیدہ زینب نے پھر فرمایا میرے باپ اور میرے بھائی اور میرے نانا کا دین اختیار کر کے ہی تم خود کو مسلمان کہلانے کے حق دار ہو۔ [1]

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ یزید لعین اہل بیت رسول ﷺ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا تھا اس کے نزدیک حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ دین سے نکل گئے تھے۔ اس لیے اس نے خواتین اہل بیت رسول ﷺ کو لونڈیاں بنالینا چاہا مگر سیدہ زینب کی دلیرانہ گفتگو نے ان کا منہ پھیر دیا یہ افسوس تھا اس کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کا؟

قارئین! اندازہ فرمائیں جو شخص سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائرہ اسلام سے

---

[1] البدایہ والنہار جلد ۸ صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ مصر الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۹۹ بیروت

خارج سمجھتا ہو۔ اس کے اپنے ایمان کا کیا حال ہے کیا وہ ابھی تک مسلمان ہی ہے؟ ہرگز نہیں پتہ چلا یزید صرف فاسق و فاجر ہی نہیں کفر کی حد تک پہنچا ہو تھا امام المورخین امام ابن کثیر فرماتے ہیں یزید نے صرف دکھاوے کے لئے ابن زیاد پر قتل حسین کی وجہ سے لعنت کی، ولکن لم یعزله علی ذلك ولا عاقبه ولا ارسل العتاب علیه مگر اسے معزول نہ کیا اسے کوئی سزا بھی نہ دی بلکہ ناراضگی کا خط تک نہ لکھا۔ [1]

امام ابن اثیر تاریخ کامل میں فرماتے ہیں۔

وَلَمَّا وَصَلَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ اِلٰى يَزِيْدَ حَسُنَ حَالُ ابْنِ زِيَادٍ عِنْدَه وَوَصَلَه وَسَرَّه مَافَعَلَ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اَلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى بَلَغَه بُغْضُ النَّاسِ لَه وَلَعْنُهُمْ وَسَبُّهُمْ فَنَدِمَ عَلٰى قَتْلِ الْحُسَيْنِ۔

ترجمہ: جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس پہنچا تو ابن زیاد کا مقام و مرتبہ اس کے ہاں بہت اعلیٰ ہوگیا۔ اور اس پر اپنے اکرام میں اضافہ کر دیا اسے نوازا اور اس کے اس اقدام قتل حسین پر مسرور ہوا مگر کچھ ہی دیر بعد یزید کو خبریں ملنے لگیں کہ لوگ اس قتل کی وجہ سے اسے سخت برا جانتے ہیں اس پر لعنت کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں تو پھر اسے اس قتل پر ندامت محسوس ہوئی۔ [2]

صاف پتہ چل گیا کہ یزید اس قتل میں پورا پورا شریک تھا، رہا اس کا آنسو بہانا تو یہ منافقت کے ٹسوے تھے وہ بہت منافق اور چالباز انسان تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس نے ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اس نے ابن زیاد کو پہلے سے قتل حسین سے منع نہیں کیا تھا، بلکہ جب یزید کو پتہ چلا کہ امام حسین مکہ سے کوفہ کو چل پڑے ہیں تو اس نے ابن زیاد کو خط لکھا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ تیرے پاس آرہا ہے اور تم پر بہت بڑا امتحان آپڑا ہے اب تم یا تو آزاد ہو جاؤ گے یا ہمیشہ کے لیے غلام بنا لیے جاؤ گے۔ تو ابن زیاد نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر یزید کو بھیج

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۴

[2] اکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۰۰

دیا تھا تاکہ ثابت کرے کہ وہ غلام نہیں آزاد ہے۔ [1]

اگر یزید کے دل میں امام عالی مقام کے لیے ذرہ برابر بھی رحم ہوتا تو وہ ابن زیاد کو آپ سے نرمی کا معاملہ کرنے کی تاکید کرتا اور بتاتا کہ اسے اس کے والد امیر معاویہ امام حسین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی وصیت کر گئے ہیں مگر نے ابن زیادہ کو جو کچھ کہا وہ آپ کے سامنے ہے اس نے اسے امام عالی مقام کے خلاف ہر قسم کے اقدام کی کھلی چھٹی دے دی تھی تو پھر اس میں کیا شک رہ گیا کہ یزید قتل حسین رضی اللہ عنہ کا براہ راست ذمہ دار اور مستحق نار ہے۔

قتل حسین کے بعد صحابہ کا یزید کے خلاف خروج

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کا صحابہ کرام کو دکھ تو شدید تھا مگر اس کے خلاف خروج کی صورت میں انہیں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے تھے جیسے کہ پیچھے گزر چکا ہے ان کے دل میں یزید اور اس کے اعمال کے لیے شدید نفرت تھی مگر وہ خود کو بے بس پاتے تھے۔ بنوامیہ کی طاقت اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ اس کے خلاف کامیابی ممکن نہ تھی پھر امام عالی مقام کی شہادت سے اور شہداء کربلا کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک نے لوگوں کو مزید خوفزدہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشوں کے سر نیزوں پر اٹھائے گئے ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے سارے جہان سے معزز خواتین آل رسول ﷺ کو قیدی بنا کر شاہی درباروں میں گھمایا گیا جس کا تصور کر کے کلیجہ دھلنے لگتا ہے اس سفا کانہ و کافرانہ اقدام نے لوگوں کو سخت خوفزدہ کر دیا پیچھے گزر چکا ہے کہ ابن زیاد نے سر حسین رضی اللہ عنہ پر چھڑی سے چوٹیں لگائیں تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو شان اہل بیت میں مشہور حدیث ثقلین کے راوی بھی ہیں اور بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں غصے سے کھڑے ہو گئے دوسری روایت کے مطابق وہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بھی برداشت نہ کر سکے اور ابن زیاد پر سخت نفریں کی ابن زیاد نے حضرت زید بن ارقم کو ڈانٹتے ہوئے کہا اگر تمہارے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں ابھی تمہاری گردن اڑا دیتا۔

تاہم صحابہ کرام تادیر خاموش نہ رہ سکے اور یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے حضرت عبداللہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷

زبیر رضی اللہ عنہما نے حرمین شریفین مکہ و مدینہ منورہ میں جہاں صحابہ کرام کی اکثریت تھی لوگوں کو یزید کے خلاف دعوت دی اور امام کے ظالمانہ قتل کا بدلہ لینے کی ترغیب دلائی اسی طرح اہل مدینہ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنایا انہوں نے یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ طیبہ سے نکالا بلکہ تمام بنو امیہ سے کہا کہ مدینہ طیبہ سے نکل جائیں صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت ان کے ساتھ تھی جن کی تعداد سینکڑوں میں تھی صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امام زین العابدین نے ان کا ساتھ نہ دیا وہ یہ کہتے تھے کہ اس طرح فتنہ پیدا ہوگا یزید کی بیعت توڑنے سے وہی کچھ ہوگا جو کربلا میں اہل بیت کے ساتھ ہوا اور واقعتاً وہی کچھ ہوا۔

واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ پر یزید کے مظالم

تو یزید نے مسلم بن عقبہ جیسے ظالم و متشدد آدمی کی کمان میں کئی ہزار افراد پر مشتمل لشکر بھیجا تاکہ اہل مدینہ کی بغاوت فرو کرے اس بد بخت نے آ کر مدینہ طیبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی خود اسے یزید نے حکم دے کر بھیجا تھا کہ تم جا کر اہل مدینہ سے کہو کہ وہ بغاوت سے باز آ جائیں پھر انہیں تین دن کی مہلت دو۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے لڑائی کرو۔

وَاِذَا ظَهَرْتَ عَلَيْهِمْ فَاَبِحِ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثًا

ترجمہ: اور جب تم ان پر چڑھائی کرو تو مدینہ کو تین دن تک اپنے لیے مباح کر لو۔

یعنی جو ہاتھ لگے لوٹ لو تین دن کے بعد اپنا ہاتھ روک لو مسلم بن عقبہ نے جا کر اسی طرح کیا۔ [1]

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کو امام حسین سے کس قدر محبت تھی ان کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے اٹھے مگر کامیاب نہ ہو سکے تاہم انہوں نے اپنی جانیں اس راہ میں دے دیں انہیں یزید کی بیعت کی طرف بلایا گیا جب تین دن تک اہل مدینہ نے یزید کی بیعت نہ کی تو مسلم بن عقبہ نے مدینۃ الرسول پر دھاوا بول دیا مدینہ سے باہر مقام حرہ پر شدید ترین لڑائی ہوئی امام زہری فرماتے ہیں۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲

القتلیٰ یوم الحرۃ سبعة ماعةٍ من وجوہ الناس من المھاجرین والانصار

ترجمہ: جنگ حرہ میں قتل کے جانے والے لوگوں کی تعداد سات سومہاجرین وانصار صحابہ میں سے معزز اور چیدہ لوگ تھے۔ [1]

اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے لیے شہادت امام عالی مقام کی خبر قطعی اچانک تھی مکہ سے نکلتے ہوئے صحابہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ اہل کوفہ کے پاس آپ نہ جائیں مگر آپ اہل کوفہ کے خطوط کے پیش نظر چلے گئے صحابہ کرام نہ گئے انہیں کوفیوں کی بے وفائی تو معلوم تھی مگر صحابہ کرام کو یہ معلوم نہ تہا کہ آپ کو اس قدر جلدی قتل کر دیا جائے گا یہ واقعہ بہت اچانک اور بہت جلد ہو گیا صحابہ کرام مدد کو نہ پہنچ سکے اگر انہیں امام حسین کا کوئی خط مل جاتا کہ میں مشکل میں ہوں میری مدد کو آؤ تو ناممکن تھا کہ نواسہ رسول ﷺ کی مدد کے لیے صحابہ کرام نہ نکلتے جو ان کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے سات سو کی تعداد میں شہید ہو سکتے ہیں وہ مدد کے لیے کیوں نہیں آسکتے تھے۔

مکہ شریف پر یزید کی چڑھائی اور موت

صرف مدینہ کے صحابہ کرام کے ہی یہ جذبات نہ تھے مکہ نے بھی واقعہ کربلا کے بعد بغاوت کی اور مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں لوٹ مار کرنے کے بعد مکہ شریف کا رخ کیا اور وہاں بھی کئی صحابہ شہید ہوئے جن میں حضرت مسعود بن مخترم اور مصعب بن عبدالرحمان بن عوف نمایاں ہیں مکہ شریف پر بھی اس طرح چڑھائی کی گی حتی کہ حرم کعبہ کو آگ لگا دی گئی کعبہ شریف کا غلاف جل گیا لکڑیاں جل گئیں کعبہ شریف پر پتھر برسائے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون [2]

یہ سب سیاہ کارنامے یزید کے منحوس دور میں ہوئے اس کا سارا دور اہل بیت رسول ﷺ اور مدینۃ الرسول اور کعبۃ اللہ کی عزت وحرمت کے پامال کرنے میں گزر گیا ابھی کعبہ شریف کے پردوں میں آگ لگی ہوئی تھی کہ ربیع الثانی ۶۴ ہجری میں یزید کی موت کی خبر مکہ شریف میں آگئی اور اس کا بھیجا ہوا ظالم وسفاک لشکر واپس شام بھاگ گیا اور ظلم وتشدد کی ایک تاریک رات ختم ہوئی۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۴

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۸ الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۲۶ طبری جلد ۳ سوصفحہ ۳۲۱ وغیرہ

امام ابن کثیر اپنی رائے بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَقَدْ اَخْطَأَ یَزِیْدُ خَطَأً فَاحِشًا فِیْ قولِهٖ لمسلم بن عقبه ان یبیح المدینةَ ثلاثةَ ایامٍ و هذا خطاءٌ کبیرٌ مع ما انضمَّ الیه مِنْ قَتْلِ خلقٍ مِنَ الصَّحَابَهِ وَاَبْنَاۓِهِمْ

ترجمہ: یزید نے یہ بہت بڑا جرم کیا جو مسلم بن عقبہ کو تین دن تک مدینہ کو مباح کرنے کا حکم دیا یہ صریحا بہت بڑا جرم ہے پھر اس کے ساتھ یہ جرم بھی شامل ہوگیا کہ صحابہ کرام اور انکی اولاد میں سے ایک بڑی خلقت قتل کر دی گئی۔ [1]

صرف اسی پر بس نہیں چونکہ خود یزید نے مسلم بن عقبہ کی فوج کو کھلی چھٹی دیدی تھی کہ مدینہ تمہارے لیے تین دن تک مباح ہے جو مرضی کرو تو انہوں نے مدینہ طیبہ کی پاکدامن خواتین کے ساتھ بے پناہ جبرا زنا کیا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَلَدَتْ اَلْفُ اَمْرَأَة مَنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَة بعد وقعة الْحَرَّةِ مِنْ غَیْرِ زَوْجٍ

ترجمہ: اہل مدینہ کی ایک ہزار عورت نے واقعہ حرہ کے بعد شادی کے بغیر حرامی بچے جنے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) [2]

اس زمانے میں صحابہ کرام میں سے جس کی جان بچی اس نے کسی غار میں یا خفیہ مقام میں چھپ کر جان بچائی الغرض اہل مدینہ طیبہ پر وہ مظالم توڑے گئے کہ قلم لکھ نہیں سکتا اور یہ یزید کے واضح حکم کے ساتھ ہوا۔

اہل مدینہ کو ستانے والا شخص جہنمی اور ملعون ہے۔

حضرت سعد بن واقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۵

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۴

۱۔ لا یکید اھل المدینه احد الا انماع کما ینماع کما الملح فی الماء۔

ترجمہ: اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص دجل و فریب کریگا وہ (نار جہنم میں) ایسے پگھلایا جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ [1]

۲۔ انہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا یُرِیْدُ اَحَدٌ الْمَدِیْنَۃَ بِسُوْءٍ اَلاَّ اَذَابِہِ اللہُ فِی النَّارِ ذوب الرصاص۔

ترجمہ: یعنی جو شخص بھی شہر مدینہ سے برائی کرنا چاہے گا اللہ اسے دوزخ میں یوں پگھلا دے گا جیسے چونا پانی میں۔ [2]

۳۔ سائب بن خلادر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ ظُلْمًا اَخَافَہُ اللہُ وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ وَ الْمَلاَئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لاَ یَقْبَلُ اللہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ صَرْفًا وَّلاَ عَدْلاً۔

ترجمہ: جو شخص اہل مدینہ کو اپنے ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے روز قیامت خوف زدہ کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ [3]

یزید پر لعنت کا جواز

چونکہ یہ تاریخ سے صریحاً ثابت ہے کہ خود یزید نے مدینہ میں تین دن تک لوٹ مار کرنے اور غارت گری کا حکم دیا تھا چنانچہ ابھی البدایہ کے حوالے سے پیچھے گزرا اور امام ابن اثیر بھی فرماتے ہیں۔ کہ یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تھا:

فَاِذَا ظَھَرْتَ عَلَیْھِمْ فَاَبِحْھَا ثَلَاثًا۔

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب فضائل المدینہ صفحہ ۲۴۲

[2] مسلم شریف جدل اول کتاب الحج صفحہ ۴۴۱

[3] مسند احمد حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۵

ترجمہ: جب تم اہل مدینہ پر حملہ کرو تو سارا مدینہ اپنے لیے تین دن تک مباح سمجھو۔[1]

اور ایسا ہی تاریخ طبری اور تاریخ ابن خلدون میں بھی ہے ابن اثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبدالمالک بن مروان نے جو خود بنوامیہ کا اہم فرد تھا جب یزید کا یہ حکم سنا تو کہا کاش آج آسمان زمین پہ گر پڑتا یزید نے اتنا بڑا حکم دیا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ابھی گزر چکی ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس پر اللہ اور فرشتے اور سب انسانوں کی لعنت ہے جب کہ یزید نے نہ صرف انہیں خوف زدہ کیا ہے بلکہ قریباً ایک ہزار افراد کو جن میں سات سو صحابہ کرام تھے شہید کر دیا اور ایک ہزار دختران شہر رسول سے جبراً زنا کیا گیا۔ کیا اب بھی یزید پر لعنت نہ کی جائے؟

امام ابن کثیر فرماتے ہیں امت کے متعدد دائمہ دین نے کھل کر یزید پر لعنت کی ہے ان میں امام احمد بن حنبل ہیں محدث کبیر امام ابو یعلی ہین ان کے بیٹے ابو حسین ہیں اور امام ابن جوزی ہیں، امام ابن جوزی نے یزید پر لعنت کے جواز میں مستقل کتاب لکھی ہے اور جنہوں نے یزید پر لعنت سے توقف کیا وہ اس لیے ہے کہ یہ لعنت کا سلسلہ کہیں ان کے والد امیر معاویہ اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرف نہ چلا جائے۔[2]

مگر میں سمجھتا ہوں توقف کرنے والوں کا یہ استدلال قوی نہیں۔ یزید کی بدکرداریوں سے اس کے والد گرامی کا کوئی تعلق نہیں اور جب اس پر لعنت کی جائے تو وہ اسی پر رہے گی اور اس کی حرکتیں واقعتاً لعنت کے قابل ہیں۔

یاد رہے اہل مدینہ کو ستانے والا بھی ملعون ہے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے والا اس سے بھی بڑا ملعون ہے جس نے مدینہ والوں کو ستایا وہ حدیث کے مطابق ملعون ہے اور خدا اور رسول کو اذیت دینے والا قرآن کی زبان میں ملعون ہے اور اس پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اللہ نے قرآن فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الدُّنْيَا وَ

---

[1] الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۱۱

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۷

اَلْاٰخِرَۃ

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا اللہ نے ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کیا ہے۔ [1]

یزید نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر اللہ اور اس کے رسول کو وہ ایذا دی جو کوئی کافر بھی نہیں دے سکتا اس لیے وہ قرآن وحدیث دونوں کی زبان میں ملعون ہے دنیا اور آخرت دونوں میں۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی انجام

واقعہ کربلا کے بعد اللہ کی بے آواز لاٹھی قاتلان حسین پر قہر خداوندی بن کر پڑی اور جس نے بھی واقعہ کربلا میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزند پہنچایا تھا وہ قدرت کے انتقام سے نہ بچ سکا۔

یزید کا انجام

یزید اس حالت میں مرا کہ اس کے ہاتھ سینکڑوں صحابہ کرام کے قتل سے رنگین ہو چکے تھے اس کے واضح اور صریح حکم کے مطابق شہر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پاک کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مکہ مکرمہ کے باشندے یزیدی لشکر کے ہاتھوں کٹ مر رہے تھے مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ کی حرمت پامال ہو چکی تھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے گلی کوچے صحابہ کرام کے خون شہادت سے لالہ زار ہو چکے تھے۔ جس وقت یزیدی لشکر کعبۃ اللہ پر پتھر برسا رہا تھا اور مسجد حرام میں قتل وغارت کا بازار گرم کیے ہوئے تھا عین اس وقت میں یزید کی ہلاکت کی خبر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنچی اور انہوں نے پکار کر یزیدی لشکر سے کہا او! ظالمو جس کے حکم پر تم یہ ظلم کر رہے ہو وہ ہلاک ہو گیا ہے تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ اسی وقت واپس دمشق کو بھاگ اٹھے۔ یہ ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کی بات ہے۔ [2]

---

[1] سورت احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۸

الغرض یزید اہل مدینہ واہل حرم کی عزتیں اور جان ومال لوٹتا ہوا مرا اور گلے میں طوق لعنت ڈال کر دنیا سے رخصت ہوا اس کی زبان پر العطش العطش یعنی ہائے پیاس ہائے پیاس کی آوازیں تھیں جب خدا کسی کو ذلت سے مارنا چاہتا ہے تو اس سے ایسے ہی کام کرواتا ہے۔

کوفہ میں مختار ثقفی کی حکومت کا قیام

یزید کی موت کے ساتھ ہی کوفہ سے اموی حکومت اٹھ گئی اور کچھ ہی عرصہ میں وہاں ۶۶ھ کے آخر میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے قبضہ کرلیا وہ یہ نعرہ مار کر میدان میں آیا کہ نواسہ رسول حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو ان کے خاندان سمیت بے یارومددگار قتل کیا گیا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے؟ اس کا شعار تھا: یا ثارۃ الحسین، ہائے خون حسین کا انتقام۔ تو سارا کوفہ اس کے گرد اکٹھا ہوگیا اور قصر امارت پر انہوں نے قبضہ کرلیا۔ ابن زیادہ جو مرگ یزید کے بعد دمشق چلا گیا تھا، کو حاکم وقت عبدالملک بن مروان نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ بھیج کر مختار کی قوت کا خاتمہ کرنے کے لیے بھیجا کربلا میں امام حسین کا مقابلہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس لشکر میں شامل تھی کیونکہ مختار کے کوفہ پر قابض ہوتے ہی یہ لوگ دمشق بھاگ گئے تھے اور اب مختار کا خاتمہ کرنے آئے تھے یوم عرفہ ۶۶ ہجری کو کوفہ اور موصل کے مابین گھمسان کی جنگ ہوئی، ثقفی لشکر بے جگری سے لڑا شامی لشکر کو شکست ہوئی ہزاروں شامی قتل ہوئے اور پانچ سو گرفتار ہوئے ان میں سے دوسو چالیس کا کربلا میں امام حسین کے خلاف جانا ثابت ہوا تو انہیں لائن میں کھڑا کر کے قتل کر دیا گیا۔

شمر لعین کا انجام

مختار ثقفی کے قابض کوفہ ہوتے ہی شمر بن ذی الجوش بصرہ بھاگ گیا تھا اسی خبیث نے امام عالی مقام کا سر انور جسم سے جدا کیا تھا مختار نے اسے پکڑنے کے لیے مسلح دستہ بھیجا جنہوں نے اس پر قابو پا کر قتل کر ڈالا اور جسم کے ٹکڑے کر ڈالے یوں اسی جہنمی کو جہنم واصل کیا گیا پیچھے حدیث گذر چکی ہے کہ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا میں ایک برص زدہ کتے کو دیکھتا ہوں وہ میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے امام حسین نے کربلا میں شمر کو دیکھ کر فرمایا وہ کتا یہی ہے کیونکہ شمر کے جسم پر برص کے داغ تھے۔

اس کے بعد مختار نے کوفہ میں خطبہ دیا کہ آج بھی کوفہ میں آل محمد ﷺ کے قاتلوں کی ایک بڑی تعداد زندہ ہے میں اس وقت تک چین سے کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک زمین کو ان سے پاک نہ کرلوں چنانچہ کوفہ میں سخت پکڑ دھکڑ شروع ہوئی ایک خلق کثیر کو پکڑ پکڑ کر لایا گیا مختار کے سامنے انہیں کھڑا کیا جاتا وہ انہیں مختلف طریقوں سے اذیت ناک مار ڈالنے کا حکم دیتا بعض کو زندہ جلا دیا گیا بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا گیا اور وہ تڑپ کر مر گئے اور بعض کو تیروں سے چھید چھید کر ہلاک کیا گیا ایک شخص مالک بن بشر کو لایا گیا مختار نے اسے کہا کیا تم ہی نے امام حسین کے سر سے عمامہ اتارا تھا؟ کہنے لگا ہم اس وقت مجبور تھے مختار نے کہا جن ہاتھوں سے اس نے نواسہ رسول کا عمامہ اتارا تھا وہ کاٹ دو اور ساتھ اس کے دونوں پاؤں بھی کاٹ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔

خولی بن یزید کا عبرت ناک انجام

اس ملعون نے امام عالی مقام کا سر انور جسم مبارک سے جدا کیے جانے کے بعد نیزے پہ اٹھا کر دربار ابن زیاد میں کوفہ پہنچایا تھا پیچھے گذر چکا ہے کہ جب ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو اسیران اہل بیت کو کوفہ لایا گیا تو رات ہوگئی تھی اور ابن زیاد کا قصر امارت بند ہو چکا تھا تو خولی ملعون سر انور کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی کو بتایا کہ میں سارے زمانے کی عزت تمہارے پاس لایا ہوں جب اس نے سر انور اسے دکھایا تو اس کی چیخ نکل گئی اور کہنے لگی او نامراد لوگ گھروں میں سونا چاندی لاتے ہیں اور تم دختر رسول ﷺ کے جگر گوشہ کا سر لے آئے ہو خدا کی قسم آج کے بعد میں اور تم ایک بستر پر کبھی نہیں لیٹیں گے تو خولی نے اپنی دوسری بیوی کے پاس رہنا شروع کر دیا۔

جب مختار ثقفی کی فوج نے خولی کے گھر کا محاصرہ کیا تو اس وقت اس کی وہ بیوی جس نے اس رات اس پر لعنت کی تھی گھر میں موجود تھی سپاہیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اسی نے دروازہ کھولا انہوں نے پوچھا خولی کہاں ہے وہ زبان سے کہنے لگی مجھے پتہ نہیں مگر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھر ہی میں ہے وہ گھر کے ایک خفیہ ٹھکانے میں چھپا بیٹھا تھا سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور دربار مختار ثقفی میں لے گئے مختار ثقفی نے کہا اسے زندہ جلا دو تو اسے زند جلا دیا گیا۔

جس شخص نے امام مسلم کے بیٹے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا تھا اس کا نام یزید بن ورقا تھا، اسے پکڑنے گئے تو اس نے لڑائی شروع کردی ثقفی سپاہیوں نے اس پر تیروں اور پتھروں کی اتنی برسات کی کہ وہ ادھ مرا ہو کر گر پڑا ابھی اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی کہ سپاہیوں نے اسے اٹھایا اور جلتی آگ میں ڈال کر بھون دیا۔

عمر بن سعد کا خوف ناک اور عبرت انگیز انجام

کربلا میں کوفی لشکر کا امیر یہی تھا اور حکومت حاصل کرنے کے لالچ میں اس نے آل رسول ﷺ کے خون سے دشت کربلا کو رنگین کیا یہ بد بخت انسان عظیم صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کا بیٹا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سرور دو عالم ﷺ کی دعا نے مستجاب الدعوات بنا دیا تھا وہ زبان سے جو کہتے تھے ہو جاتا تھا ، دلائل النبوۃ لابی نعیم میں آپ کے زود اثر دعاؤں کا لمبا تذکرہ موجود ہے اس راقم الحروف گناہگار نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے جو الحمد للہ چھپ گیا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی کا واقعہ ہے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا اس کا خون اس کی پنڈلیوں پر بہہ رہا تھا آپ نے فرمایا تمہیں کس نے مارا ہے کہنے لگا آپ کے بیٹے عمر نے آپ کی زبان سے نکل گیا۔

اللھم اقتله واسل دمه

اے اللہ اسے قتل کر اور اس کا خون یونہی بہا۔ بس ان کی زبان سے جو نکل گیا وہ ہو گیا واقعہ کربلا کی پاداش میں مختار نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا یہ چھپتا پھرتا تھا مختار نے کہا حسین رضی اللہ عنہ کا خون اسے بھاگنے نہیں دے گا یہی ہوا ایک سپاہی ابوعمرہ اس کے پیچھے پڑ گیا اس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ سپاہی نے پیچھے بھاگتے ہوئے تلوار سے اس کی گردن کا نشانہ لیا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیے اور سر اٹھا کر مختار ثقفی کے پاس لے آیا اس وقت مختار کے دربار میں عمر بن سعد کا بیٹا بھی گرفتار بیٹھا تھا مختار نے اسے کہا اس سر کو پہچانتے ہو اس نے انا للہ پڑھا اور کہا ہاں جانتا ہوں اب اس کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں مختار نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو واقعتاً اب تمہیں زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کا سر بھی کاٹ کر اس کے باپ کے ساتھ رکھ دو چنانچہ مختار ثقفی نے یہ دونوں سر حضرت محمد بن حنیفہ کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیئے اور ساتھ خط بھی لکھا کہ اللہ نے آپ کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

جب دونوں باپ بیٹا کے سر مختار کے سامنے پڑے تھے تو اس نے کہا باپ کا سر امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں ہے اور بیٹے کا سر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے بدلے میں مگر پھر بھی برابری کیسے ہو سکتی ہے کہاں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں یہ خبیث؟

ابن زیاد کا وحشت ناک انجام

جیسا کہ پیچھے گذرا ہے ابن زیادہ واقعہ کربلا کے بعد شام میں قیام پزیر ہو گیا تھا موت یزید کے بعد اس نے مصر میں اپنی خود مختار حکومت بنانا چاہی مگر کامیاب نہ ہو سکا پھر عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ٦٧ ہجری کے آغاز میں ابن زیادہ دوسری بارشاہی حکومت کی طرف سے مختار کی قوت کا خاتمہ کرنے کے لیے قریباً اسی ہزار کا لشکر لے کر نکلا اور موصل سے پانچ مراحل پر دونوں لشکر باہم ٹکرائے مختار کی طرف سے ابراہیم بن اشتر نخعی صرف سات ہزار کے لشکر کے ساتھ لڑا ثقفی فوج کے تعداد بہت کم تھی مگر ابراہیم بن اشتر نے ان میں یہ بات دھرا دھرا کر بے حد جوش پیدا کر دیا تھا کہ دیکھو آج تمہارے مقابلے میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قاتل کھڑا ہے اس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وہ ظلم کیا ہے جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل کے ساتھ نہیں کیا تھا آگے بڑھو اور اس کے خون سے اپنی تلواروں کی پیاس بجھاؤ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے حقدار بن جاؤ

چنانچہ ثقفی لشکر بہت بے جگری سے لڑا خود ابراہیم بن اشتر کا یہ حال تھا جس شامی پر اس کی تلوار پڑتی دو ٹکڑے کر کے رکھ دیتی آخر شامی فوج کے مقتولین کو پہچانا گیا تو ان میں ابن زیاد کی لاش بھی نکل آئی چنانچہ اس کا سر کاٹ کر مختار کے دربار میں کوفہ ارسال کر دیا گیا۔ خدا کی قدرت دیکھیں ١٠ محرم ٦١ ہجری کو امام عالی مقام کربلا میں جام شہادت نوش کیا اور ١١ محرم کو ان کا سر ابن زیاد کے سامنے دربار کوفہ میں پیش کیا گیا اور صرف چھ برس بعد ١٠ محرم ٦٧ ھ کو موصل کے میدان میں ابن زیاد کے ٹکڑے ہو گئے اور ١١ محرم ٦٧ ھ کو اس کا سر کوفہ کے اسی دربار میں مختار کے سامنے اسی جگہ پڑا تھا جہاں

امام عالی مقام کا سر رکھا گیا تھا۔

و اللہ عزیز ذو انتقام [1]

ابن زیاد کے سر میں سانپ داخل ہوتا ہے

عمارہ بن عمیرہ روایت کرتے ہیں جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو مسجد میں ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر کی صورت میں پھینک دیے گئے میں بھی قریب ہوا کہ دیکھوں تو لوگ چیخنے لگے (آگیا آگیا) تو وہ ایک سانپ تھا جو آیا اور سارے سروں میں سے پھرتا ہوا ابن زیاد کے سر تک پہنچا اور اس کے ناک میں داخل ہوگیا پھر تھوڑی دیر بعد وہ نکلا اور گم ہوگیا تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی آگیا آگیا تو وہ سانپ پھر آیا اور ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا اور نکل کر غائب ہوگیا یہ اس نے دو تین مرتبہ کیا۔ [2]

البدایہ میں امام ابن کثیر نے ابو احمد حاکم کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب ابن مرجانہ (ابن زیاد) اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مختار ثقفی کے سامنے پھینکے گئے تو ایک باریک سانپ آیا اور ابن زیاد کے منہ میں داخل ہوا اور نتھنے سے نکلا پھر اس کے نتھنے میں داخل ہو کر اس کے منہ میں سے نکلا اس طرح اس نے کئی بار کیا دوسرے کسی سر کو اس نے نہ چھیڑا۔ [3]

گویا اللہ نے بتا دیا کہ اس ملعون کے لیے ہم نے آخرت میں اس سے بھی بدتر عذابات تیار کر رکھے ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خلافت معاویہ یزید نامی کتاب میں محمود احمد عباسی نے ابن زیاد کو اہل بیت کا ہمدرد ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس پر کئی صفحات سیاہ کیے ہیں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مختار کے زمانہ میں یہ عباسی صاحب تشریف فرما ہوتے تو ان کا حال بھی ابن زیاد سے مختلف نہ ہوتا کیونکہ انہوں نے انصاف و دیانت کے ساتھ ویسا ہی ظلم کیا ہے جیسا ابن زیاد نے کربلا میں آل رسول ﷺ سے کیا۔ پتہ نہیں اس سے انہیں کیا مفاد ملا ابن زیاد قتل حسین رضی اللہ عنہ میں

---

[1] قاتلان حسین کے انجام کے مذکورہ واقعات البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۷۲ سے صفحہ ۲۸۵ کا خلاصہ ہے

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ 219 کتاب المناقب

[3] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۸۹

کتنا ملوث تھا اس کا اندازہ تو اسی سے ہو جاتا ہے کہ خود یزید جسے عباسی نے مذکورہ کتاب کے ٹائٹل پر یزید رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے نے اپنا دامن بچانے کے لیے کہا تھا کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے میں نے اسے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اگر وہ قتل نہ کرتا اور میرے پاس لے آتا تو میں اس پر راضی ہو جاتا۔[1]

تعجب ہے تمہارا یزید رضی اللہ عنہ تو ابن زیاد پر لعنت کر رہا ہے اور تم اس کا دفاع کر رہے ہو کچھ تو خوف خدا کرو بغض آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حد بھی ہے تمہارے سینے میں؟

یہاں پر ہم یہ فصل ختم کرتے ہیں جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوانح سے تعلق رکھتی ہے آگے دوسری فصل میں آپ کے فضائل و محامد ذکر کیے جائیں گے۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۳

دوسری فصل

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

پہلے ہم وہ فضائل لائیں گے جو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی مشترکہ فضیلت سے تعلق رکھتے ہیں بعد میں امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے انفرادی فضائل لکھے جائیں گے۔

امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل

۱- ابن ابی نعم کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خود سنا۔ایک کوئی شخص ان سے سوال کر رہا ہے کہ محرم (احرام باندھنے والا) اگر مکھی مار دے تو کیا حکم ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل عراق مجھ سے مکھی مارنے کا سوال کرتے ہیں تو اور انہوں نے نواسہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

هُمَا رَيحانَتَايَ مِنَ الدُّنيا

ترجمہ: دنیا میں یہ دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہ) میرے پھول ہیں۔ [1]

یعنی جس طرح پھول میں حسن اور خوشبو محسوس ہوتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان دونوں نواسوں سے جنت کا حسن اور وہاں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔مولانا امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

۲- ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خچر (جس کا نام شہباء تھا) پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بٹھایا اور اس کی لگام پکڑ کر چلنے کی خدمت انجام دی اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں خچر پر سوار تھے ایک آپ کے آگے دوسرا آپ

---

[1] بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۰ کتاب المناقب، ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۲۱۸ ابواب المناقب

کے پیچھے۔ [1]

یعنی رسول اکرم ﷺ کو اپنے دونوں نواسوں سے اس قدر محبت تھی کہ دونوں کو اکثر اپنے جسم کے ساتھ چمٹا کر رکھتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

یعنی حسن وحسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [2]

امام ترمذی فرماتے ہیں ہذا صحیح حسن یہ حدیث صحیح حسن ہے:

معزز قارئین یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ جنت میں سارے ہی نوبوان ہونگے کوئی بوڑھا نہیں ہوگا تو معنی بن گیا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما سب اہل جنت کے سردار ہیں تاہم اس سیادت سے جزوی اور اضافی سیادت مراد ہے یعنی راہ حق میں شہادت یا رسول اکرم ﷺ کی نظر میں محبوبیت کے حوالے سے یہ دونوں سب اہل جنت کے سردار ہیں تو یہ جزوی اور اضافی سیادت ہے ورنہ اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ اہل جنت میں کلی اور مطلق سیادت انبیاء کرام اور ان کے بعد خلفاء راشدین کو حاصل ہے۔ یعنی جنت میں کل انبیاء ورسل کے سردار نبی پاک ﷺ ہوں گے مقامِ نبوت کے بعد بزرگ تر صحابہ اور بوڑھے جنتیوں کے سردار حضرت ابوبکر وعمر ہوں گے، جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہوں گی اور جنتی نوجوانوں کے سردار امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہوں گے

بعض نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ان لوگوں کے سردار ہیں جنہوں نے نوجوانی میں وفات پائی اور جنت کے حق دار ہوئے کیونکہ بوقت شہادت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی عمر بالترتیب سنتالیس اور ستاون برس تھی اور یہ عمر اگرچہ عموماً نوجوانی کی عمر شمار نہیں ہوتی مگر یہ عمر بڑھاپے کے غالب آجانے کی عمر بھی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص صحت منداور توانا ہو تو وہ اس عمر میں بھی نوجوان ہی نظر آتا ہے، اور یہی حال حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا تھا۔

---

[1] مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۳ کتاب الفضائل

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۲۱۸ ابواب المناقب

کیا باغی اہل جنت کا سردار ہوسکتا ہے؟

یہاں محمود احمد عباسی اور ان جیسے دوسرے خارجیت زدہ لوگوں کیلئے درسِ عبرت ہے جو امام عالی مقام کو باغی وتفرقہ باز قرار دیتے ہیں۔

کس قدر دکھ افسوس اور غیض وغضب کی بات ہے کہ محمود احمد عباسی نے خلافت معاویہ یزید میں صفحہ ۲۰ سے صفحہ ۲۳ تک وہ احادیث نقل کی ہیں جو باغیوں کے متعلق ہیں اور انہیں امام حسین کی شہادت پر فٹ کیا ہے (معاذ اللہ) جیسے حدیث ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے امیر کے خلاف خروج کرے وہ جاہلیت کی موت مرا (بخاری) اور حدیث ہے کہ جس نے اس امت کے نظام میں تفرقہ پیدا کیا تم اسے قتل کردہ خواہ وہ کوئی ہو (مسلم) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو جس کی بعد میں بیعت کی گئی تھی اسے قتل کردو کہ وہ تفرقہ پیدا کررہا ہے۔ (بغوی)

محمود عباسی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ یزید پر ساری امت متفق تھی اور امام حسین نے اس کے خلاف بغاوت کرکے جو جرم کیا اس کی سزا نبی اکرم ﷺ نے قتل مقرر کی ہے اور یہ موت شہادت نہیں بلکہ جاہلیت کی موت ہے۔

اَسۡتَغۡفِرُ اللہ ثُمَّ اَسۡتَغۡفِرُ اللہ۔

بلکہ اس سے بڑھ کر محمد دین بٹ نے رشید ابن رشید میں یہ بھی لکھ ڈالا کہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوا۔ یعنی باغی کی شرعی سزا اس پر جاری کی گئی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد)

ہم دور حاضر کے ان خوارج سے پوچھنے کا یہ حق رکھتے ہیں کہ اے یزیدی فوج کے سپاہیو رسول اکرم ﷺ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا نام لے کر انہیں نہ صرف جنتی بلکہ نوجوانان جنت کا سردار قرار دے رہے ہیں اور امام ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے اور تم حدیثوں سے اپنا بے ڈھنگا استدلال کرکے انہیں جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دے رہے ہو؟ کیا تمہارے دل میں خدا کا کچھ خوف نہیں قلب رسول ﷺ کو تکلیف دے کر تمہیں کونسی لذت حاصل ہوتی ہے؟

فرمانِ رسول ﷺ

الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة

اس حدیث مبارکہ نے اس بات پر بھی مہر لگا دی کہ یزید لعین کی حکومت اسلامی حکومت نہ تھی اسی لیے اس کے خلاف جہاد کر کے امام حسین نوجوانِ جنت کے سردار بن گئے وہ غیر شرعی غیر اسلامی اور ظالمانہ وسفاکانہ حکومت تھی جسے حدیث نبوی میں ملوکیتِ جبریہ کہا گیا ہے ورنہ بتائیے کہ اسلامی حکومت کے خلاف خروج کرنے والا نوجوانان جنت کا سردار کیسے قرار پایا۔

۴۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا

ترجمہ: اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ [1]

۵۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

اَلْحَسَنُ اَشْبَهَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَابَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّأْسِ وَ الْحُسَیْنُ اَشْبَهَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا کَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ

ترجمہ: حسن رضی اللہ عنہ سینے سے لے کر سر تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشابہ ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سینے سے پاؤں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مشابہ ہے۔ [2]

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں ؎

ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

خطِ توأم سے لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

ترجمہ: جس نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ [3]

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹

[3] سنن ابن ماجہ مقدمہ صفحہ ۱۲ فضائل حسن وحسین

۷۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی ضرورت کے لیے گیا آپ باہر تشریف لائے میں نے محسوس کیا آپ نے اپنے کمبل میں کوئی چیز اٹھا رکھی ہے آپ نے کمبل ہٹایا تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ کے پہلوؤں میں دبکے بیٹھے تھے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَانِ اَبْنَایَ وَابْنَا اِبْنَتِیَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ [1]

ان احادیث مبارکہ کو خارجی لوگ نہیں پڑھتے اگر پڑھتے ہیں تو ان میں غور نہیں کرتے اگر غور کریں تو انہیں ہدایت نصیب ہو جائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق اپنی ساری امت کو جو تا قیامت آنے والی ہے یہ وصیت فرما رہے ہیں کہ اے مسلمانوں! جو میرے ان دونواسوں سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھے گا اور میں دعا کرتا ہوں جو ان سے محبت رکھے خدا اس سے محبت رکھے گا یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات ہیں صرف ایک نانا کے اپنے نواسوں کیلئے نہیں آپ کا یہ الفاظ بولنا اسی لیے ہے کہ اللہ نے آپ کو آئندہ کے حالات سے آگاہ کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما آئندہ زندگی میں جادۂ حق سے کبھی اعراض نہیں کریں گے ان سے کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہوگا جو اللہ کی محبت کے خلاف ہو۔ امام حسین پر بغاوت کا الزام رکھنا ان تمام احادیث صحیحہ سے صاف انکار کے مترادف ہے۔

۸۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ اِبْنَایَ مَنْ اَحَبَّهُمَا اَحَبَّنِیْ ومن احبنی اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ النَّارَ

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۸

ترجمہ: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں میرے بیٹے ہیں جو ان سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت رکھی اور میرے ساتھ محبت رکھنے والا اللہ سے محبت رکھنے والا ہے اور جو اللہ سے محبت رکھے اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور جو اللہ سے دشمنی رکھے اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ [1]

اس کے ساتھ آپ وہ حدیث بھی ملالیں جو آغاز کتاب میں گذر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سیدہ فاطمہ اور حسین وحسن رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم۔

ترجمہ: میں اس کے ساتھ لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور اس سے صلح رکھنے والا ہوں جو تم سے صلح رکھے۔ [2]

پھر ایک فیصلہ کریں کہ یزید ابن زیاد، عمر بن سعد، شمر، خولی بن یزید اور دوسرے تمام قاتلان حسین کا انجام کیا ہے؟ جس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان جنگ فرمائیں اس کے مستحق نار ہونے میں کیا شک ہے اور جہنمی لوگوں کا دفاع کرنے والے لوگ بھی اللہ کے ہاں جہنمی ہیں۔ کیونکہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: المرء مع من احب، انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے انفرادی فضائل

آپ کے بعض فضائل قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور بعض حدیث میں مذکور ہیں پہلے قرآنی فضائل لکھے جاتے ہیں۔

پہلی آیت: دین پر استقامت اور حسین رضی اللہ عنہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡھِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ

[2] ترمذی

تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ
فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿ؕ۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ
غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے (اور مرضی رب کے خلاف کوئی سمجھوتہ نہ کیا) ان پر فرشتے یہ پیغام لے کر اترتے ہیں کہ تم کچھ خوف نہ رکھو اور مت غمگین ہو تمہیں اس جنت کی بشارت دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم تمہارے مددگار ہیں اس دنیا میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ نعمت ہوگی جس کا تمہارے دل تقاضا کریں گے اور تمہیں وہاں وہ کچھ ملے گا جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے یہ بخشنے والے مہربان رب کی طرف سے میزبانی ہے۔ [1]

یہ آیات مقدسات سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت پر بے مثال روشنی ڈالتی ہیں، کیونکہ آپ کا یزید کے خلاف ڈٹ جانا، جان دے دینا مگر باطل کی اطاعت قبول نہ کرنا، راہ حق پر استقامت کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

دوسری طرف حسنین کریمین کا بیس سال تک حضرت امیر معاویہ کی بیعت کئے رکھنا اور اس پر قائم رہنا امیر معاویہ کے حق پر ہونے کی بین دلیل ہے۔ اگر شیعہ کہیں کہ حسنین کریمین نے تقیہ کر کے بیعت معاویہ کی تھی تو اس سے دونوں سردار نوجوانان جنت پر منافقت بزدلی اور ابن الوقت ہونے کا الزام آئیگا خدارا سوچیں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے حسنین کریمین کی؟ اگر ایسا ہوتا تو آپ کربلا میں بھی تقیہ کر لیتے، سب کچھ قربان نہ کرتے پس یہاں پتا چلا حسین کریمین کا بیس سال تک بیعت معاویہ پہ قائم رہنا ان کے صحابی رسول صاحب ایمان جنتی اور انکی حکومت کے حق ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ اور حضرت سیدنا امام حسین کا سب کچھ لٹا دینا لیکن یزید کی لمحہ بھر کیلئے بھی بیعت نہ کرنا خود یزید کو بے ایمان، جہنمی، بدکردار اور اس کے باطل ہونے کو ثابت کرتی ہے شہزادگان پر تقیہ کا الزام غلط ہے۔

---

[1] سورۃ حم سجدہ آیت ۳۰ تا ۳۲ پارہ ۲۴

چشمِ فلک نے ایسا نظارہ کم ہی دیکھا ہوگا کہ ایک شخص تنہا ہزاروں کے آگے اپنے موقف پر ڈٹا ہے، وہ ہزاروں لوگ دنیوی لالچ میں ایک فاسق و فاجر شخص کی حمایت کر رہے ہیں اور تنہا ایک آدمی حمایت حق میں ان کے آگے سینہ سپر ہے اللہ فرماتا ہے شمعِ حق کے ایسے پروانوں پر خدا کے فرشتے تاقیامت رحمت کے پھول لے کر اترتے ہیں ان کی قبروں پر فرشتے تاقیامت رحمتیں لے کر اترتے رہیں گے اور انہیں جنت کی بشارتیں سناتے رہیں گے ان سرفروشانِ اسلام سے اللہ فرماتا ہے کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی۔

کیا اللہ نے کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کی؟

اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ خدا فرمارہا ہے ہم ان لوگوں کی دنیا و آخرت میں مدد کرتے ہیں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد تو نہ کی گئی ورنہ ان کا سر نیزے پر نہ چڑھتا میں عرض کرتا ہوں کہ خدا نے حسین رضی اللہ عنہ بن علی کو کامیاب کیا اور یزید کو ناکام کیوں کہ جھگڑا یہ تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کریں یزید کی کوشش تھی کہ حسین رضی اللہ عنہ میرے آگے جھکے مگر وہ انہیں جھکا نہ سکا۔ ان سے بیعت نہ لے سکا تو بتائیے کون کامیاب ہوا امام حسین یا یزید پلید؟ اس طرح اللہ تعالیٰ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو حق پر استقامت عطا فرما کر ان کی مدد کی۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خلافتِ راشدہ کی صداقت پر مہر لگادی

یہاں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ شیعہ لوگ یہ کہتے ہیں مولا علی رضی اللہ عنہ شیر خدا نے جان بچانے کے لیے ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی اگر وہ بیعت نہ کرتے تو ان کی گردن ماردی جاتی۔

ہم کہتے ہیں ایسا کہنے والے مولا علی شیر خدا کو معاذ اللہ بزدل بنا کر پیش کرتے ہیں ہم ان سے کہتے ہیں مولا علی شیر خدا کے بیٹے نے کربلا میں جان دیدی سارا کنبہ شہید کرالیا مگر جھوٹی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ بتاؤ جس کا بیٹا اتنا بہادر ہے وہ خود کتنا بہادر ہوگا وہ جھوٹی حکومت کے آگے کیسے جھک سکتا تھا۔ یاد رکھیے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہادری اور استقامت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی تربیت کا اثر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حسین رضی اللہ عنہ پتی ہیں تو علی رضی اللہ عنہ پھول ہیں حسین شاخ ہے تو علی درخت ہے حسین ایک ورق

ہے تو علی کتاب ہے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں باطل کے آگے جھکنے کے بجائے گردن کٹوا کر بتا دیا کہ ہم اہل بیت خلفاء راشدین کو اگر برحق نہ سمجھتے تو ان کے آگے بھی نہ جھکتے نہ ان کی بیعت کرتے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید میں فرق

یہاں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو لوگ سیدنا امیر معاویہ اور یزید کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں وہ امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور اہل بیت کے وفادار نہیں، حسنین کریمین نے امیر معاویہ کی بیعت کی اور یزید کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تفصیل پیچھے گذر چکی ہے لہٰذا ہمیں بھی آل رسول ﷺ کی اتباع میں یہ فرق یاد رکھنا پڑے گا جس سے اہل بیت کی صلح ہے اس سے ہماری صلح ہے جس سے ان کی جنگ ہے اس سے ہماری جنگ ہے الحمد اللہ اہل سنت حقیقی معنوں میں غلامان اہل بیت ہیں۔

دوسری آیت: نماز اور صبر کے ساتھ استعانت اور حسین رضی اللہ عنہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز کے ساتھ مشکلات میں اللہ کی مدد چاہو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ [1]

اس آیت کو بھی دیکھیں اور کربلا میں امام حسین کا صبر اور نماز بھی دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم فرمایا ہے کہ مصائب و مشکلات میں رضاء و نصرت الٰہی کے حصول کیلئے صبر اور نماز کا سہارا لیں امام حسین پر جتنی بڑی مصیبت کربلا میں آئی اس کی مثال نہیں اور جیسا صبر آپ نے کیا اور جس طرح نماز ادا کی وہ بھی بے مثال ہے۔

حضور مولا امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر

صبر ایسا کیا کہ جس کی مثال نہیں۔ سارا خاندان آپ کے سامنے شہید ہوا مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی آپ کی آنکھوں کے سامنے کوفیوں نے آپ کے نوجوان بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ کے جسم نازنین کے ٹکڑے کیے تو آپ کی زبان پر صرف اتنے الفاظ آئے اے بیٹا تجھے قتل

---

[1] سورۃ البقرہ آیت ۱۵۳ پارہ ۲

کرنے والے حرمت رسول پامال کرنے میں کتنے دلیر ہیں؟ آپ کی گود میں آپ کے معصوم ننھے بیٹے علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلقوم ناز میں تیر مارا گیا اور پیاسا بچہ باپ کی گود میں عظمت اسلام پر قربان ہوگیا اس وقت امام عالی مقام کی زبان پر اتنے ہی کلمات آئے کہ اے خدا اگر تو اسی طرح راضی ہے تو میں بھی اسی طرح راضی ہوں۔ [1]

صبر کی اس سے بڑی مثال کیا پیش کی جاسکتی ہے بیشک حسین بن علی رضی اللہ عنہما صابروں کا امام ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نماز

کربلا میں نو اور دس محرم کی درمیانی رات میں خیمہ اہل بیت کے گرد کوفی لشکر ہاتھوں میں تلواریں لیے گھوڑے دوڑاتا پھرتا تھا، گویا ہر طرف موت رقص کررہی تھی دس ہزار پر مشتمل کوفی لشکر ان بہتر (۷۲) مسافران کربلا پر کسی وقت بھی حملہ کرسکتا تھا ایسے میں سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے ساری رات نوافل پڑھنے اور تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے گذاری چشم فلک نے ایسے نمازی کم ہی دیکھے ہونگے جو موت کی آغوش میں بھی نماز ادا کررہے ہیں۔

اگلے دن جب لڑائی شروع ہوئی اور امام حسین نے دیکھا کہ نماز ظہر کا وقت کم ہورہا ہے تو آپ نے عین لڑائی میں کوفی لشکر سے کہا کہ کوفیو کچھ دیر جنگ سے رک جاؤ ہمیں نماز ظہر پڑھ لینے دو مگر شیطان صفت کوفیوں پر کوئی اثر نہ ہوا تب آپ نے نماز خوف ادا فرمائی۔ [2]

صلوٰۃ خوف کا طریقہ قرآن نے بیان فرمایا ہے کہ اسلامی لشکر کا ایک حصہ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے جب پہلا حصہ نماز پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا حصہ نماز پڑھ لے۔ [3]

قارئین اندازہ فرمائیں صرف بہتر افراد ہیں جو دین پر قربان ہونے کے لیے کھڑے ہیں ان میں سے متعدد شہید ہوچکے ہیں باقی بھی زخمی ہیں مگر بے جگری سے لڑرہے ہیں اور دس ہزار یا

---

1. طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۳
2. البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۵
3. سورۃ نساء پارہ ۵

بروایت پانچ ہزار کا لشکر ان پر حملہ آور ہے ایسے میں ان کا یوں نماز پڑھنا تاریخ اسلام اور تاریخ انسانیت کا بے مثال واقعہ ہے۔

گویا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے قرآن پر عمل کر کے اس کی عملی تفسیر رقم کی مفسرین نے کاغذ کے صفحات پر پانی کی روشنائی سے تفسیر قرآن لکھی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ وہ مفسر قرآن ہے جس نے صفحہ کربلا پر اپنے خون شہادت سے قرآن کی عملی تفسیر لکھی ہے کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔ ؏

دشت کربلا کو عرش کا زینہ بنادیا
جنگل کو مصطفی کا مدینہ بنادیا
ہر ذرے کو نجف کا نگینہ بنادیا
تو نے حسین مرنے کو جینا بنادیا

(رضی اللہ عنہ)

تنبیہ، واقعہ کربلا میں بعض بے اصل باتیں

یاد رہے کہ عوام میں جو مشہور ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سجدے میں سر کٹایا اور نماز پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا میں نے تاریخ میں اسے کہیں نہیں پایا تاریخ اسلام کے ماخذ میں سے البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری، الکامل فی التاریخ اور تاریخ ابن خلدون ہیں جبکہ تاریخ کربلا کے حوالے سے قدیم ترین ماخذ مقتل ابی مخنف ہے یہ ابومخنف واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں موجود تھا اس کا باپ یحییٰ حضرت علی کے مقربین میں سے تھا اگرچہ ابومخنف شیعہ خیالات رکھتا ہے مگر اس کے باوجود اہل سنت کی تواریخ بھی اس سے استفادہ کرتی ہیں، کیونکہ وہ تاریخ کربلا کا قدیم ترین بلکہ عینی راوی ہے، تاہم امام حسین کا نماز میں شہید ہونا ان تمام تواریخ میں کہیں مذکور نہیں حالانکہ ان سب نے واقعہ کربلا بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور میں نے بھی انہی سے استفادہ کیا ہے اس کے باوجود اگر کسی اہل علم کو آپ کا عین نماز میں شہید ہونا کسی معتبر تاریخی حوالے سے ملے تو وہ مجھے ضرور آگاہ کرے یہ بہت بڑی عظمت ہے مگر اس کے لیے کوئی سند چاہیے۔

تاریخ کربلا میں بہت سی بے اصل باتیں رواج پاگئی ہیں جیسے حضرت مسلم بن عقیل

رضی اللہ عنہ کے دو بچوں کا کوفہ سے بھاگنا اور واپس کوفہ پہنچ جانا اور پھر ان کا ظلماً شہید ہونا یہ بھی کہیں نہیں لکھا البتہ امام مسلم کے ایک بیٹے عبداللہ بن مسلم کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ضرور شہید ہوئے ہیں۔

تیسری آیت: مصائب سے امتحان اور صبر حسین رضی اللہ عنہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ: اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور کچھ مال اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیں وہ لوگ کہ جب ان پر مصیبت آئے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی طرف لوٹنے والے ہیں انہی لوگوں پر اللہ کی طرف سے درود آتا ہے اور اور رحمت برستی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ [1]

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار دیکھیں کہ آپ کو خوف سے آزمایا گیا آپ کو بار بار دھمکی دی گئی کہ آپ نے اگر یزید کی بیعت نہ کی تو آپ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے مگر جان کا خوف بھی آپ کو جادۂ حق سے نہ ہٹا سکا آپ کو بھوک اور پیاس سے آزمایا گیا آپ پر پانی بند کیا گیا آپ کے بچے پیاس سے ہلکان ہوئے مگر آپ رضاء مولا پر راضی رہے آپ کو مالوں اور جانوں کی کمی سے بھی آزمایا گیا آپ کا سارا کنبہ شہید کر دیا گیا بچے بھائی بھتیجے بھانجے اور بزرگ سبھی آنکھوں کے سامنے شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کے بعد آپ کا خیمہ لوٹ لیا گیا عورتوں کے کانوں سے بالیاں نوچ لی گئیں ہاتھوں پیروں سے زیورات تک اتروا لیے گئے مگر خاتون جنت فاطمہ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی گود میں پل کر جوان ہونے والوں نے تقدیر پر شکوہ نہ کیا اور صبر کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال پہلے

---

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۵۵ تا ۱۵۷ پارہ ۲

تھی نہ بعد میں ہوگی تو یقیناً آل رسول ﷺ پر اللہ کی طرف سے درود کی برسات ہو رہی ہے اور تاقیامت ہوتی رہے گی۔ ہر آن میں کروڑوں مسلمان دنیا کے مختلف اوقات کے مطابق پانچوں نمازیں ادا کر رہے ہیں اور ہر نماز میں آل رسول ﷺ پہ درود بھیجا جا رہا ہے

چوتھی آیت: جان دے کر جنت کی خریداری اور کردار حسین

اللہ رب العالمین کا ارشادِ ذیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے کہ بدلے میں ان کے لیے جنت ہے وہ راہ خدا میں لڑتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو توراۃ انجیل اور قرآن سب جگہ لکھا گیا ہے اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا ہو تو اے وعدہ پورا کرنے والو تمہیں اس سودے پر مبارک ہو جو تم نے اللہ سے کیا یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ [1]

اللہ رب العزت اس آیت میں مومنوں سے سودا کر رہا ہے کہ اے مسلمانوں میری راہ میں مال قربان کرو اور جان کا نذرانہ پیش کرو یعنی میرے ہاتھ اپنے مال اور جانیں بیچ ڈالو تو بدلے میں جنت کی قیمت وصول کرلو۔ گویا شہادت کا بازار لگا ہوا ہے بازار میں ضروری نہیں کہ کوئی جتنا سودا لے کر آئے وہ سارا بک جائے جس کا سارا سودا بک جائے وہ بہت کامیاب تاجر ہوتا ہے امام عالی مقام بھی بازار شہادت کے ایسے کامیاب تاجر ثابت ہوئے کہ قدرت کے خریدار نے ان کا سارا سودا خرید لیا جتنے نفوس وہ اپنے ساتھ لائے تھے سب کی جانیں قبول ہوگئیں خدا فرماتا ہے ایسے جان نثاران سلام

---

[1] سورۃ توبہ آیت ۱۱۱ پارہ ۱۱

کی تعریفیں ہم نے اپنی ساری کتابوں میں فرمائی ہیں ان کے تذکرے ہمیشہ سے جاری ہیں اور ہمیشہ تک جاری رہیں گے۔

پانچویں آیت: شہید کی زندگی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا مقام

قرآن پاک فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم ان کی زندگی کو سمجھتے نہیں۔ [1]

ایک اور جگہ اللہ یوں فرماتا ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کے متعلق جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں مت گمان کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو عطا فرمایا ہے اس پر وہ خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے ابھی ان تک نہیں پہنچے (ابھی فوت نہیں ہوئے) انہیں (شہداء) بشارت سناتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے اور وہ انہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کی بشارت سناتے ہیں اور یہ کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں

---

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۵۴ پارہ ۲

فرماتا۔ [1]

ان آیات مقدسات میں اللہ نے راہ خداوندی میں شہادت پانے والوں کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے بالترتیب منع فرمایا ہے شہید کو مردہ کہو نہ مردہ سمجھو وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور خدا انہیں رزق عطا فرماتا ہے اور وہ بشارت سناتے ہیں کہ اے دنیا والوں ہم مرنہیں گئے ہم زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت نعمتیں عطا فرمائی ہیں خدا کے قرآن نے ان کی بشارت دنیا والوں تک پہنچا دی اگر ہر عام شہید کی یہ شان ہے تو سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام کیا ہوگا؟ امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے فیصلے سے زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں رزق حاصل فرما رہے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز نہیں

سیدنا امام عالی مقام کا ماتم شیعہ لوگوں کے نزدیک تمام فرائض سے بڑا فرض بن گیا ہے چاہے ان میں سے کوئی سارا سال نماز نہ پڑھے مگر سال بعد وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم ضرور کرتا ہے سینہ کوبی نوحہ خوانی اور زنجیر زنی ماتم کی مروجہ صورتیں ہیں اس کے عدم جواز پر جہاں اور بہت سے دلائل ہیں وہاں یہ بھی بڑی دلیل ہے کہ ماتم مرجانیوالوں کا کیا جاتا ہے جن کی برزخی زندگی جسمانی زندگی سے بدتر ہوتی ہے وہ کفار و فاسقین ہیں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ شہید بلکہ سید الشہیداء ہیں وہ زندہ ہیں ان کی برزخی زندگی دنیوی زندگی سے بہت اعلیٰ ہے ان کی حیات گھٹی نہیں بڑھی ہے ان کا ماتم کرنا انہیں مردہ سمجھنے کے مترادف ہے اہل سنت کے نزدیک وہ زندہ ہیں اس لیے وہ ان کا ماتم نہیں کرتے ماتم تب کیا جاتا اگر ان کی زندگی کو نقصان ہوا ہوتا ان کی زندگی کو نقصان نہیں ہوا تو ماتم کیوں کیا جائے ہاں ایصال ثواب کر کے ان کے درجے میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے ماتم سے ان کے درجے میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔

ع

کافر ہے جو منکر ہے حیات شہداء کا
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

---

[1] سورۃ آل عمران آیت ۱۲۹ تا ۱۷۱

علمی لطیفہ، جہلاء کے گھر خط آیا

ایک شخص فوج میں بھرتی ہوگیا فوج لڑائی کے لیے کہیں دور بھیج دی گئی اس کے گھر والے بہت پریشان تھے کہ نہ جانے اس کے ساتھ کیا گزری ایک دن اچانک اس کی طرف سے تار آگئی (تار خط کو کہا جاتا ہے) اس کے گھر میں ماتم بپا ہوگیا کہ ہائے مرگیا جنگ میں مارا گیا وہ خط پڑھ نہیں سکتے تھے سخت جاہل تھے صرف خط دیکھ کر یہی سمجھے کہ اس کی موت کا خط ہی ہوسکتا ہے وہ ماتم کر رہے تھے سینہ کوبی کر رہے تھے اتنے میں وہاں سے ایک پڑھا لکھا آدمی گذرا کہنے لگا کیسا ماتم ہے کیسی سینہ کوبی ہے؟ معلوم ہوا ان کا نوجوان بیٹا جنگ پر گیا تھا وہاں سے تار آگئی ہے اس لیے چلا رہے ہیں اس نے کہا دکھاؤ تو سہی تار میں کیا لکھا ہے جب اسے کھول کر پڑھا گیا تو لکھا تھا میرے پیارے ابو جان میں خیریت سے ہوں میں نے بڑا کارنامہ کیا ہے اس لیے فوج میں میری ترقی ہوگئی ہے اور مجھے بڑی نعمتیں مل رہی ہیں۔

اس پڑھے لکھے آدمی نے ان جاہلوں سے کہا خدا تمہیں ہدایت ہی دے اس کا ماتم مت کرو وہ مرنہیں گیا وہ زندہ ہے اور بڑی نعمتوں میں ہے۔

ہم چشم تصور سے دیکھتے ہیں کہ جیسے امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ بھی میدان کا رزار میں تشریف لے گئے ان کی بھی تار آگئی کچھ لوگوں نے ماتم شروع کر دیا گلی میں سے اہل سنت کا گذر ہوا حضرت مجدد الف ثانی کا گذر ہوا، داتا علی ہجویری کا گذر ہوا، امام احمد رضا بریلوی کا گذر ہوا پوچھا کیسا ماتم ہے کہا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تار آگئی ہے اس لیے ماتم کر رہے ہیں انہوں نے کہا دیکھو تو سہی تار میں کیا لکھا ہے دیکھا تو اس میں لکھا تھا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ۔

الخ

اس کا ترجمہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبان میں یوں کیا جاسکتا ہے کہ اے ہماری مسلمان قوم ہم اللہ کی راہ میں شہادت کا عظیم کارنامہ انجام دے کر حیات لازوال سے ہمکنار ہوگئے ہیں ہمیں مردہ نہ سمجھنا

ہم زندہ ہیں اور اچھے اچھے رزق کھا رہے ہیں ہم خدا کی نعمتوں پر بڑے مسرور ہیں ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ ہم اللہ کی نعمتیں اور اس کا فضل لوٹ رہے ہیں اور اللہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ تار ختم ہوئی۔

اہل سنت نے تار دیکھ کر کہا خدا جاہلوں کو ہدایت ہی دے حسین کا ماتم بند کرو وہ زندہ ہے اور خدا کی نعمتوں میں بہاریں لوٹ رہے ہیں۔

اہل تشیع کے مروجہ ماتم کی حرمت پہ اقوال ائمہ اہل بیت از کتب شیعہ

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ

ترجمہ: مومنہ عورتوں سے بیعت لی جائے کہ وہ بھلائی کے کسی کام میں یارسول اللہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔ [1]

اب یہاں کونسا بھلائی کا کام مراد ہے تو اس کی تفسیر میں امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے وصال سے قبل) اپنی بیٹی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اذا انا مت فلا تخمشی علی وجها ولا تنشری علی شعرا ولاتنادی بالويل ولاتقيمي على نائحة ثم قال هذا هو المعروف الذی قال الله عز وجل

ترجمہ: یعنی اے میری بیٹی فاطمہ جب میرا وصال ہو جائے تو کسی عورت کو میرے اوپر چہرہ نہ پیٹنے دینا اور کسی کو بال نہ کھولنے دینا اور مجھ پہ واویلا مت پکارنا اور کسی نوحہ خوانی کرنے والی عورت کو مت بلانا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہے وہ معروف جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے۔ [2]

اس سے اگلی روایت یہ ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں: عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت حارث نے رسول اللہ ﷺ سے اسی معروف کی تفسیر پوچھی، آپ نے فرمایا: اے عورتو کسی

---

[1] سورہ ممتحنہ، ۱۲۔

[2] فروع کافی کتاب النکاح صفحہ ۸۹۳ روایت ۶۴۲۰ مطبوعہ دار المجتبیٰ نجف اشرف

میت پہ چہرہ مت پیٹو، منہ نہ نوچو، بال نہ کھولو، گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ پہنو، اور واویلا مت کرو۔ [1]

واقعہ کربلا کا شیعہ مورخ ابو مخنف لوط بن یحییٰ لکھتا ہے کہ جب امام عالی مقام اپنے تمام اہل بیت کی شہادت کے بعد خود میدان میں جانے لگے تو آپ نے اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت فرمائی:

یا اختاہ اقسمتُ علیك بحقی فابرّی قسمی ،اذا انا قُتلت لا تشقی علی جیبا ولا تخمشی علی وجها۔

ترجمہ: یعنی اے میری بہن میرا تم پہ جو حق ہے میں تجھے اس کی قسم دیتا ہوں کہ جب مجھے شہید کر دیا جائے تو میری کسی عورت کو گریبان نہ پھاڑنے دینا اور چہرہ نہ پیٹنے دینا۔ [2]

شیخ مفید شیعہ نے اس میں یہ الفاظ بھی بڑھائے کہ ہیں کہ فرمایا:

ولا تدّعلی بالویل والثبور

ترجمہ: کہ اے بہن میرے شہادت پہ واویلا نہ مچانا۔ [3]

اہل تشیع کی نہایت مشہور کتاب جس میں شیخ رضی شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات وملفوظات ومکتوبات کو ایک جمع کیا ہے، میں حضرت علی کا یہ ارشاد موجود ہے کہ فرمایا:

ینزل الصبر علی قدر المصیبة ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند المصیبة حبط عملہ۔

ترجمہ: یعنی جس قدر کسی کی بڑی مصیبت ہوتی ہے اللہ اس کے لیے اتنا ہی بڑا صبر اتارتا ہے، اور جس نے مصیبت میں اپنی ران پہ (بے صبری کے ساتھ) ہاتھ مارا

---

[1] فروع کافی روایت ۶۴۲۱

[2] مقتل ابی مخنف صفحہ ۵۱ مطبوعہ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف

[3] ارشاد شیخ مفید صفحہ ۴۴۶ مطبوعہ انتشارات اسلامیہ تہران

اس کا اجر ضائع ہوگیا۔ (یعنی مصیبت کے بدلے اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا) [1]

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیث مصطفی ﷺ سے

حسین اور میں ایک چیز ہیں

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ

ترجمہ: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس سے بہت محبت رکھتا ہے جو حسین سے محبت رکھے حسین نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ [2]

امام ترمذی نے فرمایا ہذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے

اس حدیث کے تحت علامہ طیبی نے بڑا ہی عمدہ کلام فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں

كانه علم بنور الوحی ماسیحدیث بینه وبین القوم فخصه بالذ کرو بین انهما كالشئی الواحد فی وجوب المحبة و حرمة التعرض والمحاربة

ترجمہ: گویا نبی اکرم ﷺ نے نور نبوت سے جان لیا کہ امام حسین اور لوگوں (یزیدیوں) کے درمیان کیا حالات پیدا ہونگے (واقعہ کربلا کی طرف اشارہ ہے) اس لیے نبی اکرم ﷺ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی ذکر فرمایا اور بتایا کہ میں اور حسین ایک ہی چیز ہیں وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں ہماری محبت یکساں واجب ہے اور ہم سے الجھنا اور لڑائی کرنا یکساں حرام ہے۔ [3]

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جنگ کرنے والوں نے رسول خدا سے

---

[1] نہج البلاغۃ ملفوظ ۱۴۴ صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ دار البلاغہ بیروت

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب

[3] طیبی شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۴

جنگ کی اور آپ کو شہید کرنے والوں نے دوسرے لفظوں میں خود رسول اکرم ﷺ کو خاکم بدھن شہید کیا تو اس حدیث رسول ﷺ کے آئینے میں یزید وابن زیاد اوران کے حامی محمود عباسی جیسے مصنفین اپنا انجام دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث کے آخری الفاظ کہ حسین نسلوں میں سے ایک نسل ہے اس امر کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نسل پاک کا ایک بڑا حصہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے چلے گا یعنی یہ امر بھی آپ ﷺ کو بنوروحی معلوم ہوا گویا یہ ساری حدیث نوروحی کی بنیاد پر ہے یوں تو ہر حدیث ہی وحی الٰہی ہے مگر بعض احادیث سے نوروحی کی نورانی شعائیں صاف پھوٹتی نظر آتی ہیں یہ حدیث بھی ایسی ہی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار ﷺ نے سبط (نسل) فرما کر ان کو اولادِ یعقوب علیہ السلام سے تشبیہ دی جنہیں اللہ نے قرآن میں (الاسباط) کے نام سے یاد فرمایا ہے گویا فرمایا کہ جس طرح حضرت یعقوب کی نسل ان کے بیٹوں سے چلی میری نسل میرے نواسوں سے چلے گی اور حسین بھی ان میں سے ایک ہے۔

جس نے کسی جنتی کو دیکھنا ہو وہ حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے

عن جابر قال من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی الحسین بن علی فانی سمعت رسول الله ﷺ یقوله

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جسے یہ بات سرور دیتی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے کوئی مرد دیکھے تو اسے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لینا چاہیے کیونکہ میں نے رسول خدا ﷺ کو انہی الفاظ سے یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔[1]

صاحب مجمع الزائد امام نوردین ہیثمی فرماتے ہیں

رواه ابو یعلی ورجاله رجال الصحیح غیر الربیع بن سعد وهو ثقة

یعنی اس حدیث کے سارے راوی بخاری کے راوی ہیں سوا ربیع بن سعد کے اور وہ بھی ثقہ ہے اس حدیث نے بھی کس قدر واضح کر دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ دنیا ہی میں چلتے پھرتے جنتی مرد تھے

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۰ مناقب حسین بن علی رضی اللہ عنہما

سرکارابد قرار ﷺ نے دنیا ہی میں انہیں جنت کی بشارت دے دی تھی ایک اعرابی آپ کی خدمت میں آیا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جنت میں چلا جاؤں فرمایا شرک نہ کرو نماز پڑھو زکوٰۃ دو روزے رکھو کہنے لگا میں اس سے کم کروں گا نہ زیادہ آپ نے فرمایا جسے جنتی دیکھنا ہو اسے دیکھ لو۔ [1] اگر کوئی کہے کہ وہ صرف دس صحابی ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ان کے سوا تو آپ نے کسی کو یہ بشارت نہیں دی تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ غلط ہے نبی اکرم ﷺ نے دیگر کئی صحابہ کو بھی جنت کی بشارت دی، مگر ان کو عشرہ مبشرہ میں اس لیے نہیں ڈالا گیا کہ عشرہ مبشرہ وہ دس خوش نصیب ہیں جن کو ایک مجلس میں نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی، اور یہ بھی صرف اعزازی خطاب ہے ورنہ ہر صحابی کو خود اللہ نے قرآن میں جنت کی بشارت سنادی ہے۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

نبی اکرم ﷺ کو کربلا کی مٹی دکھائی گئی

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتۂ بارش نے اللہ سے اذن مانگا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جائے اسے اذن ملا تو وہ آیا نبی اکرم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا دیکھنا دروازہ کھول کر ہمارے پاس کوئی نہ آئے۔ فرماتے ہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ آئے اور داخل ہونا چاہا سیدہ ام سلمہ نے منع فرمایا تو وہ بچوں کی طرح اُچھل پڑے اور زبردستی داخل ہو گئے اندر جا کر وہ کبھی نبی ﷺ کی پشت پر بیٹھتے کبھی کندھوں پر اور کبھی پہلوؤں پر، فرشتے نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ اس بچے سے بہت محبت رکھتے ہیں فرمایا ہاں کہنے لگا۔

اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُه۔

آپ کی امت عنقریب اسے قتل کردے گی، پھر کہنے لگا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھاؤں جہاں اسے قتل کیا جائے گا اس نے زمین پر ہاتھ مارا اور سرخ رنگ کی مٹی نبی اکرم ﷺ کو دی سیدہ ام سلمہ نے وہ مٹی اپنے دوپٹے میں باندھ لی۔ [2]

---

1 مسند احمد جلد دوم صفحہ ۳۴۳

2 مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ بیروت

(مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو احمد بن حنبل، طبرانی ابویعلیٰ اور بزار نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے ان سب اسانید میں عمارہ بن زاذان آتا ہے اسے محدثین کی جماعت نے ثقہ راوی قرار دیا ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح اور باقی سارے راوی بخاری کے راوی ہیں۔)

۴-حسین نہر فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا (حدیث)

نجبی حضرمی روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ آپ کو وضو کرایا کرتے تھے جب ارض نینوا کے بالمقابل گذرے اور آپ صفین کو جا رہے تھے تو فرمایا عبداللہ ٹھہر جاؤ یہ فرات کا کنارہ ہے میں نے عرض کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا ایک روز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا دیکھا آپ کی آنکھیں برس رہی تھیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس نے آپ کو دکھ دیا ہے؟ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں فرمایا:

ہاں! جبریل علیہ السلام میرے پاس ابھی آئے تھے اور بتایا

اِنَّ الْحُسَیْنَ یَقْتُلُ بِشَطِّ الْفَرَاتِ

ترجمہ: بے شک حسین کو فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا پھر انہوں نے مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی تو میں اپنی آنکھوں پر ضبط نہ کر سکا۔[1]

حدیث کے آگے لکھا ہے کہ اسے احمد بن حنبل ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۵-اے جبریل کیا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے مومن ہونگے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبریل سے سوال

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا تھا: لاتبکوا ھذا الصبی یعنی الحسین اس بچے یعنی حسین کو رونے نہ دیا کرو۔ ایک دفعہ سیدہ اُم سلمہ کی باری

---

۱ مجمع الزائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۰

تھی جبریل امین رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے (یہ بات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے بعد میں خود بتائی ہوگی) آپ نے ام سلمہ سے فرمایا ہمارے پاس کوئی نہ آئے تو حسین بن علی رضی اللہ عنہ آگئے جب انہوں نے گھر میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو اندر داخل ہونا چاہا ام سلمہ نے انہیں پکڑ لیا اور سینے سے لگا کر تسلی دلانے لگیں مگر ان کا رونا شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوگئے اور آپ کی جھولی میں جا بیٹھے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت اسے قتل کر ڈالے گی آپ نے فرمایا:

یَقْتُلُوْنَہٗ وَھُمْ مُؤْمِنُوْنَ بِیْ۔

کیا وہ اسے قتل کریں گے اور مجھ پر ایمان بھی رکھتے ہونگے جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں اس کے باوجود قتل کریں گے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے پاس آئے آپ نے انہیں بتلایا میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی اس وقت صحابہ میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بات کرنے کا سب سے زیادہ حوصلہ رکھتے تھے وہ عرض کرنے لگے یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ لوگ مومن کہلائیں گے؟ فرمایا ہاں اور یہ اس جگہ کی مٹی ہے اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اگرچہ بعض میں کچھ ضعف بھی ہے۔[1]

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۲ مناقب حسین بن علی رضی اللہ عنہ

خاتمۃ الکتاب

تاقیامت موجود اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل

پہلی فضیلت: قرآن اور اہل بیت رسول قیامت تک چشمۂ ہدایت ہیں

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں جہاں حیاتِ انسانی کے باقی لازوال اصول بیان فرمائے وہاں قرآن اور اپنی اہل بیت کو اپنی دو یادگاریں قرار دیا جن سے آپ کی امت کا تاقیامت ہدایت اور برکت حاصل ہوتی رہے گی۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عرفات والے دن حج کے دوران دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے میں نے سنا آپ یوں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے

یآ ایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی۔

ترجمہ: اے لوگوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوکہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت اور میری اہل بیت۔ [1]

امام ترمذی فرماتے ہیں

وفی الباب عن ابی ذر و ابی سعید و زید بن ارقم وحذیفة بن اسید

ابوذر غفاری ابوسعید خدری زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہم سے بھی اس مضمون کی حدیثیں مروی ہیں۔

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب اہل بیت النبی

قرآن و اہل بیت کو پکڑے رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

امام کبیر شرف الدین حسین بن محمد طیبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح میں فرماتے ہیں:

مَعْنَى التَمَسُّكِ بِالْقُرآنِ الْعَمَلُ بِمَافِيهِ وَالتَّمَسُّكِ بِالْعِتْرَةِ مَحَبَّتُهُمْ وَالْاِهْتِدَاءُ بِهُدَاهُمْ وَسِيْرَتِهِمْ

ترجمہ: قرآن سے تمسک کرنے کا مطلب ہے کہ اس میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمسک کا مطلب ہے کہ ان سے محبت کی جائے ان کی ہدایت اور سیرت سے ہدایت لی جائے۔[1]

مشکوٰۃ کی شروح میں سب سے پہلی شرح یہ شرح الطیبی ہے دراصل امام اشرف الدین حسین بن محمد متوفی ۷۴۲ھ نے اپنے عظیم شاگرد ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی کو حکم دیا کہ ایک مجموعہ حدیث تیار کرو جس کی میں شرح لکھوں اور حدیث رسول کے معارف بیان کروں تو انہوں نے امام بغوی کی کتاب مصابیح السنہ میں اضافات و ترمیمات کر کے نئی کتاب مشکوٰۃ المصابیح تیار کی جس پر علامہ طیبی نے شرح لکھی خدا کی قدرت ہے کہ شاگرد کی لکھی ہوئی مشکوٰۃ تو سارے عالم میں مشہور ہوگئی مگر استاد کی شرح پردۂ اخفا میں چلی گئی بہر حال مشکوٰۃ کی تمام شروح کے لیے طیبی ہی اصل ہے بلکہ دیگر کتب حدیث کے شارحین بھی شرح طیبی سے بے پناہ استفادہ کرتے ہیں یہ شروح کی ماں ہے۔

القصہ علامہ طیبی نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمسک کا مطلب یہ بتایا ہے کہ ان سے محبت کی جائے اور ان کی نیک سیرت کو اپنایا جائے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے بات مزید واضح کی ہے فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْاَخْذِ بِهِمْ اَلتَّمَسُّكُ بِمُحَبَّتِهِمْ وَمُحَافَظَةُ حُرْمَتِهِمْ وَالْعَمَلُ بِرِوَايَتِهِمْ وَالْاِعْتِمَادُ عَلٰى مَقَالَتِهِمْ وَهُوَ لَا يُنَافِيْ اَخْذِ السُّنَّةِ مِنْ غَيْرِهِمْ لِقَوْلِهٖ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ۔

ترجمہ: اور اہل بیت کو پکڑے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے مضبوط محبت کی جائے ان

---

[1] طیبی شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ کراچی

کی حرمت و تعظیم کی پوری حفاظت کی جائے ان کی روایات پر عمل اور ان کے مقالات پر اعتماد کیا جائے لہٰذا یہ اس بات کی منافی نہیں کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے سے بھی سنت نبوی کا فیض لیا جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پالو گے۔[1]

گویا قرآن سے تمسک کا مطلب تو اس پر عمل کرنا ٹھہرا جبکہ اہل بیت سے تمسک کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اہل بیت رسول ﷺ کا ان کی اس عظیم نسبت کی وجہ سے احترام کیا جائے دوسرا یہ کہ ان سے مروی احادیث پر عمل کیا جائے جیسا کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے لے کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک ائمہ اہل بیت سے سینکڑوں ہزاروں احادیث نبویہ مروی ہیں جو انہوں نے نسل در نسل اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہیں جن میں علم وعمل اور حکمت و ہدایت کے دریا موجزن ہیں ان پر عمل کیا جائے کیونکہ وہ رسول خدا کے ارشادات ہیں جو ان کے اہل بیت سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔

یعنی اہل بیت اللہ اور رسول کے مقابلے میں کوئی الگ مرکزِ تقلید نہیں ہیں جیسا کہ شیعوں نے سمجھ لیا بلکہ ان کی اتباع خدا اور رسول ہی کی اتباع کی وجہ سے ہے لہٰذا اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے ہمیں ارشاد رسول حاصل ہو تو ہم اس پر بھی عمل کریں گے کہ وہ بھی ارشاد رسول ہے دوسرا یہ کہ اگر کوئی غالی شخص اہل بیت رسول کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کردے جو قرآن وحدیث کے واضح احکامات سے ٹکراتی ہوں تو اس پر عمل نہیں کیا جائیگا جیسا کہ اہل تشیع نے اصول کافی سے لیکر وسائل الشیعہ تک اپنی کتابوں میں ائمہ اہل بیت کی طرف جھوٹی حدیثوں کے وہ طومار کھڑے کئے ہیں کہ الامان بلکہ بعض ایسی شرمناک باتیں ہیں کہ خدا کی پناہ خلاصہ یہ ہے کہ اصل اتباع واطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے بس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اہل بیت کی اتباع یہ ہے کہ جو ارشاد رسول وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے۔

گناہگار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ تمسک باہل البیت کو ان کی مرویات پر عمل پہ محمول کرنے سے اہل بیت کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ مرویات صحابہ پر عمل بھی اسی طرح ضروری ہے۔

---

[1] المرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۵ مطبوعہ ملتان

اس لیے اہلِ بیت سے تمسک کا اصل مفہوم یہی ہے کہ ان کی اس عظیم نسبت کے سبب ان کا احترام کیا جائے اور ان سے محبت رکھی جائے۔

اس فضیلت میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو تاقیامت خاندان رسول ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پر صدقہ حرام ہے خصوصاً وہ جن کی رگوں میں خون رسول دوڑ رہا ہے جیسا کہ آگے احادیث آ رہی ہیں۔

یہ امر کہ اہلِ بیت سے تمسک کا مطلب ان کی محبت و تعظیم ہے اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث بھی واضح دلالت کرتی ہے کہ

یزید بن حیان کہتے ہیں میں اور حصین سبرہ اور عمر بن مسلم ہم تینوں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہاں بیٹھ گئے۔ حصین کہنے لگا: اے حضرت زید رضی اللہ عنہ! آپ نے بڑی بھلائی پائی کہ آپ کو رسول خدا ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

واقعتاً آپ نے بڑا مرتبہ حاصل کیا ہمیں کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسولِ خدا ﷺ سے سنی ہو۔ آپ نے فرمایا: اے بھتیجے اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں باتیں پرانی ہوگئی ہیں اور جو کچھ رسولِ خدا کے ارشادات یاد تھے ان میں سے کچھ بھول گیا ہوں لہٰذا میں جو بتا دوں وہ قبول کرلو مجھے زیادہ تکلیف نہ دو پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ بتانے لگے:

ایک روز (حجۃ الوداع سے واپسی پر) رسولِ کریم ﷺ نے ایک چشمہ پر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہ چشمہ مکہ و مدینہ کے درمیان تھا اور خُم کے نام سے جانا جاتا تھا آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو! میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے پاس اللہ کا پیادہ پیغامِ اجل لے آئے اور میں داعی اجل کو لبیک کہہ دوں تو یاد رکھو:

اَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّوْر

فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو (ثقل) گراں قیمت چیزیں چھوڑ رہا ہوں جن میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو اللہ کی کتاب پر عمل کرو

اور اسے حجت بناؤ۔

نبی اکرم ﷺ کافی دیر تک قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتے رہے اس کے بعد آپ نے دوسری چیز بتاتے ہوئے فرمایا:

وَاَهۡلُ بَيۡتِيۡ اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيۡ اَهۡلِ بَيۡتِيۡ اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيۡ اَهۡلِ بَيۡتِيۡ۔

ترجمہ: اور دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔

حصین بن سبرہ کہنے لگے: اے حضرت زید!

اَلَيۡسَ النِّسَآءُهٗ مِنۡ اَهۡلِ بَيۡتِهٖ۔

کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں؟

انہوں نے کہا:

نساءہ من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده۔

یعنی آپ کی بیویاں بھی آپ کی اہلِ بیت ہیں لیکن یہاں اہلِ بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے بعد (تاقیامت) صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

حصین نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے؟ فرمایا:

هم آل علی و آل عقیل و آل جعفر و آل عباس۔

ترجمہ: وہ حضرت علی حضرت عقیل حضرت جعفر طیار اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔[1]

اس حدیث مبارک کو دیکھیں اس میں نبی اکرم ﷺ نے قرآن اور اپنی اہلِ بیت کو ثقلین یعنی دوگراں قیمت سرمائے قرار دیا ہے جو آپ نے اپنی امت کے لیے چھوڑے۔ قرآن اور اہلِ بیت رسول۔ قرآن کے متعلق تو آپ نے عمل کی ترغیب دلائی اور کثرت سے دلائی جب کہ اپنے اہلِ بیت کے متعلق یہی فرمایا کہ لوگو میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں یعنی میرے

---

1. مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۷۹ باب فضائل علی رضی اللہ عنہ

ذریعے سے ان کا اللہ سے ایک تعلق ہے ان کی تعظیم کرو گے تو اللہ خوش ہوگا ان کی بے ادبی اور تحقیر سے وہ ناراض ہوگا۔ صاف معلوم ہوا کہ اہلِ بیت سے تمسک کا مطلب ان کی تعظیم اور محبت ہے۔

لہٰذا وہ بحث از خود ختم ہوگئی جو محدث کامل حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ جیسے قرآن سے تمسک کا مطلب اس کی اتباع ہے اسی طرح اہلِ بیت سے تمسک بھی ان کے اتباع پر مبنی ہے۔ لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں اہلِ بیت سے یا تو بارہ ائمہ اہلِ بیت مراد ہیں یا وہ فقہاء و مجتہدین اور علماء و صالحین مراد ہیں جو سادات کرام میں گذرے ہیں یا موجود ہیں اس لیے کہ وہی لائق اتباع ہیں نہ کہ ہر سید اور اہلِ بیت رسول کا ہر فرد واجب الاتباع ہے کیونکہ بعض اہلِ بیت عمل کے اعتبار سے فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں اس پر عمل یوسف نبہانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الشرف المؤبد میں باادب لہجے میں ان پر رد فرمایا کہ حدیث میں ایسی کوئی قید نہیں جو لفظ اہلِ بیت کو صرف ان کے فقہا و مجتہدین یا علماء سے خاص کرے اس کے بعد علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے طویل گفتگو فرمائی۔

کیا سادات پر تنقید کی جا سکتی ہے؟

مگر جب اہلِ بیت سے تمسک کا مطلب ان کی محبت و تعظیم ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ جو شخص بھی آلِ رسول اور اہلِ بیت نبی سے ہے اس کی تعظیم بہرحال واجب ہے اگر وہ خدانخواستہ بدکار و بدکردار ہے تو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس سے باز آجائے اس پر تنقید بھی کی جا سکتی ہے مگر اصلاحی انداز میں تحقیر و تذلیل کے انداز میں نہیں کہ یہ اولادِ رسول کی تحقیر تصور کی جائے گی جو کفر تک پہنچا سکتی ہے اگر کسی سیدزادے سے کسی شخص پر زیادتی ہوئی ہے ظلم ہوا ہے تو وہ اس کے ازالے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے اپنا حق حاصل کر سکتا ہے مگر طیش میں آ کر اگر اس نے کہہ دیا کہ یہ سید ہوتے ہی ایسے ہیں تو پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا اور عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرا اگر سیدزادے سے لائق حد جرم ہوا اور عدالت میں ثابت ہو گیا تو اس پر شرعی حد جاری کی جائے گی مگر اس میں نیت یہی کی جائے گی کہ شہزادے کے پاؤں میں مٹ لگ گئی تھی اسے اتار اگیا ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حرمت و توقیر ہر اس شخص کو حاصل ہے جو صدقہ لینے

سے محروم ہے یعنی اس پر زکوٰۃ لینا حرام ہے، اور اہلِ بیت کو یہ شرف تا قیامت حاصل رہے گا۔

ایک اعتراض ۔ کیا سنیوں نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا؟

اہلِ تشیع عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اہلِ سنت نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا اور امام جعفر رضی اللہ عنہ و امام باقر رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہلِ بیت کی اتباع کے بجائے ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے پیچھے لگ گئے۔ حدیث ثقلین پر عمل کا حق تو اہلِ تشیع نے ادا کیا ہے کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں دامن اہلِ بیت ہے۔

جواب اول

(اہلِ بیت سے تمسک کا معنی ان کی محبت ہے نہ کہ ہر فرد اہلِ بیت کو مطاع ماننا)

قارئین کرام! شیعوں کا یہ اعتراض محض بے جا ہے دراصل شیعہ ہمیں اتباعِ اہلِ بیت کے جس مفہوم کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ سراسر بے دینی اور الحاد کا دوسرا نام ہے۔ شیعوں نے اہلِ بیت میں بارہ (۱۲) افراد کا ازخود انتخاب کر کے انہیں انبیاء کی طرح اللہ کی طرف سے منصوص امام قرار دیا ہے اور ان کی امامت کے منکر کو کافر قرار دے دیا ہے۔ وہ بارہ (۱۲) یہ ہیں: حضرت علی المرتضیٰ، امام حسن، امام حسین، حضرت زین العابدین، حضرت امام باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام رضا، امام تقی، حضرت حسن عسکری اور امام مہدی۔ شیعوں نے ان بارہ (۱۲) کو انبیاء کی طرح معصوم اور منصوص من اللہ مانا ہے اور درپردہ اجرائے نبوت کی ایک صورت اختیار کی ہے اور جس طرح انہوں نے اہلِ بیت کی اتباع کی ہے اس کا حدیث ثقلین کے مفہوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ پیچھے بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن سے تمسک کا معنی اس پر عمل کرنا ہے اور اہلِ بیت سے تمسک کا مفہوم ان سے محبت رکھنا ہے اور الحمد للہ اہلِ سنت قرآن پر عمل بھی کرتے ہیں اور اہلِ بیت سے محبت بھی رکھتے ہیں۔ اہلِ بیت سے تمسک کا معنی یہ نہیں کہ جو شخص بھی اہلِ بیت سے ہو اس کے ہر عمل کی اتباع کرو اس لیے کہ یہ ضروری نہیں کہ اہلِ بیت کا ہر شخص دین پر پوری طرح عمل کرتا ہو ان سے بشری تقاضوں کے تحت خلافِ شرع امور بھی سرزد ہو سکتے ہیں تو یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ ہر سید کی اتباع کرو خواہ وہ جو کچھ کرے یا کہے کیونکہ اتباع صرف قرآن و سنت کی ہے تاہم بحیثیت اہلِ بیت ان کا ادب

بہر حال لازم ہے اور یہی حدیث ثقلین کے مطابق اہلِ بیت سے تمسک ہے لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ سنیوں نے ائمہ اہلِ بیت کی اتباع نہیں کی اور انہیں چھوڑ کر دوسرے اماموں کی اتباع میں پڑ گئے اس لیے کہ اتباع صرف قرآن کی ہے اور قرآن کی تشریح کے لیے سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ [1]

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: فرما دیں اے رسول کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ [2]

گویا اتباع اور اطاعت صرف قرآن کی ہے اور قرآن کی تشریح کے لیے حدیثِ رسول ہے کیوں کہ قرآن کی تشریح کے لیے اللہ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔

ترجمہ: تاکہ آپ لوگوں کو اس وحی کی وضاحت کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔

اللہ نے قرآن میں اللہ اور رسول کے بعد کسی اور کی اطاعت اور اتباع کا حکم نہیں دیا اس لیے حدیث ثقلین میں اتباع کا حکم صرف قرآن کے لیے ہے جبکہ اہلِ بیت کے لیے اتباع کا نہیں محبت کا حکم ہے یہ ہم ابھی دوسرے جواب میں واضح کر دیں گے کہ سنیوں نے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ کیوں اپنائی اور جعفری فقہ کیوں چھوڑی؟

---

[1] سورۃ النساء

[2] سورۃ آلِ عمران

سر دست آئیے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانِ فیض ترجمان سے فیصلہ کرواتے ہیں کہ حدیث ثقلین کا کیا معنی ہے اور قرآن سے تمسک کا کیا معنی ہے اور اہلِ بیت سے تمسک کا کیا؟ حضرت علی کا یہ ارشاد نہج البلاغہ میں یوں مذکور ہے:

الم اعمل فیکم بالثقل الاکبروا ترك فیکم الثقل الاصغر۔

ترجمہ: کیا میں نے تم میں ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور تمہارے درمیان ثقل اصغر (اہلِ بیت) کو نہیں چھوڑا۔ [1]

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل اور اتباع کا تعلق صرف قرآن سے قائم کیا ہے جبکہ ثقل اصغر یعنی اہلِ بیت کے لیے اتنا ہی فرمایا کہ اسے لوگوں میں باقی رکھا گیا ہے تاکہ ان سے رشتہ محبت جوڑ کر ہم اللہ اور اس کے رسول کا قرب حاصل کریں۔

شیعوں کا بہت بڑا علامہ کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی حضرت علی کے مذکورہ ارشاد کی وضاحت اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں یوں کرتا ہے:

والثقل الاکبر کتاب اللہ و اشار بکونہ اکبر الی انہ الاصل المتبع المقتدی۔

ترجمہ: اور ثقل اکبر اللہ کی کتاب ہے اور اس لیے اکبر کو حضرت علی نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اصل میں اتباع اور اقتداء صرف قرآن ہی کی ہے۔ [2]

ایک اور جگہ نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے:

و علیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین والشفاء النافع والری الناقع والعصمۃ لتمسك والنجا للمتعلق۔

ترجمہ: اور تم پر اے لوگو اللہ کی کتاب کا پکڑنا ضروری ہے کہ وہی مضبوط رسی اور کھلا نور ہے اور وہی نافع شفاء اور مکمل سیرابی ہے جو اس سے لپٹ جائے اس کے لیے

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۸۷ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ بیروت

[2] شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوم صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ تہران

عصمت ہے اور جو اس کا دامن تھام لے اس کے لیے نجات۔ [1]

کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کے بعد کسی شیعہ کو کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ حدیث ثقلین میں اتباع کا حکم صرف قرآن کے لیے ہے۔

اس کے بعد شیعوں کے نزدیک دوسرے امام معصوم سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں آئیے ان کا ارشاد بھی سن لیں آپ نے تو کوئی شک رہنے ہی نہیں دیا۔ علامہ طبرسی شیعہ نقل کرتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے اہلِ بیت پر زور دیتے ہوئے لوگوں سے پوچھا:

''کیا تم جانتے ہو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم نے اسے پکڑے رکھا تو گمراہ نہ ہو گے۔ کِتَابُ اللہِ وَ عِتْرَتِیْ اللہ کی کتاب اور میری عترت۔ پھر آپ نے قرآن کے متعلق فرمایا: لوگو قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو اس کے محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان رکھو۔ پھر اہلِ بیت کے متعلق فرمایا:

اجلوا اهل بيتي و عترتي ووالوا من والاهم و عادوا من عاداهم وانصروهم على من عاداهم۔

ترجمہ: میرے اہلِ بیت عترت کا احترام کرو جو ان سے محبت رکھے تم اس سے محبت رکھو اور جو ان سے دشمنی کرے تم اس سے دشمنی کرو اور ان کے دشمن کے مقابلے میں ان کی مدد کرو۔ [2]

یہ حدیث ثقلین کے وہ کلمات ہیں جو امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان کے ہوتے ہوئے بہت واضح ہو گیا کہ حدیث ثقلین میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ہر اہلِ بیت کی اتباع کرو خواہ جو بھی کرے یا کہے بلکہ صرف ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی اتباع انہی امور میں کی جائے گی جن میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کریں۔ اگر کوئی سید صاحب کہیں شراب پیو یا فلاں خلافِ

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۶، صفحہ ۲۱۹

[2] احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۴۰۶

شریعت کام کروتو ایسے گناہ کے اس کے کسی حکم کی کوئی حیثیت نہیں ہر صورت عمل شریعت پر ہوگا۔

دوسرا جواب

شیعوں نے ائمہ اہلِ بیت کی روایات کو قابل عمل نہیں رہنے دیا اس لیے ہم اصول کافی و فروع کافی اور الاستبصار وغیرہ میں ائمہ اہلِ بیت کی طرف روایات کے ان طوماروں پر کچھ کان نہیں دھرتے جو شیعوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کیے ہیں اور ان پر اپنے مذہب اور اپنی فقہ کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ روایات اتنی غلیظ اور دل آزار ہیں کہ استغفر اللہ مثلاً دو شیعہ راوی حسین بن ثوید اور ابوسلمہ سراج روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر علیہ السلام ہر نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر ہمیشہ لعنت کرتے تھے:

فلان و فلان و فلاں و معاویة یسمیهم و فلانة و فلانه و هند و ام الحکم اخت معاویه۔

ترجمہ: فلاں، فلاں، فلاں اور معاویہ اور فلانی اور فلانی اور ہند اور معاویہ کی بہن ام الحکم پر۔ (نقل کفر، کفر نباشد) [1]

ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ فلاں، فلاں اور فلاں سے مراد شیعوں نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو مراد لیا ہے کیونکہ چوتھے نمبر پر امیر معاویہ کا ذکر اس امر کی واضح دلیل ہے اور فلانی اور فلانی عورت سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما مراد ہیں صرف شیعوں میں جرات نہیں کہ ان کا نام لے سکیں ورنہ اہلِ اسلام کے سامنے ان کا مکروہ چہرہ آشکارو بے نقاب ہو جائے ایسی گندی روایات شیعہ اپنی طرف سے گھڑ کر امام باقر، امام جعفر اور دیگر ائمہ اہلِ بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اب مذکورہ بالا خبیث روایت سے حجت پکڑ کر شیعوں کے ملا کلینی نے فروع کافی میں یہ فقہی مسئلہ قائم کر دیا کہ ہر نماز کے بعد خلفاء راشدین پر امام جعفر کی اتباع میں لعنت کرنی چاہیے اور فقہ جعفریہ ایسی ہی غلیظ روایات کا مجموعہ ہے۔

اب بتائیے کیا ایسی فقہ اور اس کی ایسی روایات پر عمل کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ فقہ جو خلفاء

---

[1] فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب الدعا بعد الصلوٰۃ، جلد سوم صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ تہران

راشدین پر لعنت کا سبق سکھائے خود قابل لعنت ہے کیونکہ خلفاء راشدین کی بیعت حضرت علی نے کی اور پھر حضرت علی ان کے مشیر و وزیر رہے اس پر خود کتب شیعہ گواہ ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے میرے والد ماجد کی عظیم تصنیف تحفہ جعفریہ وغیرہ۔ حقیقت میں فقہ جعفری فقہ اہل بیت نہیں ہے، بلکہ فقہ اہل تشیع ہے۔

اس طرح ایک اور روایت ملاحظہ کریں۔

جابر نے امام باقر سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی اس آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا۔

یعنی وہ لوگ کہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پوجتے ہیں وہ دوسرے تو ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے۔ [1]

اس آیت میں اللہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والوں سے مراد اول ثانی اور ثالث مراد ہیں۔

کذبوا رسول اللہ بقولہ والوا علیا واتبعوہ فعادوا علیا ولم یوالوہ ودعوا الناس الی ولایۃ انفسھم۔

کیونکہ ان تینوں (اول، دوم اور سوم) نے رسول اللہ ﷺ کے قول کہ علی سے محبت کرو اور اس کی اتباع کرو کی مخالفت کرتے ہوئے علی سے دشمنی کی اور لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف دعوت دی۔ [2]

کون احمق یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہاں شیعوں نے اول، دوم اور سوم سے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو مراد لیا ہے۔ جب اتنی خبیث روایات پر کسی فقہ کی بنیاد رکھی جائے تو مسلمان اسے کیسے تسلیم کر سکتے ہیں اس لیے اہلِ سنت نے فقہ جعفری چھوڑ کر فقہ حنفی وغیرہ کو سینے سے لگایا اور ایسی فقہ جعفری کو دور سے سلام کیا۔

امام جعفر صادق خود فرماتے تھے لوگو لا تقبلوا علینا حدیثا الا ما وافق القرآن والسنۃ۔ ہم اہلِ بیت کی طرف سے تمہیں جو حدیث قرآن و سنت کے موافق ملے اسے

---

[1] سورۃ حج پارہ ۱۷

[2] تفسیر عیاشی مصنفہ مسعود بن عیاش سمرقندی، جلد دوم صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ تہران

لے لو۔

پھر فرمایا: بے شک مغیرہ بن سعید نے میرے والد (امام باقر رضی اللہ عنہ) کے ساتھیوں کی کتابوں میں اپنی طرف سے روایتیں ڈال دیں خدا اس پر لعنت کرے۔

اسی طرح امام حسن عسکری کے سامنے امام جعفر کی طرف منسوب بہت سی احادیث پیش کی گئیں تو آپ نے ان سے انکار کیا اور فرمایا:

ان ابا الخطاب کذب علی ابی لعن اللہ ابا الخطاب۔

ترجمہ: بے شک ابوالخطاب (شیعہ) نے امام جعفر صادق کی طرف جھوٹی روایتیں منسوب کی ہیں خدا اس پر لعنت کرے۔[1]

جواب سوم

ہم اہلِ سنت ائمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے وہ روایات جو قرآن وسنت کے مطابق ہیں اور مذکورہ بالا ایسے کذاب راویوں کی دست برد سے محفوظ ہیں نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ وہ ہمارے لیے حکمت کے خزانوں کا درجہ رکھتی ہیں چنانچہ بخاری مسلم اور دیگر کتب صحاح وغیرہ میں حضرت علی امام حسن امام حسین اور دیگر ائمہ رضی اللہ عنہم اہلِ بیت سے مروی سینکڑوں احادیث وآثار موجود ہیں دس بارہ سال قبل لاہور سے ہندوستان کے ایک سنی عالم محمد بن محمد باقری کی مسند اہلِ بیت کے نام سے ایک کتاب چھپی تھی جو ہمارے ادارہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اس میں صحیح بخاری سے لے کر ابن ماجہ تک اور دارقطنی سے مستدرک تک اور کنزالعمال سے ابن شاہین تک اہلِ سنت کی ۸۳ کتب حدیث کا مطالعہ کر کے سولہ سو سے زائد وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو ائمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور انہیں فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے یہ قابل قدر کاوش ہے اور اس سے شیعوں کا یہ الزام قطعاً ختم ہو گیا ہے کہ سنی لوگ ائمہ اہلِ بیت سے بغض رکھتے ہیں اس لیے ان کے ارشادات کو نہ نقل کرتے ہیں نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔صرف مسند احمد بن حنبل میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے

---

[1] رجال کشی صفحہ ۱۹۵ مصنفہ علامہ محمد بن عمر کشی شیعہ مطبوعہ کربلا

دوسری فضیلت: قرآن اور اہلِ بیت رسول ﷺ حوضِ کوثر تک آدمی کا ساتھ دیں گے

عن زید بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخِرِ کِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَ لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تخلفونِیْ فِیْهِمَا۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے پکڑے رکھو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکتی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عترت اور اہلِ بیت ہے اور یہ جدا نہیں ہوں گی تا نکہ حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گی تو خیال رکھنا کہ میرے بعد ان سے تم کیا سلوک کرتے ہو۔[1]

یہ حدیث بھی بتا رہی ہے کہ اہلِ بیت سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی نسل مبارک میں تا قیامت چل رہے ہیں۔

یہاں ارشاد رسول ﷺ و لن یتفرقا یعنی قرآن اور اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں۔ قابل غور ہے اس کا مفہوم طیبی رحمۃ اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جو آدمی قرآن و اہلِ بیت سے وابستہ رہے گا تو یہ دونوں چیزیں بھی اس سے جدا نہیں ہوں گی تا آنکہ حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں گی اور نبی اکرم ﷺ سے جا کر شفاعت کریں گے کہ یا رسول اللہ اس آدمی نے ہمارا دامن نہیں چھوڑا تو ہم بھی اسے نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ اس کی بخشش نہ ہو جائے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں:

فلا یفارقانه حتی یردا الحوض فشکرا صنیعه عند رسول الله ﷺ۔

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۲۰

ترجمہ: قرآن واہلِ بیت اس آدمی کو نہ چھوڑیں گے تا آنکہ حوضِ کوثر تک جا پہنچیں گے اور رسولِ خدا کے پاس اس آدمی کے عمل کی تعریف کریں گے۔ [1]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ ایمان افروز حکمت بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے فرمایا: اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ فرمادیں:

لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ط

میں نے تمہیں جو قرآن پہنچایا ہے اس کے بدلہ میں اپنے اہلِ بیت کی محبت کے سوا کچھ نہیں مانگتا تو جو قرآن کی قدر کرے گا وہ اہلِ بیت سے بھی محبت رکھے گا۔ اس لیے قرآن اور اہلِ بیت بھی اس آدمی کا حشر تک ساتھ دیں گے اور حوضِ کوثر پر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شفاعت کروا کر اسے جنت میں لے جائیں گے۔ (ملخصاً) [2]

قرآن کا روز قیامت آدمی سے جدا نہ ہونا اور اس کی شفاعت کروانا بالکل ظاہر ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو آدمی سورۃ ملک پڑھا کرے یہ سورۃ روزِ قیامت اللہ سے اس آدمی کی مغفرت کے لیے جھگڑا کرے گی اور نہیں چھوڑے گی جب تک اس کی شفاعت نہ کروالے۔ [3]

جبکہ اہلِ بیت رسول کا روزِ قیامت ساتھ نہ چھوڑنا بھی ظاہر ہے۔ اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی اس نسبت کی وجہ سے روزِ قیامت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی شفاعت نصیب ہوگی جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں تو اپنی مغفرت کے بعد وہ ان لوگوں کی سفارش کریں گے جنہوں نے ان سے دنیا میں محبت کی اور ان کی تعظیم بجالائے۔ حدیث میں تو یہ بھی آتا ہے کہ ایک آدمی کو قیامت میں اذن جنت ہوگا وہ جنت کو جارہا ہوگا کہ ایک آدمی اس کا دامن پکڑ کر کہے گا تم مجھے پہچانتے نہیں میں نے دنیا میں فلاں موقع پر تمہیں وضو کرایا تھا میری ابھی بخشش نہیں ہوئی تو وہ اس کی اللہ سے سفارش کرے گا کہ اے اللہ اس نے مجھے وضو کرایا تھا اگر یہ دوزخ میں گیا تو مجھے دکھ ہوگا اللہ اسے بھی بخش دے گا۔

جب ایک عام جنتی کا یہ مقام ہے کہ وضو کرانے والے کو مغفرت دلائے بغیر نہیں چھوڑتا تو

1۔ شرح طیبی علی المشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۹

2۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۶

3۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ

اہلِ بیت رسول ﷺ اپنے چاہنے والوں کو کب چھوڑیں گے اور ایسی کثیر روایات وحکایات ہیں کہ جن لوگوں نے آلِ رسول ﷺ کی تعظیم کی اللہ نے انہیں اس کا بڑا اجر دیا اور اہلِ بیت نے اپنے اوپر احسان کرنے والوں کو اس کا عظیم بدلہ دیا۔ یہاں وہ حکایات لکھنے کی گنجائش نہیں البتہ ایک حدیث مبارکہ یہاں لکھ دینا حکمت سے خالی نہیں۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَدًا فَلَمْ یُکَافِئْہُ بِھَا فِی الدُّنْیَا فَعَلَیَّ مَکَافَاتُہ غَدًا اِذَا لَقِیَنِیْ۔

ترجمہ: جس شخص نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ دے سکا تو روزِ قیامت جب وہ مجھے ملے گا تو اس کا بدلہ مجھ پر لازم ہوگا۔ (میں اس کا بدلہ دوں گا) [1]

ثابت ہوا آلِ رسول ﷺ سے جو شخص محبت رکھتا ہے آلِ رسول قیامت کے دن اپنے نانا جان سید عالم ﷺ سے اس کی سفارش کریں گے اور آپ ﷺ اس کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ یہی اس حدیث ثقلین کا مفہوم ہے کہ قرآن اور اہلِ بیت آدمی کا بدلہ دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے اور حوضِ کوثر پر رسول اکرم ﷺ کے دربار تک آدمی کا ساتھ دیں گے۔

تیسری فضیلت: اہلِ بیت رسول ﷺ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ وَمَنْ قَاتَلَنَا فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ کَمَنْ قَاتَلَ مَعَ الدَّجَّالِ۔

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا اور جو شخص آخری زمانے میں ہم (اہلِ بیت) سے

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۶ مناقب اہلِ بیت الرسول

لڑے گا وہ ایسے ہے جیسے اس نے دجال کا ساتھی بن کر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) جنگ کی۔ [1]

یہ حدیث مبارک بھی بتا رہی ہے کہ تا قیامت اہلِ بیت رسول کا احترام بہت ضروری ہے اور امت میں ان کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو ان کی محبت میں زندہ رہے گا وہ اہلِ کشتی کی طرح نجات پائے گا اور جو ان سے عداوت رکھے گا وہ ہلاک ہوگا اور یہ سلسلہ روزِ حشر تک جاری رہے گا۔ اگر قربِ قیامت میں بھی کسی نے اہلِ بیتِ رسول سے دشمنی کی وہ دجال کا ساتھی شمار ہوگا۔ اس حدیث کی مزید تائید بھی دیکھیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ مَثَل سفينة نوح من رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ۔ [2]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو ان سے دور ہوا وہ غرق ہو گیا۔

(۳) عن ابی سعید نالخدری قال سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَ اِنَّمَا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ بَابِ حِطَّةٍ فِيْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ مَنْ دَخَلَه غُفِرَلَه۔

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے میرے اہلِ بیت کی مثال تو کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ غرق ہو گیا اور میرے اہلِ بیت کی مثال تو بنی اسرائیل کے دروازۂ بخشش کی طرح ہی ہے جو اس میں داخل ہوا اس کی بخشش ہوگئی۔ [3]

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ بزار و طبرانی جلد ۹ صفحہ ۱۷۱
[2] مجمع الزوائد بحوالہ بزار و طبرانی
[3] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ طبرانی اوسط وصغیر

جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی نجات کی علامت ہے جس نے بچنا ہو وہ اس میں آجائے اور جس نے ہلاک ہونا ہو وہ بے شک نہ آئے اسی طرح جو جنت میں جانا چاہتا ہے اسے اہلِ بیت کا دامن پکڑنا پڑے گا یعنی وہ دل میں ان کا ادب واحترام پیدا کرے ان کی خیر خواہی کرے کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اہلِ بیت کی دل شکنی ہو۔کسی عاشق اہلِ بیت نے کہا ہے:

اے غرقۂ گناہ ز طوفان غم مترس

کشتیٔ نوح عصمتِ آلِ محمد است

اس حدیث کی اسناد میں بعض راویوں کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔تاہم یہ متعدد طرق سے مختلف صحابہ کرام سے مروی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری، عبداللہ بن زبیر اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم شامل ہیں تو یہ تعدد طرق بھی حدیث کا اسنادی ضعف ختم کر دیتا ہے اور حدیث لائق حجت بن جاتی ہے۔

یہاں ایک لطیف نقطہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلِ بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے اور اپنے صحابہ کرام کو ہدایت کے ستارے قرار دیا ہے۔فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پالو گے۔[1]

اب جو لوگ کشتی میں سمندر کا سفر کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ کشتی کی سلامتی کا بھی خیال رکھیں اور ستاروں کو بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔کشتی ٹوٹی تو ڈوب جائیں گے ستاروں پہ نظر نہ رکھی تو منزل سے دور بھٹک جائیں گے۔اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ پاک ہمارے لیے مثل کشتی ہیں اور صحابہ کرام ستاروں کی طرح۔اگر کشتی حبِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سوار نہ ہوئے تو ہم بحر ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور صحابہ کرام کی پاک سیرتوں کے چمکتے ستارے بھی ہم نے پیش نظر نہ رکھے تو گمراہی کے طوفانوں میں گھر کر ساحل نجات تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

---

[1] لسان المیزان جلد دوم صفحہ ۴۸۸ مکتبۃ الاعلمی بیروت

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یعنی الحمدللہ ہم اہلِ سنت نہ خارجی ہیں کہ حبِ اہلِ بیت والی ناؤ میں سوار نہ ہوں اور نہ رافضی ہیں کہ اصحاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے نجم سے ہدایت نہ لیں۔ ہمارا بیڑا اللہ کے فضل سے پار ہے اور خارجیوں، رافضیوں کا بیڑا غرقِ منجدھار ہے۔

چوتھی فضیلت: میری رشتہ داری قیامت کو بھی کام آئے گی (حدیث)

یاد رہے روزِ قیامت کا عمومی اصول یہ ہے کہ خونی رشتے یا سسرالی رشتے کی وجہ سے کوئی کسی کا بھلا نہیں کرے گا۔ قرآن فرماتا ہے کہ اس دن انسان اپنے بھائی، اپنی ماں اور اپنے باپ سے دور بھاگے گا اور بیوی اور بچوں سے بھی دور بھاگے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: قیامت کو صرف ایمانی و روحانی رشتے کام آئیں گے اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ فرماتا ہے:

فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾

ترجمہ: تو اس دن ان کے درمیان کوئی نسب نہیں ہوگا اور نہ ہی نسب کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (وہاں صرف ایمان اور عمل کے متعلق پوچھا جائے گا)

مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اولاد سے جس شخص کی نسبی یا سسرالی یا دامادی رشتہ داری ہوگی وہ معتبر ہوگی اور اس رشتہ داری کا اسے فائدہ ہوگا اور یہ احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہوگا اللہ اپنے محبوب کا مقام بلند فرمائے گا۔ (چنانچہ چند احادیث پیش خدمت ہیں)

(۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ خلافت میں) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ابھی چھوٹی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا:

كُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِيْ وَ نَسَبِيْ۔

ترجمہ: ہر رشتہ داری اور نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا (فائدہ نہیں دے گا) مگر میری رشتہ داری اور میرا نسب نہیں کٹے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ حدیث سنانے کے بعد) کہا:

فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ سَبَبٌ وَّ نَسَبٌ۔

ترجمہ: تو میں نے پسند کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا رشتہ اور نسب جڑ جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

زوجا عمكما۔

ترجمہ: اپنے چچا (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے یہ نکاح کر دو۔

انہوں نے کہا: وہ بااختیار عورت ہے اپنے لیے جو چاہے پسند کر سکتی ہے۔ (یعنی ہماری بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا اتنی چھوٹی بھی نہیں، بالغہ ہے اور بااختیار ہے اگر وہ چاہتی ہے تو آپ عمر فاروق سے اس کی شادی کر دیں نہیں چاہتی تو نہ کریں ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟

فقام علی رضی اللہ عنہ مغضبا۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ غصے میں کھڑے ہو گئے۔

(کہ میرے بیٹوں نے مجھ پر یہ بات ڈال دی ہے خود اس معاملہ سے الگ کیوں ہوئے ہیں؟)

تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا:

لا صبر على هجرانك يا ابتاه۔

ترجمہ: اے ابا جان آپ کی ناراضگی ہمیں برداشت نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا:

فزوجاه۔

تو پھر عمر فاروق سے شادی کردو۔ [1]

یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی بیٹی اور امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی سگی بہن تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر قریباً چودہ سال تھی اور عرب میں یہ رواج شروع سے اب تک آ رہا ہے کہ وہ کم عمر لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ خود سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی اس کی بین دلیل ہے۔ البتہ ہمارے ہاں ہندو پاک میں یہ رواج کبھی نہیں رہا۔ اس لیے عموماً ایسی شادی کامیاب نہیں رہتی۔ بعض کامیاب بھی دیکھی گئی ہیں مگر عرب میں عموماً کامیاب رہتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نکاح میں دلچسپی لینے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے رشتوں کی کمی نہیں۔ مَیں امیر المومنین ہوں مجھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آتا ہے کہ روزِ قیامت صرف میری رشتہ داری اور میرا نسب کام آئے گا۔

(۲) ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر بن محمد عن ابیه ان عمر خطب ام کلثوم الی علی فقال انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال زوجنیها فو الله ما علی ظهر الارض رجل یرصد من کرامتها ما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر الی المهاجرین فقال زفونی فزفوه فقالوا بمن تزوجت؟ قال بنت علی ان النبی ﷺ قال کل نسب و سبب سیقطع یوم القیامة الا نسبی و سببی و کنت قد صاهرت فاحببت هذا ایضاً۔

ترجمہ: امام ابن سعد انس بن عیاض کے واسطے سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا۔ انہوں نے کہا: آپ بیٹی کا رشتہ مجھے ضرور دیں خدا کی قسم اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ کی بیٹی کے ذریعے اس قدر فضیلت کا طلب گار ہو جس قدر میں ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا:

---

[1] سنن الکبریٰ الامام البیہقی جلد ۷ کتاب النکاح صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ بیروت دار المعرفہ

ٹھیک ہے میں نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔ عمر فاروق مہاجرین صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہا: مجھے شادی کی مبارک دو۔ انہوں نے مبارک دی اور پوچھا: آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ فرمایا: دختر علی رضی اللہ عنہ سے بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہر نسب اور ہر رشتہ قیامت میں کاٹ دیا جائے گا مگر میرا نسب اور رشتہ نہیں کٹے گا اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سسرالی رشتہ تو پہلے کر ہی رکھا تھا میں نے پسند کیا کہ یہ بھی کرلوں۔ [1]

ابن اسحاق حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تو آپ مسجد نبوی میں اس مجلس میں تشریف لائے جو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منبر شریف کے درمیان (رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّة) میں ہوتی تھی اور اس میں مہاجرین صحابہ کرام ہی بیٹھے تھے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا تو تمام صحابہ نے (شادی کا سن کر) آپ کو برکت کی دعا دی۔ آپ نے فرمایا:

وَاللهِ مَا دَعَانِيْ اَلٰى تَزْوِيْجِهَا اَلاَّ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّ نَسَبٍ وَّ سَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ الا ما كان مِنْ نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ

ترجمہ: خدا کی قسم مجھے ام کلثوم سے نکاح کرنے کی طرف صرف اس چیز نے بلایا کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ہر نسب اور رشتہ داری قیامت کو کٹ جائے گی مگر میرا نسب اور رشتہ نہیں کٹے گا۔ [2]

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ خاندان اہل بیت یعنی سادات کرام اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عظمت ہے کہ وہ نسب رسول ہیں اور یہ نسب ارشاد نبوی کے مطابق روز قیامت منقطع نہیں ہو گا۔ بلکہ فائدہ دے گا اللہ اس کی وجہ سے سادات پر خصوصی نظر کرے گا۔

یاد رہے علامہ طیبی شارح مشکوۃ شریف فرماتے ہیں نسب وہ رشتہ ہے جو آباء سے اولاد کو ملتا

---

1. الاصحابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۲ کتاب النساء حرف کاف
2. سنن الکبریٰ (بیہقی شریف) جلد ۷ صفحہ ۲۴ کتاب لنکاح

ہے، اور سبب اور صہر وہ رشتہ ہے جو نکاح اور شادی سے پیدا ہوتا ہے۔

تو حضرت عمر فاروق کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد نبوی کل نسب سبب الخ نبی اکرم ﷺ کی بلاواسطہ اولاد سے خاص نہیں بلکہ اولاد در اولاد کو بھی شامل ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا اس معنی پر اور احادیث بھی دلالت کرتی ہیں چنانچہ

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن (مثنیٰ) بن امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کرنے کے لیے آدمی بھیجا انہوں نے کہا حسن سے کہہ دو نماز عشاء پر چلیں گے تو بات ہوگی جب نماز عشاء پر ملاقات ہوئی تو حضرت مسود بن مخرمہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا خدا کی قسم آپکے نسب رشتہ اور سسرالی تعلق سے بڑھ کر میرے لیے کوئی دوسرا نسب یا سسرالی رشتہ نہیں مگر رسول خدا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

فاطمة مضغة منی یقبضنی ما قبضها ویبسطنی ما بسطها و ان الاسباب یوم القیامة تنقطع غیر نسبی و سببی و صهری

ترجمہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے جو چیز اسے پریشان کرے وہ مجھے کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے۔ اور بے شک قیامت کے دن سب نسب ختم ہو جائیں گے مگر میرا نسب میری رشتہ داری اور میرا سسرالی رشتہ روز قیامت منقطع نہیں ہوگا اور اے حسن آپ کے گھر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی یعنی پوتی حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین رضی اللہ عنہا ہیں اب اگر میں آپ کو بیٹی دوں گا تو یہ چیز سیدہ فاطمہ کے لیے باعث تکلیف ہوگی۔ [1]

اس حدیث مبارک نے بھی واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی نسب مبارک میں ہیں یہ نسب روز قیامت منقطع نہیں ہوگا اور رسول اکرم ﷺ کی اس نسبت کی لاج رکھے گا صحابی رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس حدیث کی روشنی میں یہی معلوم ہوئی کہ نسب رسول ﷺ کی فضیلت اخروی صرف نبی اکرم ﷺ کی بلاواسطہ اولاد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نسل در نسل چل رہی ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۲۳

اسی لیے تو وہ حضرت حسن بن حسن بن فاطمہ الزہرا بنت محمد رسول اللہ ﷺ یعنی حضور کی تیسری نسل کے لیے بھی یہ فضلیت ثابت کر رہے ہیں اب صحابہ کرام کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی چوتھی یا پانچویں نسل موجود نہیں تھی اگر ہوتی تو وہ اس کے لیے یہ فضلیت تسلیم کرتے الغرض واضح ہو گیا کہ نسب رسول ﷺ کی فضلیت تا قیامت اہل بیت سول ﷺ کے لیے نسل در نسل ثابت ہے اور یہ فضلیت انہیں روز حشر فائدہ دے گی۔

پانچویں فضلیت، آل نبی پر تا قیامت صدقہ حرام ہے

ا۔ حضرت ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبد المطلب بن ربیعہ حارث اور فضل بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو یا رسول اللہ ﷺ ہمیں زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر فرما دیں اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے اور ان سے کہا یاد رکھو نبی اکرم ﷺ تم دونوں میں سے کسی کو صدقات پر عامل نہیں بنائیں گے بہر حال عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں اور فضل بن عباس دونوں رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے (اور اپنا مقصد عرض کیا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمحمد وَالِ مُحَمَّدٍ ﷺ

ترجمہ: یہ صدقہ (زکوٰۃ) لوگوں کی میل ہی تو ہے اور یہ محمد اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں۔ [1]

اس حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی فضل بن عباس اور دوسرے بھائی ربیعہ حارث کے بیٹے عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ پر عامل نہ بنایا تاکہ زکوٰۃ کے مال سے دور رہیں اور یہ فرمایا آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں گویا آپ کے چچوں کی اولاد اور آگے ان کی اولاد سب آل رسول ہیں اور ان پر زکوٰۃ حرام ہے۔

---

[1] مسلم شریف جلد اول کتاب الزکوٰۃ ۳۶۶

اہل بیت رسول کون ہیں؟

پیچھے حدیث ثقلین میں گذر چکا ہے کہ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل بیت رسول وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پوچھا گیا وہ کون ہیں جن پر صدقہ حرام ہے فرمایا آل علی، آل عقیل آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم (مسلم شریف فضائل علی) حضرت زید نے حضرت حارث کی آل کا نام نہیں لیا مگر جو حدیث ابھی ہم نے لکھی ہے اس کے مطابق آل حارث پہ بھی صدقہ حرام ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابولہب کو چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی چچاؤں کی اولاد پر صدقہ حرام ہے۔[1]

یاد رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے وقت آپ کے چار چچے موجود تھے، ان میں سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نہ ہوئی آپ کی صرف ایک لڑکی تھی اس لیے آپ کی نسل نہ چلی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسل چلی تو وہ آل رسول اور اہل بیت رسول کہلائے اور ان پر صدقہ حرام ہوا، ابولہب اور اس کی نرینہ اولاد کفر پر ڈٹی رہی اور اسی حالت میں مر گئے صرف اس کی ایک بیٹی درہ اسلام لائی (آگے اس کا ذکر آرہا ہے) اس لیے ابو لہب اور اسکی اولاد اہل بیت رسول اور آل رسول نہ کہلائے جب کہ ابوطالب کے متعلق اظہر روایات یہی ہیں کہ انھوں نے قبول اسلام نہ کیا اور بعض علماء کے نزدیک مستور قرار پائے اور علمائے کرام کا ایک گروہ ان کے صاحب ایمان ہونے کا قائل ہے، ہر ایک کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں مگر ان کی ساری اولاد حضرت علی، حضرت جعفر طیار اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہوئے اس لیے وہ سب اور ان کی اولاد آل رسول اور اہل بیت رسول کے ناموں سے مشرف ہوئے اور ان سب پر صدقہ حرام ہوا اس کے علاوہ آپ کے چچاؤں میں سے حارث بن عبد المطلب کی ساری اولاد نے اسلام قبول کیا جن میں ربیعہ بن حارث اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحابہ میں ملتا ہے اس لیے آل حارث کو بھی آل رسول اور اہل بیت رسول میں شمار کیا گیا ہے ان پانچ چچاؤں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات چچے اور بھی تھے۔ زبیر، ضرار، مقوم، حجل، غیداق،

---

[1] مرآت شرح مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ ملتان

حجل، قثم اور غلخال [۱] مگر یہ سب ظہور اسلام سے قبل فوت ہو گئے۔ اور ان میں سے کسی کی اولاد کا ذکر بھی کتابوں میں نہیں ملتا اس لیے ان میں سے کوئی بھی اہل بیت میں داخل نہیں۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بچپن میں صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کخ کخ جس کا معنی ہے اسے پھینک دو پھینک دو پھر فرمایا:

اما شعرت انالا ناکل الصدقة

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم (اہل بیت) صدقہ نہیں کھاتے۔ [۲]

۳۔ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے انہوں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی آپ نے ان کے ہاتھ سے وہ چھین لی اور فرمایا:

اما علمت انه لا تحل لنا الصدقة۔

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم (اہل بیت) کے لیے صدقے حلال نہیں۔ [۳]

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ پوچھتے اھدیه ام صدقة یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو فرماتے تم کھاؤ خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا ہدیہ ہے تو ہمارے ساتھ تناول فرمالیتے۔ [۴]

یاد رہے آخری حدیث میں جیسے کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے اور ہدیہ قبول فرمالیتے تھے ایسے ہی آپ کی اہل بیت کے لیے بھی صدقات واجبہ (جیسے زکوٰۃ فطرانہ عشر وغیرہ) حرام ہیں اور صدقات نافلہ حلال ہیں کیونکہ وہ ہدیہ کے مفہوم میں ہوتے ہیں انہیں زکوۃ سے مشابہت کی وجہ سے مجازاً صدقہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ مواہب الدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲

۲۔ بخاری شریف جلد اول کتاب الزکوٰۃ

۳۔ دارمی شریف جلد اول صفحہ ۳۸۲ کتاب الزکوٰۃ

۴۔ بخاری و مسلم شریف

آل رسول پر صدقہ حرام ہونے کی حکمتیں:

اگر کہا جائے کہ اہل بیت پر صدقہ حرام اور ہدیہ حلال ہونے کی کیا وجہ ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ علماء نے اس کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔

صدقہ (یعنی زکوۃ فطرانہ وغیرہ) کا بدلہ ثواب کی صورت میں صرف آخرت میں ملتا ہے کیونکہ وہ خاص عبادت ہے جب کہ ہدیہ کا بدلہ اس دنیا میں جوابی ہدیہ کی صورت میں دیا جا سکتا ہے نبی و آل نبی پر ہدیہ اس لیے جائز ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے کر احسان کے بوجھ سے آزاد ہو سکتے ہیں مگر صدقہ کا احسان وہ ہے جس کا بوجھ اتارا نہیں جا سکتا اور اللہ کو پسند نہیں کہ وہ اپنے محبوب اور اس کی آل کو ہمیشہ کے لیے کسی کا احسان مند اور ممنون منت دیکھے۔

صدقہ قبول کرنے میں ایک طرح کی خفت اور خجالت ہے کیونکہ وہ مفلسوں اور ناداروں کا حق ہے اسی لیے زکوٰۃ فطرانہ اور عشر وغیرہ مالدار نہیں کھا سکتا صرف غریب ہی کھا سکتا ہے جب کہ ہدیہ قبول کرنے میں ایسی خفت نہیں کیونکہ ہدیہ کا معنی تحفہ ہے اور تحائف و ہدیات تو ہر طبقہ کے لوگ ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں خواہ وہ امرا ہوں یا غرباء گویا اللہ کو اپنے محبوب کے لیے ان کی شان کے خلاف کوئی معاملہ پسند نہیں، اسی طرح آپ کی آل بھی اللہ کے ہاں اسقدر معزز و محترم ہے کہ صدقہ قبول کر کے ان کا خفت اٹھانا اللہ کو گوارا نہیں۔

صدقہ مال کے لیے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لیے صابن اور صدقہ کے ذریعے نکالا جانے والا مال وہ میل ہے جو سارے مال میں سے نکالی جاتی ہے اسی کو نبی اکرم ﷺ نے انما ھی اوساخ الناس فرمایا اور اللہ کو پسند نہیں کہ آل رسول ﷺ کے لیے میل کچیل جائز رکھی جائے جب کہ ہدیہ مال کے لیے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لیے خوشبو۔

چھٹی فضیلت: سادات کرام بنت رسول ﷺ کی اولاد ہونے کے باوجود اولادِ رسول ﷺ کہلاتے ہیں

دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ ہر آدمی کی نسل اس کی نرینہ اولاد سے چلتی ہے بیٹیوں سے نہیں اگر

کسی کی بیٹیاں ہوں اور بیٹا کوئی نہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس کی نسل ختم ہوگئی ہے چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کے سارے بیٹے فوت ہو گئے تو کفار نے کہا: معاذ اللہ محمد ﷺ کی نسل ختم ہوگئی ہے یہ ابتر ہیں یعنی نسل بریدہ تو اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ کوثر نازل فرمائی اور فرمایا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے کہ حقیقی ابتر وہ ہے جس کا ذکر ختم ہو جائے جب کہ آپ کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ دین ہمیشہ باقی رہے گا اور آپ کے دشمن طوقِ لعنت گلے میں ڈال کر دنیا سے دفعان ہو جائیں گے اور شرعی قانونِ وراثت بھی یہی کہتی ہے کہ مرنے والے کا بیٹا اور اس کی اولاد در اولاد کے لیے میراث میں حصہ مقرر رہے اور عم الغروض کی اصطلاع میں ذوی الغروض ہیں اور دیگر وراث موجود نہ ہوں تو وہ عصبہ اولیٰ بھی ہیں یعنی ساری جائیدا کے وہ وارث بن جاتے ہیں جب کہ مرنے والے کی بیٹی کی اولاد کے لیے حصہ مقرر نہیں کیا گیا اس لیے وہ ذوی الغروض میں سے نہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں اور وہ عصبہ بھی نہیں یعنی باقی ورثاء کی عدم موجودگی میں وہ سارے مال کے وارث نہیں ٹھہرتے بلکہ ذوی الغروض نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام کو ذوی الغروض کے مقام پر کھڑا کر کے وہی حصہ دیا جائے گا جو ذوی الغروض کو دیا جاتا ہے اس کی تفصیل کے لیے سراجیہ مع شریفیہ باب ذوی الارحام صفحہ ۹۵ تا ۹۹ پڑھا جائے۔

یوں بھی اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

یعنی بیٹیوں کو اپنے باپوں کے نام ہی سے پکارو کہ جس شخص کا کوئی بیٹا ہو اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے اس لیے دنیا میں ہر کسی کو باپ کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے البتہ آخرت میں ہر کسی کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔

مگر نبی اکرم ﷺ کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو اولادِ رسول ﷺ کہا جاتا ہے۔ آپ کو اللہ نے یوں تو چار بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں مگر آپ کی نسل مبارک یعنی اولاد در اولاد کا سلسلہ صرف آپ کی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہی سے چلا۔ آپ کے بیٹے چاروں ہی بچپن میں فوت ہو گئے۔ خود قرآن نے کہا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

بیٹیاں چاروں بڑی ہوئیں سب کی شادی ہوئی مگر حضرت خاتونِ جنت کے علاوہ باقی تین میں سے صرف حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں دو بچے ہوئے مگر وہ بھی کسی نسل کو چھوڑے بغیر فوت ہو گئے۔ حضرت زینب کے ہاں ایک بیٹا ہوا جو بچپن میں فوت ہو گیا۔ ایک بیٹی ہوئی یعنی سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا وہ بڑی ہوئیں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کی مگر اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی تفصیل کے لیے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ دیکھیں اس طرح آپ کی باقی تینوں بیٹیاں بھی بغیر اولاد وصال فرما گئیں۔

الغرض صرف اور صرف حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ کا خون مبارک نسل در نسل آگے منتقل ہوا اور پوری دنیا میں پھیل گیا۔ آج الحمدللہ دنیا میں ساداتِ کرام موجود ہیں اور ان کو اولادِ رسول ہی کہا جاتا ہے یہ ان کا خصوصی اعزاز ہے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا ہے۔

اگر کوئی اس کا انکار کرے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم اس کے حق میں چند دلائل پیش کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

(۱) وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝۸۴ وَزَكَرِیَّا وَیَحۡیٰی وَعِیۡسٰی وَاِلۡیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝۸۵

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہیں اور محسنین کو یہی جزا دیتے ہیں اور آپ کی ذریت میں سے زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہ السلام بھی اور وہ سب صالحین میں سے ہیں۔ [1]

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ ان کی نسب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صرف سیدہ مریم کے واسطے ہی سے ملتی ہے۔ اگر انبیاء میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت دی گئی کہ وہ صرف اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت

---

[1] سورۃ انعام پارہ ۷، رکوع ۱۶

ابراہیم ہیں تو امت محمدیہ میں سے اولادِ فاطمۃ الزہرا کو اسی نسبت کے ساتھ اولادِ رسول اور ذریت نبی کیوں نہیں کہا جاسکتا اور یہ خصوصیت ان کے لیے کیوں نہیں مانی جاسکتی؟

(۲) عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله ﷺ يقول كل ولد فان عَصَبَتُهُمْ لابيهم ما خلا ولد فاطمه فانى انا ابوهم و عَصَبَتُهم۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے: ہر اولاد کا عصبہ (ان کی نسبت) اس کے باپ کی طرف ہوتی ہے سوا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے کیونکہ میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔ [1]

لفظ عصبۃ کی تحقیق

عربی لغت میں عصبۃ باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔ [2]

جیسے دادا، چچا، بھائی وغیرہ اور علم فروض کی اصطلاح میں عصبہ کسی میت کے ان ورثاء کو کہتے ہیں جن کی نسبت میت کی طرف کسی عورت کے ذریعے نہ ہو۔ چنانچہ علم میراث کی مشہور کتاب سراجیہ میں امام محمد بن عبد الرشید سجاوندی فرماتے ہیں:

اما العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل فى نسبته الى الميت انثى۔

ترجمہ: عصبہ بنفسہٖ ہر وہ مرد وارث ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں کوئی عورت داخل نہ ہو۔ (جیسے بیٹا، بیٹے کا بیٹا، بھائی، باپ، دادا وغیرہ)

اس کی شرح شریفیہ میں عالم ربانی امام سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان دخلت الانثى فى نسبته اليه لم يكن عصبة .... كاب الام و ابن البنت۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر جلد ۱۳ صفحہ ۶۲۴ کتاب الفضائل

[2] مصباح اللغات، شریفیہ

ترجمہ: اگر وارث کی میت کے ساتھ نسبت میں عورت داخل ہو تو وہ عصبہ نہیں ہوتا جیسے نانا اور نواسہ۔ [1]

یہی چیز نبی اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ ہر آدمی کے عصبات وہ ہوتے ہیں جو اس کے باپ کی طرف سے اس کے رشتہ دار ہوں مگر میری بیٹی فاطمہ کی اولاد کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ میں ان کا نانا ہونے کے باوجود ان کا باپ بھی ہوں اور ان کا عصبہ بھی یعنی میں انہیں یہ اعزاز بخش رہا ہوں کہ وہ میرے عصبہ میں اور میں ان کا عصبہ ہوں وہ میرے لیے سگی اولاد کی طرح ہیں اور میں ان کے لیے سگے باپ کی طرح ہوں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ اور اولادِ فاطمہ کا باہم عصبہ ہونا اس معنی میں نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے مالی وارث ہیں اس لیے کہ انبیاء کرام کسی کے نہ مالی وارث ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی مالی وارث ہوتا ہے ان کا عصبہ ہونا صرف اعزازی ہے۔ نبی اکرم ﷺ انہیں اپنی رحمت و شفقت سے اپنی سگی اولاد کا درجہ عطا فرما رہے ہیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جتنی اولاد تا قیامت چل رہی ہے یہ اولادِ رسول ہے اور یہ بہت بڑی عظمت ہے۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ و ان اللہ تعالیٰ جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: بے شک اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی اپنی پشت میں رکھی ہے مگر بیشک اللہ نے میری ذریت علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی ہے۔ [2]

اس حدیث کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد کو سرکار اپنی اولاد قرار دے رہے ہیں تو یہ بھی ایک پہلو سے درست ہے کیونکہ پیچھے پانچویں فضیلت میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد تا قیامت اہلِ بیت میں سے ہے اور ان پر صدقہ حرام ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسی اولاد کو اپنی ذریت سے تعبیر فرما رہے ہیں جو بطن فاطمہ

---

[1] سراجیہ مع شریفیہ صفحہ ۷۳ باب العصبات

[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی جلد ۹ صفحہ ۱۷۵ باب فضائل اہلِ بیت

الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہے تو یہ زیادہ اولیٰ ہے اس سے پہلے والی حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ اولادِ فاطمہ کا میں باپ اور عصبہ ہوں۔

ساتویں فضیلت: اہلِ بیت کو تکلیف دینے سے رسولِ خدا کو تکلیف ہوتی ہے

چونکہ اہلِ بیت رسول خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لیے انہیں تکلیف دینا خود رسول خدا کو تکلیف دینے کے برابر ہے اور جو اللہ ورسول کو تکلیف دے اس کے لیے قرآن کہتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ [1]

اس بارہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاملہ سے تکلیف محسوس ہوتی ہے اور آپ افسردہ ہوتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عمار اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم تینوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ ابولہب کی بیٹی درہ (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئی تو رافع بن لیلیٰ کے گھر اتری۔ بنی زریق کی کچھ عورتیں اس کے پاس آ کر بیٹھیں، کہنے لگیں تم اس ابولہب کی بیٹی ہو جس کے حق میں اللہ نے تبت یدا ابی لهب (ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں) والی سورت اتاری ہے تمہیں ہجرت سے کیا فائدہ ہوگا؟ درہ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور رو پڑی اور عورتوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بتایا۔ آپ نے اسے چپ کرایا اور فرمایا: تم بیٹھو میں ابھی آیا۔ آپ اٹھے مسجد میں جا کر لوگوں کو نمازِ ظہر پڑھائی پھر تھوڑی دیر کے لیے منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

ایھا الناس مالی اوذی فی اھلی فو اللہ ان شفاعتی تنال قرابتی۔

ترجمہ: اے لوگو! کیا وجہ کہ مجھے میرے قریبیوں کے سبب ستایا جاتا ہے خدا کی قسم

---

[1] سورۃ احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴

میرے قریبیوں کو میری شفاعت ضرور ملے گی۔[1]

اندازہ کیجئے اگر ابولہب کی بیٹی کو تکلیف دینے سے رسولِ خدا کو تکلیف ہوتی ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے کسی کو تکلیف دی جائے تو آپ ﷺ کی تکلیف کا کیا عالم ہوگا؟

اس حدیث میں لفظ اہل سے اہلِ بیت مراد نہیں یہاں یہ لفظ بمعنی اقربا ہے کسی شخص کے قریبی رشتہ داروں کو بھی اس کے اہل کہا جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ابولہب کی اولاد اہلِ بیت رسول میں شامل نہیں۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ ابولہب کے کفر پر قائم رہنے کے سبب وہ اور اس کی اولاد اس عظمت سے محروم ہو گئے نہ ان پر صدقہ حرام ہے خواہ وہ ایمان لے آئیں۔ بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے خاندان کا کوئی بھی فرد اگر ستایا جائے تو آپ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسے کوئی ناحق بات کہی جائے تو اس سے آپ کا دل دکھتا ہے یوں تو کسی بھی شخص کا آپ کے کسی امتی کو برا کہنا آپ کے لیے باعث تکلیف ہے مگر اپنے خاندان اور اپنے خونی رشتہ داروں کا ستایا جانا آپ کے لیے دوہرا ضرر رساں اور باعث آزار ہے۔

(۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کچھ لوگوں کے پاس بیٹھے تو انہوں نے گفتگو روک لی۔ (بات کرتے کرتے چپ ہو گئے) آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کے پاس میرے اہلِ بیت میں سے کوئی شخص بیٹھ جائے تو وہ بات روک لیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لا یدخل قلب امری الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی۔

ترجمہ: اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان تب تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے اہلِ بیت سے اللہ کی رضا اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔[2]

یعنی وہ لوگ کوئی ایسی گفتگو کر رہے تھے جو حضرت عباس کے حق میں نہیں جاتی تھی اسی لیے

---

[1] کنز العمال بحوالہ دیلمی جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۴ فضائل اہلِ بیت

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۲ فضائل اہلِ بیت

آپ کو دیکھ کر وہ چپ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کو اتنی بات بھی ناگوار گذری اور مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اہلِ بیت کے لیے باعث تکلیف کوئی قول و فعل آپ کے لیے کس قدر باعث تشویش ہو سکتا ہے اور آپ اس سے کتنے رنجیدہ ہوں گے۔

اور ایسے کئی واقعات سیرت ہائے بزرگانِ دین میں لکھے ہیں کہ خاندانِ سادات میں سے کسی کو ستایا گیا تو خواب میں نبی اکرم ﷺ کو سخت ناراض پایا گیا۔ اس مختصر کتاب میں ان واقعات کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں آلِ رسول سے ہمیشہ ادب کا معاملہ عطا فرمائے۔

آٹھویں فضیلت اہلِ بیت کو خصوصی شفاعت حاصل ہوگی

جو لوگ رسول اکرم ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا آخرت میں خصوصی مقام ہوگا اور یہ نسبت ان کے کام آئے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں روزِ قیامت سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا۔ اس کے بعد باقی لوگوں کی پھر پیچھے گذر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزِ قیامت ہر نسب اور ہر رشتہ اور سسرالی و دامادی تعلق ختم ہو جائے گا میرا نسب، میرا سبب اور میرا سسرالی رشتہ ختم نہیں ہوگا تو جو لوگ تاقیامت آپ کی نسب میں سے ہیں ان کا یہ تعلق اور یہ نسبت اللہ کے ہاں مقبول ہوگی اور اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے۔

خصوصاً وہ لوگ جو امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہیں حسنی یا حسینی سید ہیں اور ان کی رگوں میں رسولِ اکرم ﷺ کے جسد مقدس کا خون دوڑ رہا ہے یہ بہت بڑی نسبت کے حامل ہیں۔ یہاں وہ حدیث قابل ذکر ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزِ احد جب رسولِ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور سے خون بہنے لگا تو میرے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ اس مقام پر رکھ دیا (جہاں سے خون نکل رہا تھا اور اسے نگل گئے) بعض لوگوں نے اس پر کلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے خون سے یوں لگاؤ رکھے گا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔[1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بار رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے

---

[1] مدارج النبوت جلد دوئم غزوہ احد صفحہ ۲۲۱

نکلنے والا خون پی لیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا تھا:

لا تمسك النار۔

ترجمہ: تجھے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ [1]

اندازہ فرمائیں اگر کسی کے پیٹ میں عارضی طور پر جسمِ رسول ﷺ کا خون چلا جائے تو نبی اکرم ﷺ اسے جنت کی بشارت سناتے ہیں تو جس کی رگوں میں مستقلاً خونِ رسول ہو اس کی عظمت کا کیا کہنا۔

اولادِ رسول ﷺ ہونا شفاعتِ نبوی کا قوی ترین سبب ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خصوصی شفاعت کے بھی ہزار ہا درجات ہیں کیونکہ شفاعت کس سبب سے کی جائے؟ وہ اسباب بھی ہزار ہا ہیں جتنا سبب قوی ہوگا شفاعت بھی اتنی قوی ہوگی۔

میرے نزدیک اولادِ رسول ہونا تمام اسباب میں سے قوی ترین سبب ہے کیونکہ اس سبب کو زوال نہیں سوا کفر کے۔ جبکہ باقی اسباب اعمال سے بھی ضائع ہو سکتے ہیں بعض بڑے گناہ نیکیوں کو زائل کر دیتے ہیں اور بعض بڑی نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٦ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٨ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝٩

مگر نسب رسول وہ سبب ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اسے صرف کفر زائل کر دیتا ہے۔ اللہ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

صحابہ کرام کے بے ادب سید کا انجام

جو لوگ شیعیت میں اتنے بڑھ گئے کہ صحابہ کرام کو معاذ اللہ گالیاں بکتے ہیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب انبیاء سے افضل مانتے ہیں اور تحریفِ قرآن کے قائل ہیں وہ خواہ سید ہوں یا غیر سید وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اگر وہ سید ہیں تو اس کفری عقیدہ نے ان کا نسب منقطع کر دیا ہے۔ انہیں اولادِ رسول ہونا کام نہ دے گا۔ ابولہب کو عمِ رسول ہونا کام نہ آسکا۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

---

[1] مدارج جلد اول صفحہ ۴۲

سگ اصحاب کہف روزے چند صحبتِ صالحاں گرفت مردم شد
پسرِ نوح بابداں بنشست خاندان نبوتش گم شد

لیکن اگر اس کی بدعقیدگی حدِ کفر تک پہنچی تو اس کا نسب قائم ہے اسے شفاعت نبوی مل سکتی ہے اور گناہوں کی معافی مل سکتی کیونکہ فسق بہرحال فسق ہے خواہ وہ عملی ہو یا اعتقادی اس کی معافی ممکن ہے کہ وہ کفر نہیں۔

یہ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے اللہ ہمیں اس پر قائم رکھے۔

وصلی اللہ علی حبیبہٖ خیر خلقہ محمد و آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

بابِ ششم:

دیگر آئمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

اہل تشیع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لے کر امام مہدی تک بارہ آئمہ اہل بیت کو اللہ کی طرف سے منصوص و معصوم آئمہ مانتے ہیں اور ان کا درجہ تمام انبیاء و رسل سے بلند تر جانتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک ان کا یہ عقیدہ الحاد و ضلالت ہے مگر اہل سنت کے نزدیک یہ آئمہ اہل بیت آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے ہیں ان میں سے ہر کوئی اپنے وقت کا غوثِ مُغیث ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اس کتاب میں ان آئمہ اہل بیت کا ذکر خیر بھی کیا جائے۔ جناب علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تذکرہ آپ نے پڑھ لیا۔ اب ہم ان کے بعد والے آئمہ کا تذکرہ کتب اہل سنت میں سے پیش کرتے ہیں۔

فصل اول:

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یوں ہے، علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب۔

آپ کی کنیت ابو محمد، ابو الحسن یا ابو بکر ہے۔ ایک سے زائد کنیات بھی ہو سکتی ہیں۔ آپ کا لقب سجاد ہے اور زین العابدین بھی اور زین العابدین سے آپ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے والد امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کی والدہ سیدہ شہر بانو رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور

خلافت میں مدینہ طیبہ لائی گئیں جب ایران فتح ہوا اور شاہِ یزدجرد بھاگ گیا تو اس کے اہل خانہ گرفتار ہو گئے ان میں اس کی بیٹی شہر بانو بھی تھیں جب وہ مدینہ طیبہ آئیں تو اسلام لے آئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں دیا۔ کسی نے کہا بہتر ہے کہ آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہ کی ملکیت میں دیں کیونکہ یہ بادشاہ کی بیٹی ہے تو اسے خلیفۃ المسلمین کے بیٹے کے عقد میں دیا جائے حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ اس کی شان کے لائق ہم میں نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسین بن علی ہیں۔

سیدہ شہر بانو کا دورِ خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں مدینہ طیبہ آنا اور حضرت عمر کا انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی مِلک میں دینا اور ان سے امام زین العابدین کا پیدا ہونا) اہل تشیع کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ [1]

امام زین العابدین کی ذات خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت پر دلیل ہے:

معلوم ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے والد مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جائز سمجھتے تھے۔ اگر جائز نہ جانتے تو ان کے جہاد کو جہاد نہ جانتے اور ان کے لائے ہوئے مال غنیمت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ حاکم کا ہدیہ قبول کرنا اس کی حکومت کو تسلیم کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ پھر اسی ہدیہ سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور آگے ان سے تمام آئمہ اہل بیت امام باقر امام جعفر امام کاظم تا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے جن کو اہل تشیع آئمہ معصومین مانتے ہیں معلوم ہوا آئمہ اہل بیت کا نورانی مبارک سلسلہ حضرت فاروق اعظم کے ہدیہ سے معرض وجود میں آیا۔

آج وہ اہل تشیع جو خود کو حسینی سادات سمجھتے ہیں ذرا غور کریں کہ وہ کس ماں کی اولاد ہیں وہ جو ہدیۂ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے اور وہ جو دلیل صداقتِ خلافت راشدہ ہے پھر وہ کس منہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تبرا بولتے ہیں۔

پیدائش:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہجری ۳۶ یا ۳۸ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے اس وقت خلافت

---

[1] اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد علی بن الحسین صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ دار المجتبیٰ نجف اشرف

مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دور تھا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری۔صرف اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا گئے اور واپس مدینہ طیبہ آگئے پھر حج کے سوا کسی سفر پہ نہ گئے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ ہی میں وصال فرمایا۔

اساتذہ جن سے علم حدیث حاصل کیا:

آپ نے قرآن و حدیث کے علوم اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے چچا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیے اس کے علاوہ آپ اپنے جد امجد مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی ۱۱ سال کرتے رہے اور چونکہ آپ نے مدینہ طیبہ میں زندگی بسر فرمائی۔اس لیے کثیر صحابہ کرام اور امہات المؤمنین سے آپ کو استفادہ کا موقع ملا جیسے ابن عباس، مسعود بن مخرمہ ابو ہریرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام رافع رضی اللہ عنہ اور امہات المؤمنین میں سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ، ام المؤمنین صفیہ بنت حُیی اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔[1]

امام زین العابدین کا زہد و ورع اور خوفِ خدا:

حضرت جویریہ بن اسماء کہتے ہیں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے کبھی قرابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ایک درہم بھی کسی سے حاصل نہ کیا۔حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کا زہد و ورع نہ دیکھا۔سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام زین العابدین نے حج کے لیے احرام باندھا جب سواری پہ بیٹھے تو ان کا چہرہ زرد ہوگیا اور ان پہ کپکپی طاری ہوگئی اور منہ سے لبیک نہ نکل سکا۔ان سے کہا گیا آپ تلبیہ کیوں نہیں پڑھ رہے؟ کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ آواز نہ آئے لا لبیك۔یعنی تمہارا کوئی لبیک قبول نہیں۔عرض کیا گیا کہ آپ کو احرام باندھنے کے لیے تلبیہ تو کہنا پڑے گا جب انہوں نے تلبیہ شروع کیا تو غشی طاری ہوگئی اور بے ہوش ہو کر سواری سے گر پڑے۔پھر پورے سفر میں جب بھی تلبیہ کہتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اسی حالت میں انہوں نے حج مکمل کیا۔

مصعب زبیری کہتے ہیں حضرت امام زین العابدین جب تلبیہ کہنے لگے تو غش کھا کر گر گئے

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۴، صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اور زخمی ہو گئے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہر روز ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے اور یہ سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔ اہل مدینہ کو ان کے معاش میں امام زین العابدین کی وجہ سے بہت برکت ملتی تھی۔ جب وہ وصال کر گئے تو ان کو رات کے وقت جو مال ملتا تھا وہ ختم ہو گیا۔ [1]

امام زین العابدین کی کرامات:

ابن حمدون نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ امام زین العابدین کو خلیفہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور پہرے دار بٹھا دیے گئے۔ امام زہری ان کے پاس انہیں مدینہ طیبہ سے وداع کہنے کے لیے آئے اور رونے لگے اور کہا کاش آپ کی جگہ مجھے پکڑ لیا جاتا۔ امام زین العابدین فرمانے لگے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ بیڑیاں مجھے تکلیف دیتی ہیں، اگر میں چاہوں تو یہ نہ رہیں۔ مگر یہ مجھے اللہ کا عذاب یاد دلاتی ہیں۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ اور پاؤں بیڑیوں سے آزاد کر کے دکھائے کہ دیکھ لو کوئی بیڑی نہیں رہی۔ پھر حضرت زین العابدین نے فرمایا: میں دو دن تک ان کے ساتھ مدینہ میں رہوں گا۔ واقعی دو دن کے بعد آپ اچانک غائب ہو گئے۔ سپاہی آپ کو ڈھونڈھتے رہ گئے مگر آپ کسی کو نظر نہ آئے۔ بہت تلاش کیا گیا مگر آپ نہ ملے۔

امام زہری کہتے ہیں میں خلیفہ عبدالملک کے پاس گیا اس نے مجھ سے امام زین العابدین کے بارہ میں پوچھا۔ میں نے اسے آپ کی کرامت سے آگاہ کیا۔ خلیفہ کہنے لگا جس دن لوگوں نے ان کو مدینہ میں گم پایا وہ اس دن یہاں میرے پاس (دمشق میں) آئے اور آتے ہی کہنے لگے تم مجھے کیوں تنگ کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ بے شک میرے پاس ٹھہریں وہ کہنے لگے میں تمہارے پاس نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ پھر وہ میرے پاس سے چلے گئے اور میرا دل ان کی ہیبت سے بھر گیا۔

پھر خلیفہ عبدالملک نے اپنے امیر حجاج بن یوسف کو حکم نامہ بھیجا کہ بنی عبدالمطلب کی جانیں محفوظ رکھی جائیں ان کا خون نہ بہایا جائے مگر ساتھ یہ کہا کہ میرا یہ حکم مخفی رکھا جائے۔

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۹۳

مگر امام زین العابدین کو کشف سے خلیفہ کے اس حکم کا پتہ چل گیا۔ آپ نے خلیفہ کو خط لکھا اس میں فرمایا تم نے حجاج بن یوسف کو فلاں دن ہم بنو عبد المطلب کے بارہ میں ایک حکم نامہ بھیجا ہے جس میں ہمارے خون سے درگزر کا امر کیا ہے۔ اللہ نے تمہارے اس عمل کو قبول فرمایا ہے۔ جب یہ خط خلیفہ عبد الملک کو ملا تو اس میں جو تاریخ درج تھی وہ اس تاریخ کے عین مطابق تھی جب عبد الملک نے حجاج کو خط لکھا تھا۔ خلیفہ نے جان لیا کہ امام زین العابدین صاحب کشف بزرگ ہیں اور ان پر اس کا حال مخفی نہیں ہے تو وہ آپ سے گہری عقیدت رکھنے لگا۔ اس نے اپنے غلام خاص کے ہاتھ بہت سے دراہم اور کپڑے آپ کی خدمت میں روانہ کیے اور درخواست کی کہ آپ اپنی خاص دعاؤں میں اسے یاد رکھیں۔ [1]

ایک دن آپ چند ساتھیوں کے ساتھ ایک صحرا میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک ہرنی آئی اور زمین پہ اپنے پاؤں مار کر چیخنے لگی حاضرین نے پوچھا اے فرزند رسول! یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ فریاد کر رہی ہے کہ فلاں قریشی شخص نے اس کے بچے کو اٹھا لیا ہے۔ اس نے دودھ نہیں پیا ہوا میں اسے دودھ پلانا چاہتی ہوں جب وہ دودھ پی لے تو وہ شخص اسے لے جا سکتا ہے۔ حاضرین کے دل میں اس بات پہ کچھ شک گزرا۔ امام صاحب نے اس قریشی کو بلایا اس سے واقعہ پوچھا اس نے من وعن سارا واقعہ اس طرح بتایا۔ پھر اس نے ہرنی کا بچہ حاضر کر دیا۔ ہرنی نے اس کو دودھ پلایا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے قریشی سے درخواست کی کہ اس بچے کو آزاد کر دیا جائے اس نے اسے آزاد کر دیا اور دونوں ماں بیٹا چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگ گئے۔ جاتے ہوئے ہرنی نے پھر شور مچایا۔ حاضرین نے کہا اب وہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ شکریہ ادا کر رہی ہے۔ [2]

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ حسنہ

آپ کی حیاتِ مبارکہ میں صبر کا بہت غلبہ تھا۔ کربلا کا قیامت خیز دلدوز واقعہ آپ کے ساتھ بپا

---

[1] الصواعق المحرقہ باب ۱۱، فصل ۳ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ مکتبۃ الحقیقت، استنبول ترکی

[2] شواہد النبوۃ تصنیف ملا عبد الرحمان جامی صفحہ ۳۱۳، مکتبہ نبویہ لاہور

ہوا آپ اس وقت بھرپور جوان تھے بائیس تئیس برس عمر تھی۔ ہر بات کو خوب اچھی طرح سمجھتے جانتے تھے۔اس واقعہ نے آپ کی سیرت پر گہرا اثر ڈالا۔آپ زندگی بھر اُس واقعہ کو بھلا نہ سکے جب آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے سارے خاندان کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ باپ بھائی چچے اور چچازاد بھائی سب شہید ہوئے۔اس لیے واقعہ کربلا کے بعد آپ کو بہت کم کسی نے ہنستے یا مسکراتے دیکھا۔آپ اکثر سنجیدہ رہتے اور عبادت میں سکون پاتے تھے۔

مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ نے واقعہ کربلا پر ماتم بپا کیا ہو۔گریبان پھاڑا ہو۔سینہ کوبی کی ہو یا مرثیہ خوانی کی ہو جیسا کہ آج کل اہل تشیع کرتے ہیں۔آپ نے ہمیشہ صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔

آپ عفو و درگزر سے کام لینے والے تھے کسی سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے ایک شخص آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔آپ نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ آپ کو نہیں کہہ رہا اس نے کہا اِیَّاكَ اَعْنِیْ میں آپ کو گالی دے رہا ہوں۔آپ نے فرمایا: وَ عَنْكَ اُغْضِیْ میں بھی تجھ سے چشم پوشی کر رہا ہوں۔ [1]

ایک بار آپ مسجد سے باہر نکلے۔کسی بدزبان نے آپ کو برا کہا آپ کے بھائی اور غلام نے جوابی کاروائی کرنا چاہی۔آپ نے ان کو روک دیا اور اس شخص سے کہا دیکھو ہمارے حالات تم سے مخفی نہیں ہیں۔ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں جس چیز کی ضرورت ہو ہم سے بلا دھڑک کہو۔وہ شخص نادم ہوا۔آپ نے اسے پانچ ہزار درہم اور ایک کمبل عنایت فرمایا۔اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعتاً آپ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

امام زین العابدین کی خلفاء راشدین سے عقیدت ومحبت:

عبدالعزیز بن حازم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار میں سن رہا تھا۔امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

كَيْفَ كَانَتْ منزلۃُ ابی بکرٍ و عُمَرَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

---

[1] الصواعق صفحہ ۲۸۵

ترجمہ: ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں کیسا تھا؟

حضرت امام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مَنزِلَتُهُمَا مِنهَا السَّاعَةَ۔

جو منزلت ان دونوں کو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ میسر ہے وہی منزلت ان کی بارگاہِ رسالت میں ہے۔ [1]

اور پیچھے ہم اہل تشیع کی معتبر کتاب کشف الغمہ سے مفصل لکھ آئے ہیں کہ ایک بار اہل کوفہ کے کچھ (شیعہ) لوگ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بارہ میں بے ادبی کے الفاظ کہے، جب وہ بات کر چکے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تم مہاجرین ہو جن کے بارہ میں اللہ فرماتا ہے کہ انہیں ان کے گھروں سے اور اموال سے نکالا گیا کیونکہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار اور اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں۔ [2]

وہ کوفی لوگ کہنے لگے نہیں: ہم ان مہاجرین سے نہیں ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جن کے بارہ میں اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان کے پاس ہجرت کر کے آئے انہوں نے ان کے لیے اپنے ایمان اور اپنے گھروں کے دروازے کھول دیے وہ ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کو اپنی ضروریات پہ ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود حاجت میں ہوں۔ [3]

کوفیوں نے کہا: نہیں ہم ان انصار میں سے نہیں ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا جب تم نے مان لیا کہ تم مہاجرین وانصار میں سے نہیں ہو تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارہ میں اللہ (اگلی آیت میں) فرماتا ہے کہ جو لوگ مہاجرین و انصار کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اللہ ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ چلے گئے۔ [4]

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۹۳

[2] سورۃ حشر آیت ۸

[3] سورۃ حشر آیت ۹

[4] سورہ حشر، آیت ۱۰

تب امام زین العابدین نے ان کوفی لوگوں سے فرمایا جو ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے بارہ میں بدکلامی کررہے تھے۔

اُخرجوا عنّی فعَلَ اللہ بکم۔

ترجمہ: میرے پاس سے نکل جاؤ۔(دفع ہوجاؤ۔) اللہ تمہیں سزا دے۔[1]

معلوم ہوا جو شخص خلفاء راشدین کو برا بھلا کہے جیسے آج اہل تشیع کرتے ہیں تو امام زین العابدین ان کو منہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہیں اور انہیں اپنی مجلس سے پھٹکار کر نکال دیتے ہیں اور یہ بات ایک شیعہ عالم علامہ علی بن عیسیٰ اربلی نے لکھی ہے۔

امام زین العابدین اپنے دادا جان مولا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ،وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگئے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين لا تخبرهما يا علي۔

ترجمہ: یہ دونوں (ابوبکر وعمر) تمام اگلے پچھلے اہل جنت میں سے بوڑھے لوگوں کے سردار ہیں، سوا انبیاء ومرسلین کے، اے علی یہ بات ان کو نہ بتانا۔[2]

یعنی امام زین العابدین فضائل صدیق اکبر وعمر فاروق کے راوی ہیں، یہ چیز ان کی محبت خلفائے راشدین پہ دلالت کرتی ہے

وصال:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے باختلاف روایات سن ہجری ۹۴ یا ۹۹ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں آپ کو آپ کے چچا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی زندگی

---

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ، ذکر امام الرابع علی بن حسین جلد ۲، صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ الفجر بیروت

[2] ترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۶۶۵

کے پہلے دو برس اپنے دادا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں گزرے۔ پھر دس برس اپنے چچا امام حسن کے ساتھ گزرے پھر گیارہ برس اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گزرے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ۵۷ برس تھی۔

آپ کے آٹھ بیٹے تھے جن کے نام شیعہ عالم علی بن عیسیٰ اربلی نے یہ لکھے ہیں۔ (۱) محمد باقر (۲) زید جو کوفہ میں شہید ہوئے۔ (۳) عبداللہ (۴) عبیداللہ (۵) حسن (۶) حسین (۷) علی (۸) عمر۔[1]

معلوم ہوا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھا۔ کیا آج کوئی شیعہ یہ گوارا کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام عمر رکھے؟ تو پھر ان کا امام زین العابدین کی تعلیمات ونظریات سے کیا تعلق ہے؟

فصل دوم

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب مہدی ہے۔ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ کی والدہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں۔ آپ باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔

ولادت:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔ تحقیقی روایت یہ ہے کہ آپ سن ہجری ۶۰ میں

---

[1] کشف الغمہ جلد ۲، صفحہ ۲۱۵

مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ گویا واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ایک برس تھی۔ اور وہ شیر خوار تھے۔ [1]

جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا:

آپ کی زندگی مدینہ طیبہ میں گزری۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کی کچھ تعداد موجود تھی۔ جن سے آپ نے استفادہ کیا۔ جن میں آپ کے اجداد میں سے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے آپ نے استفادہ کیا اور امہات المؤمنین میں سے حضرت ام سلمہ سے آپ نے حدیث حاصل کی۔ جبکہ تابعین میں سے سعید بن مسیب، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن ابی رافع اور عطاء بن یسار رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر محدثین آپ کے اساتذہ وشیوخ میں سے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے بطور ارسال اپنے اجداد گرامی، امام حسین رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور دیگر صحابہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچانا:

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ ابن مدین نے روایت کیا کہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے تو صحابی رسول حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کر کے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا تھا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا واقعہ ہے؟ کہنے لگے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی جھولی میں تھے اور آپ ان سے کھیل کر رہے تھے اس دوران آپ نے فرمایا:

يا جابرُ يُولَدُ له مولودٌ اِسمهٗ عليٌّ اذا كان يومُ القيامةِ نادىٰ مُنادٍ لِيقُمْ سيدُ العابدين فيقومُ ولدُهٗ ثم يُولَد لَهٗ وَلدٌ اسمهٗ محمدٌ

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵، صفحہ ۲۲۵

[2] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۲۲۵

فَاِنْ اَدْرَکْتَہٗ فَاقْرَأْہُ مِنِّی السلامُ۔

ترجمہ: یعنی اے جابر اس (حسین) کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا (یعنی امام زین العابدین) اور روز قیامت ایک ندا کرنے والا نداء کرے گا کہ سید العابدین (عابدوں کا سردار) اٹھے تو اس کا وہ بیٹا اٹھے گا۔ پھر اس (سید العابدین) کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ اے جابر اگر تم اسے پاؤ تو اسے میرا سلام پہنچانا۔ [1]

شواہد النبوۃ میں اس واقعہ کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ امام باقر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت ان کی بصارت ختم ہوگئی تھی۔ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا تھا۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اللہ کی رحمت برکتیں اور صلوٰۃ وسلام ہو۔ پھر میں نے واقعہ پوچھا تو انہوں نے سارا واقعہ سنایا۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ۹۴ ہجری میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے اور وہ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات:

ایک بار آپ غلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس سے گزرے وہ اس وقت ایک محل کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ مکان خراب وتباہ ہو جائے گا حتیٰ کہ لوگ اس کی مٹی بھی اٹھا لیں گے اور یہ کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے مجھے آپ کی باتوں پہ بہت تعجب ہوا کہ بادشاہ کا محل کون تباہ کر سکتا ہے۔ آخر جب ہشام کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے ولید بن ہشام کے حکم سے اس محل کو مسمار کر دیا گیا اور وہ کھنڈر بن گیا لوگ اس کی مٹی بھی اٹھا کر لے گئے اور حضرت امام کی

---

[1] الصواعق المحرقہ باب ۱۱، فصل ۳ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ مکتبہ حقیقت استنبول

[2] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۱۷

پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ [1]

راوی کہتا ہے ایک بار میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی ایک وادی میں سفر کر رہا تھا۔آپ ایک خچر پہ سوار تھے اتنے میں پہاڑی سے ایک شخص اتر کر آیا اور آپ کے خچر کی نگہبانی کرنے لگا اور ایک بھیڑیا آپ کے خچر کی زین سے اپنے اگلے پنجے لگا کر کھڑا ہو گیا اور وہ آپ سے کچھ کہنے لگا۔آپ سنتے رہے۔کافی دیر بعد آپ نے بھیڑیے سے فرمایا جاؤ تمہارا کام ہو گیا۔وہ چلا گیا۔پھر آپ نے مجھے فرمایا جانتے ہو بھیڑیا کیا کہہ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا: وہ کہہ رہا تھا: میری جُفت (بیوی) اس وقت دردِ زہ (بچہ جننے کی درد) میں مبتلا ہے۔دعا کریں اللہ اس کی مشکل آسان کرے اور میری نسل میں سے کسی بھیڑیے کو آپ کے کسی عقیدت مند پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے دعا کر دی۔ [2]

ایک بزرگ کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھے امام محمد باقر کی زیارت کا شوق ہوا میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔رات کو سخت بارش ہوئی جس سے بہت سردی ہوگئی۔آدھی رات کے بعد میں آپ کے درِ دولت پہ پہنچا۔میں سوچ رہا تھا کہ ابھی دروازہ کھٹکھٹاؤں یا صبح تک صبر کروں تاکہ آپ خود باہر تشریف لائیں۔اچانک اندر سے آپ کی آواز آئی۔آپ اپنی لونڈی سے فرما رہے تھے اٹھو فلاں مہمان کے لیے دروازہ کھول دو کیونکہ اسے آج سخت سردی نے ستا رکھا ہے چنانچہ دروازہ کھلا اور میں اندر چلا گیا۔

امام باقر کی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے گہری عقیدت و محبت:

عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابوجعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تلوار کو زیور (سونا چاندی) لگانا جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا:

لَا بَأْسَ بِهٖ قَدْ حَلّٰى اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ سَيْفَهٗ۔

---

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۱۸

[2] شواہد النبوۃ ۳۲۰

اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیور لگا رکھا تھا۔
میں نے کہا: کیا آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں؟ راوی کہتا ہے:

فَوَثَبَ وَثْبَةً وَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ قَالَ نَعَمِ الصِّدِّيْقِ نَعَمِ الصديقُ نعم الصديق فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهٗ الصديقُ فلا صَدَّقَ اللهُ لَهٗ قَوْلًا فی الدُّنیا وَ لا فی الْآخِرَةِ۔

ترجمہ: یعنی یہ سن کر امام محمد باقر (غصے سے) اچھل کر کھڑے ہو گئے، اور قبلہ کو رخ کر لیا اور کہا: ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ اس کی کسی بات کو سچا نہ کرے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ [1]

گویا شیعہ عالم علامہ اربلی کی روایت کے مطابق حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ابوبکر صدیق کے لقب صدیق پر اعتراض کیا گیا تو حضرت امام باقر غصے میں آ گئے اور سخت جلال میں مذکورہ ارشاد فرمایا۔ اس کی روشنی میں اہل تشیع کو اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

اسی طرح سالم بن ابو حفصہ کہتے ہیں میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) سے پوچھا کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو نے جواب دیا:

يَا سَالِمُ تَوَلَّهُمَا وَ ابْرَأْ مِنْ عَدُوِّهِمَا فَإِنَّهُمَا إِمَامَيْ هُدًى وَ عَنْهُ قَالَ: مَا أَدْرَكْتُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ إِلَّا وَ هُوَ يَتَوَلَّاهُمَا۔

ترجمہ: یعنی اے سالم تو تم ضرور ان دونوں (ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھو اور ان کے دشمن سے دور رہو کیونکہ وہ دونوں ہدایت کے امام ہیں۔

اور امام باقر نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے تمام خاندان اہل بیت میں سے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو ان دونوں سے محبت و عقیدت نہ رکھتا ہو۔ [2]

الحمد للہ: اللہ نے اہل سنت و جماعت کو امام باقر اور تمام اہل بیت کرام والا عقیدہ عطا فرمایا ہے۔

---

[1] کشف الغمہ ذکر الامام الخامس محمد بن علی جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ منشورات الفجر بیروت، تصنیف شیعہ عالم علی اربلی

[2] تہذیب التہذیب مصنفہ ابن حجر عسقلانی جلد ۵ صفحہ ۲۲۵

وصال:

امام باقر رضی اللہ عنہ کے سالِ وصال میں روایات کا اختلاف ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق سب سے معتبر روایت یہ ہے کہ آپ سن ہجری ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں اہل بیت کرام کے احاطہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

فصل سوم:

امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یوں ہے:

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب۔ کنیت ابوعبداللہ ہے آپ کا لقب صادق سے مشہور ہیں، آپ کی والدہ کا نام سیدہ ام فروہ رضی اللہ عنہا ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کی بیٹی ہیں۔ یعنی جناب امام جعفر صدق کا تولد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی سے ہوا۔ اور ام فروہ کی ماں یعنی امام جعفر صادق کی نانی کا نام اسماء ہے جو عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق کی بیٹی ہیں۔ [1]

یہی حقیقت اہل تشیع کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں یوں لکھی ہے:

وُلِدَ ابُو عبدِ اللہ سَنَۃَ ثَلاثٍ و ثَمانینَ و اُمُّہٗ اُمُّ فَرْوَۃَ بنتُ القَاسِمِ بنِ محمدِ بنِ ابی بکرٍ وَ اُمُّھَا اسماء بنتُ عبدِ الرحمانِ بنِ ابی بکرٍ۔

ترجمہ: یعنی حضرت امام جعفر صادق سن ۸۳ ھجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ام فروہ

---

[1] تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۳۸۵، مطبوعہ دار احیاء بیروت

بنتِ قاسم بن محمد بن ابوبکر ہے اور ام فروہ کی والدہ اسماء بنتِ عبدالرحمان بن ابی بکر ہے۔ [1]

اس طرح مشہور شیعہ عالم علی بن عیسیٰ اربلی نے لکھا:

امه ام فروة و امها اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر الصدیق ولذالك قال جعفر علیه السلام ولقد ولدنی ابوبکر مرتین۔

ترجمہ: یعنی امام جعفر کی والدہ سیدہ ام فروہ ہیں اور ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق ہیں۔

اس لیے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ابوبکر صدیق نے دو طرح سے پیدا کیا ہے (یعنی وہ دو رشتوں سے میرے باپ لگتے ہیں۔) [2]

ان دو رشتوں کو آپ اس نقشہ میں یوں دیکھ سکتے ہیں:

ابوبکر صدیق	ابوبکر صدیق
↓	↓
محمد	عبدالرحمان
↓	↓
قاسم	اسماء

ام فروہ

امام جعفر صادق

اس لیے شیعہ عالم نعمۃ اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ اہل تشیع کے دل میں جو غیظ و غضب عمر بن خطاب کے بارہ میں ہے وہ ابوبکر بن ابی قحافہ کے بارہ میں نہیں ہے کیونکہ آئمہ اہل بیت کے نسب میں حضرت ابوبکر داخل ہیں۔

---

[1] اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد ابی عبداللہ جعفر الصادق صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ دار المجتبیٰ نجف اشرف عراق

[2] کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲

تو اہل تشیع کو سوچنا چاہیے کہ امام جعفر صادق کی والدہ ام فروہ کی نسبتیں کیا ہیں وہ امام محمد باقر کی بیوی اور امام زین العابدین کی بہو ہیں اور دوسری طرف وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی بھی ہیں اور پڑنواسی بھی۔ گویا خاندانِ اہل بیت اور خاندان صدیق اکبر میں گہرے مراسم ہیں اور امام جعفر صادق سے لے کر امام حسن عسکری تک سب کی رگوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خون شامل ہے۔

تو آج جو شیعہ لوگ خود کو حسینی سادات کہتے ہیں اور ان کا نسب امام جعفر تک جاتا ہے وہ سوچیں کہ وہ کس منہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں۔ امام جعفر صادق تو فخر سے کہتے ہیں:

ولدنی ابوبکر مرتین۔

ترجمہ: میں دو لحاظ سے ابوبکر کا بیٹا ہوں۔

کاش اہل تشیع اس بات پہ غور کریں اور تبرا بازی سے باز آئیں۔

ولادت:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ولادت سن ۸۰ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ نے شہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی بسر کی۔ عباسی خلیفہ منصور دوانقی نے آپ کو ایک بار بغداد بلوایا۔ آپ گئے اور واپس مدینہ طیبہ آگئے پھر یہیں رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

اساتذہ:

آپ نے اجلّہ تابعین سے اکتساب علم کیا جس میں آپ کے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور محمد بن منکدر رہیں جو حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے شاگردِ خاص ہیں اور آپ کے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں عطاء بن یسار ہیں عروہ بن زبیر ہیں اور یہ دونوں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مشہور شاگرد ہیں اس طرح آپ کے اساتذہ میں حضرت نافع ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور شاگرد خاص ہیں۔

آگے آپ سے علمی استفادہ کرنے والوں میں وقت کے عظیم آئمہ دین اور محدثین شامل ہیں جیسے امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، سفیان بن عُیینہ، آپ کے بیٹے امام موسیٰ کاظم اور علم

قراءت کے امام حضرت شعبہ و دیگر۔

امام جعفر صادق کی بعض کرامات:

علامہ ابن جوزی نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں ایک دن نماز عصر پڑھی پھر میں جبل ابو قبیس پر چڑھا وہاں ایک شخص مسجد میں رو بقبلہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ تو جانتا ہے میں بھوکا ہوں اور میں تیرے سوا کسی سے نہیں مانگنا چاہتا اور میرا لباس پرانا ہوگیا ہے میرے پاس دوسرا لباس نہیں ہے اور میں تیرے سوا کسی سے نہیں مانگنا چاہتا۔ پھر اس شخص نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا حتیٰ کہ اس کا سانس پھول گیا۔ ابھی اس کی دعا مکمل نہ ہوئی تھی کہ میں دیکھتا ہوں اس کے پاس دو چادریں پڑی ہیں اور انگوروں کا خوشہ پڑا ہے۔ وہ دعا ختم کر کے انگور کھانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ کوئی غیبی انگور ہیں اور یہ اللہ کا خاص بندہ ہے میں نے بھی کھانے کی درخواست کی انہوں نے مجھے بھی انگور دیے۔ ان کا ذائقہ ایسا تھا کہ میں نے ایسی لذت کہیں نہیں دیکھی۔ پھر انہوں نے مجھے کہا تم ذرا پرے ہٹو میں لباس بدلنا چاہتا ہوں۔ میں الگ ہوگیا۔ انہوں نے وہ نئی چادریں پہنی اور پہلے والی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ کر نیچے آگئے۔ جب وہ صفا و مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک شخص نے ان سے کہا اے فرزندِ رسول مجھے لباس کی ضرورت ہے یہ چادریں مجھے عنایت فرمائیں۔ انہوں نے وہ اسے دے دیں۔ میں نے اس سائل سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا تم نہیں جانتے یہ امام جعفر صادق ہیں تو میں دنگ رہ گیا۔ پھر میں نے آپ کو تلاش کیا مگر آپ نہ ملے۔ [1]

علامہ ابن جوزی نے یہ واقعہ عیون الحکایات میں بھی لکھا ہے۔

امام جعفر صادق کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ جب بنو اُمیہ کی حکومت کمزور پڑ گئی اور امام حسن مجتبیٰ کے پوتے عبداللہ محض کے دو بیٹے محمد نفس زکیہ اور ابراہیم حصول خلافت کے لیے کوشش کرنے لگے تو انہوں نے سادات کرام کی میٹنگ بلائی امام جعفر صادق کو بھی اس میں بلایا گیا۔ آپ

---

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۳۱

سے کہا گیا کہ نفس زکیہ کے حق میں بیعت کریں۔آپ نے انکار کیا تو سمجھا گیا کہ شائد آپ ان سے حسد رکھتے ہیں۔آپ نے فرمایا واللہ مجھے حسد نہیں ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ خلافت نہ مجھے ملے گی نہ تمہیں۔بلکہ اس زرد چادر والے کو ملے گی۔آپ نے منصور عباسی کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت زرد چادر لیے وہاں بیٹھا تھا۔آپ نے فرمایا اسے خلافت ملے گی مگر ان کی خلافت کے ساتھ لوگ یوں کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ چنانچہ جیسے آپ نے فرمایا اسی طرح ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد عباسی خلافت قائم ہوگئی اور منصور عباسی اس کا پہلا با قاعدہ خلیفہ بنا۔ [1]

امام جعفر صادق کی خلفاء راشدین سے عقیدت ومحبت:

زہیر بن معاویہ کہتے ہیں میرے والد نے امام جعفر سے کہا: میرا ایک پڑوسی آپ کے بارہ میں سمجھتا ہے کہ آپ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں۔آپ نے فرمایا اللہ تمہارے پڑوسی کا برا کرے۔

وَاللهِ اِنّی لَاَرجُو اَنْ یَنْفَعَنِی اللهُ بِقَرَابَتی مِنْ ابی بکرٍ۔

ترجمہ: اللہ کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو قرابت حاصل ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا) اللہ مجھے اس سے ضرور نفع دے گا۔ [2]

اور پیچھے بھی گزر چکا کہ امام جعفر صادق فخر کے ساتھ کہتے تھے:

وَلَدَنِیْ اَبُوبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ: میں دو نسبتوں سے ابو بکر صدیق کا بیٹا ہوں۔

اسی طرح اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب فروع کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا:

قال اَبُوبکرٍ عِندَ موتہ حیثُ قِیل لہٗ اَوْصِ فَقَالَ اُوْصِیْ بالخمس وَ قَدْ جَعَلَ اللہ لہٗ الثُلثَ عِنْدَ مَوتہٖ و لو علم ان الثُلُثَ خیرٌ لہٗ لَاَوْصٰی بہٖ۔

---

[1] الصواعق المحرقہ، صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ استنبول

[2] تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۳۸۶

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت جب ان سے وصیت کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا میں صرف پانچویں حصے کی وصیت کرتا ہوں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ایک تہائی تک وصیت کی جاسکتی ہے اور اگر وہ تہائی کی وصیت بہتر جانتے تو اس کی وصیت کرتے۔ [1]

یعنی امام جعفر صادق فرما رہے ہیں کہ ایک تہائی تک وصیت کی اجازت ہے مگر ضروری نہیں کہ تہائی ہی کی وصیت کی جائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف پانچویں حصے کی وصیت کی۔ اگر ان کے نزدیک تہائی کا وصیت کرنا اچھا کام ہوتا تو وہ ضرور اسے کر گزرتے۔ یعنی وہ کسی نیکی سے پیچھے رہنے والے نہ تھے۔

پتہ چلا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل کو اپنے لیے اور امت کے لیے حجت سمجھتے تھے اور اس سے استدلال پکڑتے تھے۔

وصال:

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ نے سن ۱۴۸ ہجری میں شوال میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۷۸ برس تھی۔ کہا جاتا ہے کہ منصور کے دور میں آپ کو اس کے حکم سے زہر دے کر شہید کیا گیا۔ بہر حال آپ کو جنت البقیع میں اپنے آباء واجداد کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

---

[1] فروع کافی کتاب المعیشۃ جلد ۵، صفحہ ۶۸ مطبوعہ ایران

فصل چہارم:

امام ابوالحسن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یوں ہے۔
موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید کربلا بن مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔کنیت ابوالحسن ہے اور لقب کاظم یعنی غصہ پینے والا۔

ولادت:

آپ سن ۱۲۸ ہجری میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی زندگی گزاری۔ پھر عباسی خلیفہ مہدی نے آپ کو بغداد بلوایا۔ پھر واپس بھیج دیا تو آپ ہارون الرشید کے عہد تک مدینہ طیبہ میں رہے پھر ہارون الرشید ۱۷۹ ہجری میں ماہ رمضان کے عمرہ کے لیے آیا اور امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور بغداد میں لے جا کر قید میں ڈال دیا۔ اسے ڈر تھا کہ آپ اس کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے قید ہی میں وصال فرمایا۔ (آپ کو چند دن قید میں رکھا گیا۔)

آپ کی کرامات:

جب آپ کو پہلی بار عباسی خلیفہ مہدی کے حکم پر گرفتار کر کے بغداد لایا گیا تو مہدی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسے یہ آیت قرآنی سنا رہے ہیں:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: کیا تم سے یہی توقع ہے کہ زمین میں فساد کرو گے اور اپنی رشتہ داریاں کاٹو گے۔ [1]

مطلب یہ تھا کہ اے خلیفہ تم نے موسیٰ کاظم کو گرفتار کر کے زمین میں فساد کیا اور رشتہ داری کاٹ ڈالی ہے۔

---

[1] سورہ محمد، آیت: ۲۲

چنانچہ خلیفہ مہدی نے خواب سے اٹھتے ہی حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لایا جائے جب آپ آئے تو اس نے بڑی گرم جوشی سے آپ سے معانقہ کیا اور عزت و تکریم سے بٹھا کر اپنا خواب سنایا اور کہنے لگا کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت کا سلسلہ ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا اور نہ یہ بات مجھے زیب دیتی ہے۔ خلیفہ مہدی نے کہا آپ صحیح کہتے ہیں پھر اس نے آپ کو بہت سا مال و اسباب دے کر عزت و تکریم کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ [1]

ابو خالد زبانی کی روایت ہے کہ جب آپ کو پکڑ کر بغداد لے جایا جا رہا تھا اور خلیفہ مہدی کے کارندے آپ کے ساتھ تھے تو راستے میں انہوں نے مقام زبانہ پہ پڑاؤ کیا۔ میں وہاں حاضر خدمت ہوا آپ کو کچھ چیزوں کی ضرورت تھی فرمایا یہ مجھے خرید کر لا دو۔ میں دوڑ کر وہ چیزیں خرید کر لایا اور پیش کر دیں۔ میں بہت پریشان تھا کہ آپ جیسے عظیم الشان شخص کو پکڑ کر لے جایا جا رہا ہے پتہ نہیں آپ سے کیا سلوک ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ سنو میں فلاں ماہ کی فلاں تاریخ رات کے وقت تمہارے پاس واپس آجاؤں گا میرا انتظار کرنا۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

بہر حال آپ چلے گئے اور میں اس وقت کا شدید انتظار کرنے لگا۔ آخر جب وہ دن آیا تو جو جگہ آپ نے بتائی تھی میں رات کو ادھر جا نکلا۔ مگر وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو عراق کی جانب سے کچھ لوگ آتے دکھائی دیے میں آگے بڑھا تو دیکھا آپ سب سے آگے خچر پر سوار تھے میں نے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو شک ہونے لگا تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کو ظالموں کی قید سے آزادی عطا فرمائی۔ [2]

حضرت امام موسیٰ کاظم کی جلالتِ علمی:

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے کہا تم لوگ اولادِ رسول کہلاتے ہو تم تو اولادِ علی المرتضیٰ ہو اولادِ رسول کیسے ہو؟ آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ [ط]

---

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۶

[2] نور الابصار صفحہ ۳۴۳ تصنیف شیخ مومن بن حسن شبلنجی

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ: یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہیں اور ہم نیکوکاروں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام ہیں وہ سب نعمت کے سزاواروں سے ہیں۔ [1]

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کیسے ہیں؟ صرف اپنی والدہ کی وجہ سے ہیں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیدہ مریم کی نسبت سے اولادِ ابراہیم ہو سکتے ہیں تو ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیوں نہیں ہو سکتے؟ خلیفہ ہارون الرشید یہ جواب سن کر مبہوت ہوگیا۔

امام موسیٰ کاظم نے ایک اور آیت پڑھی۔ اللہ فرماتا ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ قف

ترجمہ: تو آؤ ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں تم اپنے بیٹے لے آؤ ہم اپنی بیٹیاں لاتے ہیں تم اپنی بیٹیاں لے آؤ ہم خود آجاتے ہیں تم خود آجاؤ۔ [2]

اس آیت کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسنین کریمین کو لفظ ابناءنا کے تحت لے کر نکلے یعنی ان کو اپنے بیٹے قرار دیا۔ یعنی اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ اور اس کے رسول نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرار دیا ہے۔ یہ جواب سن کر خلیفہ کی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ [3]

وصال:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بروز جمعۃ المبارک ۲۵ رجب ۱۸۶ ہجری میں بغداد میں وصال فرمایا۔ آپ اس وقت خلیفہ ہارون الرشید کی قید میں تھے۔ بغداد ہی میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ [4]

---

[1] انعام آیت ۸۵

[2] آل عمران، آیت:۶۱

[3] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۰۳

[4] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۳۶

فصل پنجم:

حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یہ ہے:

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور لقب رضا۔

ولادت:

آپ مدینہ طیبہ میں سن ۱۵۳ ہجری میں ۱۱ ربیع الاول بروز بدھ پیدا ہوئے یعنی آپ اپ دادا امام جعفر صادق کے وصال کے ۳۵ برس بعد پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ ام ولد تھیں ان کا نام اَروی یا نجمہ لکھا گیا ہے۔

خلیفہ مامون الرشید کی آپ سے عقیدت:

ہارون الرشید کے بعد اس کا بیٹا مامون خلیفہ بنا اسے حضرت امام علی رضا سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی حتیٰ کہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا اور سن ۲۰۱ ہجری میں اعلان کر دیا کہ اس کے بعد ولی عہد آپ ہیں، آپ خلیفہ ہوں گے اور اس پر اس نے کثیر لوگوں کو گواہ بنایا مگر افسوس کہ آپ مامون کی حیات ہی میں وصال فرما گئے۔اس پر مامون نے بے حد افسوس کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مامون بعد میں آپ سے بدظن ہوگیا تھا اس لیے اس نے آپ کو زہر کھلا دیا۔مگر یہ بات بعید از قیاس ہے۔

امام علی رضا کی بعض کرامات:

حاکم نے ابوحبیب سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ ہمارے شہر میں جہاں حجاج کے پڑاؤ کا

مقام ہے وہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اترے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں کھجوریں ہیں جن کو صحبائی کہا جاتا ہے آپ نے مجھے ان میں سے اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میں مزید اٹھارہ برس جیوں گا۔ جب اس خواب کو بیس دن گزرے تو امام علی رضا مدینہ طیبہ سے تشریف لائے اور حجاج کے پڑاؤ والے مقام پر مسجد کے قریب اترے۔ لوگ آپ کی زیارت کے لیے دوڑے۔ میں بھی حاضر ہوا۔ آپ اُسی جگہ بیٹھے تھے جہاں میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو بیٹھے دیکھا تھا اور آپ کے سامنے وہی کھجوریں پڑی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پڑی تھیں، میں نے آپ کو سلام عرض کیا آپ نے مجھے اپنے قریب کیا اور ان کھجوروں میں سے کچھ دیں تو وہ پوری اٹھارہ تھیں، میں نے کہا کچھ مزید بھی عطا فرمائیں، آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ نے اس سے زائد دی تھیں تو میں بھی زائد دے دیتا ہوں۔ [1]

جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو ولی عہد مقرر کیا تو اس کے بعد آپ جب بھی خلیفہ کے پاس آتے تو سرکاری خدام دروازے پہ لٹکے ہوئے پردے فوراً اٹھا دیتے تا کہ آپ بلا رُکے سیدھے اندر تشریف لے جائیں یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر کچھ حاسدوں کو یہ برا لگا وہ کہنے لگے جب آپ آئیں تو وہ پردہ نہیں اٹھائیں گے نہ استقبال کو کھڑے ہوں گے۔ مگر آپ تشریف لائے تو انہوں نے اٹھ کر استقبال بھی کیا اور پردہ بھی اٹھا دیا، آپ اندر تشریف لے گئے۔ تب وہ باہم ایک دوسرے کو کوسنے لگے۔ پھر باہم طے کیا کہ آئندہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ ڈٹے رہیں گے پردہ نہیں اٹھائیں گے جب آپ آئے تو وہ کھڑے تو ہو گئے مگر پردہ نہ اٹھایا، اُسی وقت اللہ نے تیز ہوا چلائی جس نے پردہ خود بخود اٹھا دیا اور آپ اندر چلے گئے ساتھ ہی ہوا بند ہوگئی جب آپ واپس آئے تو پھر ہوا سے پردہ اٹھ گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ تب وہ حاسدین کہنے لگے جسے اللہ دوست رکھتا ہو اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی روش درست کر لی۔ [2]

---

[1] الصواعق المحرقہ باب ۱۱ فصل ۳ صفحہ ۲۹۱، مطبوعہ استنبول

[2] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۴

مقام ہے وہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اترے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں کھجوریں ہیں جن کو صبحانی کہا جاتا ہے آپ نے مجھے ان میں سے اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میں مزید اٹھارہ برس جیوں گا۔ جب اس خواب کو بیس دن گزرے تو امام علی رضا مدینہ طیبہ سے تشریف لائے اور حجاج کے پڑاؤ والے مقام پر مسجد کے قریب اترے۔ لوگ آپ کی زیارت کے لیے دوڑے۔ میں بھی حاضر ہوا۔ آپ اُسی جگہ بیٹھے تھے جہاں میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو بیٹھے دیکھا تھا اور آپ کے سامنے وہی کھجوریں پڑی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پڑی تھیں، میں نے آپ کو سلام عرض کیا آپ نے مجھے اپنے قریب کیا اور ان کھجوروں میں سے کچھ دیں تو وہ پوری اٹھارہ تھیں، میں نے کہا کچھ مزید بھی عطا فرمائیں، آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ نے اس سے زائد دی تھیں تو میں بھی زائد دے دیتا ہوں۔ [1]

جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو ولی عہد مقرر کیا تو اس کے بعد آپ جب بھی خلیفہ کے پاس آتے تو سرکاری خدام دروازے پہ لٹکے ہوئے پردے فوراً اٹھا دیتے تاکہ آپ بلا رُکے سیدھے اندر تشریف لے جائیں یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر کچھ حاسدوں کو یہ برا لگا وہ کہنے لگے جب آپ آئیں تو وہ پردہ نہیں اٹھائیں گے نہ استقبال کو کھڑے ہوں گے۔ مگر آپ تشریف لائے تو انہوں نے اٹھ کر استقبال بھی کیا اور پردہ بھی اٹھا دیا، آپ اندر تشریف لے گئے۔ تب وہ باہم ایک دوسرے کو کوسنے لگے۔ پھر باہم طے کیا کہ آئندہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ ڈٹے رہیں گے پردہ نہیں اٹھائیں گے جب آپ آئے تو وہ کھڑے تو ہو گئے مگر پردہ نہ اٹھایا، اُسی وقت اللہ نے تیز ہوا چلائی جس نے پردہ خود بخود اٹھا دیا اور آپ اندر چلے گئے ساتھ ہی ہوا بند ہوگئی جب آپ واپس آئے تو پھر ہوا سے پردہ اٹھ گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ تب وہ حاسدین کہنے لگے جسے اللہ دوست رکھتا ہو اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی روش درست کر لی۔ [2]

---

[1] الصواعق المحرقہ باب ۱۱ فصل ۳ صفحہ ۲۹۱، مطبوعہ استنبول

[2] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۴

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی جلالتِ علمی:

آپ ایک مرتبہ نیشاپور تشریف لے گئے۔ آپ کی زیارت کو اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ بازار بھر گئے۔ آپ کے اوپر سائبان تھا جس کی وجہ سے آپ دکھائی نہیں دے رہے تھے، دو حافظان حدیث امام ابوزرعہ رازی اور امام محمد بن اسلم طوسی ساتھ تھے اور ان دونوں محدثین کے ساتھ طلباءِ علم حدیث کی اتنی بڑی جماعت تھی جس کا شمار ممکن نہیں۔ دونوں محدثین نے آپ سے گذارش کی کہ لوگوں کو زیارت کروائیں اور کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے آباء کرام سے روایت کی ہو۔ آپ نے اپنی سواری کو ٹھہرایا اور خادموں سے کہا کہ سائبان بند کر دیں۔ تب آپ نے اپنی زیارت سے لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی کیں، آپ کے بال دو زلفوں کی صورت میں تھے جو آپ کے کندھوں تک آرہی تھیں، آپ کی زیارت کر کے لوگوں میں سے کوئی (خوشی سے) نم دیدہ تھا اور کوئی وجد میں گریہ کناں تھا، کچھ لوگ آپ کی سواری کو چوم رہے تھے۔

تب علماء نے پکار کر کہا کہ لوگو چپ ہو جاؤ، لوگ چپ ہو گئے دونوں محدثین آپ سے حدیث سن کر لکھنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

مجھے میرے باپ امام موسیٰ کاظم نے بتایا ان کو ان کے باپ امام جعفر صادق نے بتایا ان کو ان کے باپ امام محمد باقر نے بتایا ان کو ان کے باپ امام زین العابدین نے بتایا ان کو ان کے باپ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتایا اور ان کو ان کے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا آپ نے فرمایا مجھے جبریل امین علیہ السلام نے بتایا انہوں نے کہا میں نے اللہ رب العزت کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ۔

یعنی لا الٰہ الا اللہ (پورا کلمہ طیبہ) میرا قلعہ ہے جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا وہ میرے قلعہ میں آگیا اور جو میرے قلعہ میں آگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

یہ کہہ کر آپ نے پردہ گرادیا۔ تب وہ لوگ گنے گئے جنہوں نے یہ حدیث اس وقت لکھی تو ان کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی امام احمد نے کہا: اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھی جائے تو اس کا جنون جاتا رہے۔ [1]

وصال:

آپ نے بروز جمعۃ المبارک ماہ رمضان سن ۲۰۲ ہجری میں خراسان میں وصال فرمایا اور آپ کو خلیفہ ہارون الرشید کے قبہ کے مغربی پہلو میں دفنایا گیا۔

فصل ششم:

حضرت امام محمد تقی بن امام علی رضا رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن امام حسین بن مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے جیسے امام باقر کی کنیت ابوجعفر تھی اسی لیے آپ کو ابوجعفر ثانی بھی کہتے ہیں اور لقب تقی ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت رجب سن ۱۹۵ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام خیزران یا ریحانہ ہے۔

آپ کا علم وفضل:

---

[1] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۹۲

جب بغداد میں آپ کے والد گرامی کا وصال ہوگیا تو اس کے ایک سال بعد ایک دن آپ بغداد کی ایک گلی میں کھڑے تھے اس وقت آپ کی عمر تیرہ برس تھی۔ اتنے میں خلیفہ مامون الرشید وہاں سے گزرا وہاں اور لڑکے بھی کھیل رہے تھے جب انہوں نے خلیفہ کی سواری دیکھی تو دوڑ کر دائیں بائیں ہو گئے مگر امام محمد تقی وہیں کھڑے رہے، جب خلیفہ قریب آیا تو اس کے دل میں آپ کا رعب اور احترام پیدا ہوا۔ کہنے لگا اے لڑکے جب سارے لڑکے بھاگ گئے تو تم کیوں نہ بھاگے۔ آپ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین راستہ تنگ نہیں ہے کہ مجھے تمہارے لیے گنجائش بنانی پڑے اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ تم سے ڈروں اور تمہارے بارہ میں میرا گمان بھی اچھا ہے کہ تم کسی بے گناہ کو نقصان نہیں دیتے۔

خلیفہ مامون کو آپ کے کلام اور حُسنِ صورت نے تعجب میں ڈال دیا۔ کہنے لگا تمہارا کیا نام ہے اور تمہارے والد کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا میں محمد ہوں میرے باپ کا نام علی رضا ہے، خلیفہ نے پہچان لیا اور آپ کے والد کے لیے رحمت کی دعا کی اور آگے چل دیا۔

اس وقت خلیفہ کے پاس ایک باز تھا جو شکار کے لیے تھا، جب خلیفہ آبادی سے باہر نکلا تو اس نے باز کو ایک چکور پہ چھوڑا۔ باز نظروں سے غائب ہوگیا۔ جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں چکور کی بجائے ایک نیم جان مچھلی تھی، خلیفہ کو حیرت ہوئی کہ اس کے منہ میں مچھلی کہاں سے آگئی۔

جب خلیفہ واپس آیا تو بچے وہیں کھیل رہے تھے اور امام محمد تقی بھی وہیں تھے، لڑکے بھاگ گئے مگر حضرت امام کھڑے رہے۔ خلیفہ ان کے قریب آیا۔ کہنے لگا بتاؤ میرے ہاتھوں میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کو بادشاہوں اور خلفاء کے باز شکار کر لیتے ہیں تا کہ وہ اہل بیت رسول کی اولاد سے امتحان لے سکیں۔ خلیفہ کہنے لگا بیٹا تم واقعی امام علی رضا کے بیٹے ہو۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا اور آپ کی تعظیم و تکریم میں پوری کوشش کرنے لگا۔

بعد ازاں جوں جوں آپ کا علم و فضل خلیفہ پہ ظاہر ہوتا گیا آپ کی عزت و تکریم اس کے دل میں جاگزیں ہوتی گئی۔ آخر اس نے ارادہ کر لیا کہ آپ سے اپنی بیٹی اُم فضل کا عقد کر دے حالانکہ ابھی

آپ کی عمر کم تھی۔ مگر عباسی خاندان نے اس کو ایسا کرنے سے روک دیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ خلیفہ آپ کو اس طرح ولی عہد بنا دے جیسے اس نے اس سے قبل آپ کے والد حضرت علی رضا کو داماد اور ولی عہد بنایا تھا۔

خلیفہ نے کہا لوگو! میں اس نوجوان کو اس لیے محبوب رکھتا ہوں کہ یہ علم و معرفت اور حلم و تدبر میں کم سنی کے باوجود سب اہل علم پہ فوقیت رکھتا ہے۔ لوگوں کو اس پہ یقین نہ آیا کہنے لگے کسی اہل علم کو چاہیے کہ اس کا امتحان لے۔ چنانچہ یحییٰ بن اکثم کو بلایا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اس نوجوان کو لاجواب کرو تمہیں بہت انعام دیا جائے گا۔

تب وہ سارے خلیفہ کے پاس آئے ابن اکثم بھی ان کے ساتھ تھا اور سب ارکانِ سلطنت جمع ہو گئے۔ مامون بادشاہ نے حضرت امام محمد تقی کے لیے خوبصورت قالین بچھایا۔ آپ اس پہ بیٹھے، یحییٰ بن اکثم آپ سے سوالات کرنے لگا، آپ اس کے ہر سوال کا وافی و شافی جواب دیتے گئے۔ آخر وہ خاموش ہو گیا، خلیفہ کہنے لگا۔ اے ابوجعفر آپ نے بہترین جوابات دیے ہیں اب اگر آپ چاہیں تو یحییٰ بن اکثم سے کوئی سوال کریں، خواہ ایک ہی سوال ہو۔

آپ نے اس سے پوچھا اس مرد کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں جو ایک عورت کو صبح کے وقت دیکھتا ہے تو وہ اس پر حرام ہوتی ہے پھر دن چڑھے اس پر حلال ہو جاتی ہے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جاتی ہے۔ پھر عصر کے وقت حلال ہو جاتی ہے پھر مغرب کے وقت حرام ہو جاتی ہے پھر عشاء کے وقت حلال ہو جاتی ہے پھر آدھی رات کے وقت حرام ہو جاتی ہے اور پھر فجر کے وقت حلال ہو جاتی ہے؟ یہ سوال سن کر یحییٰ بن اکثم کو چکر آ گیا۔ کہنے لگا میں تو کچھ نہیں جانتا۔

امام محمد تقی نے فرمایا: اس سے مراد وہ لونڈی ہے کہ صبح کے وقت اسے ایک اجنبی مرد نے شہوت کے ساتھ دیکھا تو وہ اس وقت اس پہ حرام تھی، اس نے دن چڑھے اسے خرید لیا تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔ پھر ظہر کے وقت اسے آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ پھر عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو اس پر حلال ہو گئی پھر مغرب کے وقت اس نے ظہار کر لیا تو اس پر حرام ہو گئی۔ پھر عشاء کے وقت ظہار کا کفارہ دے دیا تو اس پر حلال ہو گئی۔ پھر آدھی رات کو اسے طلاق رجعی دے دی تو وہ

اس پر حرام ہوگئی اور فجر کے وقت اس سے رجوع کر لیا۔ (شائد اس کا یہ معنیٰ ہے کہ آدھی رات کو طلاق بائن دے دی پھر فجر کے وقت اس سے نکاح کر لیا) اہل مجلس یہ سن کر دنگ رہ گئے۔

تب خلیفہ مامون نے عباسیوں سے کہا تم جو چیز جانتے تھے کیا اب تم نے جان لی ہے؟ پھر اس نے اسی مجلس میں اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح حضرت امام محمد تقی سے کر دیا۔ آپ بیوی کو لے کر مدینہ طیبہ آگئے۔ پھر ام فضل نے اپنے والد کو خط لکھا کہ حضرت امام تقی دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ باپ نے جواب بھیجا کہ ہم نے تمہارا نکاح ان سے اس لیے نہیں کیا کہ ان پر حلال کو حرام قرار دو آئندہ ایسا خط نہ لکھنا۔

وصال:

پھر ایک بار آپ اپنی بیوی کو لے کر مدینہ طیبہ سے بغداد گئے۔ وہاں آپ بیمار پڑے اور وہیں وصال فرمایا۔ (ممکن ہے عباسیوں میں سے کسی نے زہر دے دیا ہو کہ شائد ان کو آگے چل کر ولی عہد بنا دیا جائے) تو آپ کو آپ کے دادا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۵ برس تھی۔ [1]

آپ کا وصال عباسی خلیفہ معتصم کے دور میں ہوا۔

---

[1] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۳

فصل ہفتم:

حضرت امام علی نقی بن امام محمد تقی رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن امام حسین بن مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کا نام ثمانہ تھا کہتے ہیں کہ یہ ام فضل بنت مامون کی لونڈی تھی۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۱۳؍رجب سن ۲۱۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

آپ کا جود وسخا:

آپ اپنے علم وفضل اور جود وکرم میں اپنے والد گرامی امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی وارث تھے۔

آپ کے جود وسخا پہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ آپ کے پاس اہل کوفہ میں سے ایک دیہاتی آیا کہنے لگا۔ حضور میں آپ کے دادا جان مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں۔ میں آپ کے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ مجھ پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہوگیا ہے اور ادائیگی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا قرض کتنا ہے؟ کہنے لگا دس ہزار درہم، آپ نے فرمایا فکر نہ کرو یہ قرض ادا ہو جائے گا۔ آپ نے اسے تحریر لکھ دی کہ میں نے اس دیہاتی کو دس ہزار درہم قرض دینا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ میرے پاس کسی کھلی محفل میں آنا جب بہت سے لوگ میرے پاس بیٹھے ہوں اور مجھ سے دس ہزار کا مطالبہ کرنا اور ذرا سختی سے کام لینا تو اس نے ایسے ہی کیا وہ آپ کی تحریر لے کر مجمع عام میں آگیا اور شدت سے قرض کا مطالبہ کرنے لگا۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی۔

یہ خبر خلیفۂ وقت متوکل کو پہنچی۔ اس نے آپ کو تیس ہزار درہم بھیج دیے۔ جب یہ رقم آئی تو آپ نے وہ ساری اعرابی کو دے دی۔ اس نے کہا حضور میرا قرض دس ہزار درہم ہی ہے مجھے وہی کافی ہے آپ نے فرمایا میں تیس ہزار میں سے ایک درہم بھی نہیں رکھوں گا کیونکہ یہ تمہارے ہی لیے آیا ہے۔ وہ دیہاتی جب واپس گیا تو یہ آیت پڑھ رہا تھا:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

آپ کی کرامت:

خلیفہ متوکل کے بعض اہل دربار نے آپ کو رسوا کرنے کے لیے ایک شعبدہ باز جادوگر کو جو ہندوستان سے آیا تھا۔ تیار کیا کہ وہ امام علی نقی کو محفل میں رسوا کرے اسے ہزار درہم دیا جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ کی محفل میں کھانا لایا گیا۔ سب کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا وہ شعبدہ باز حضرت امام کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ جب آپ نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو روٹی آگے کھسک گئی۔ تین بار ایسے ہی ہوا سب حاضرین خوب ہنسے۔ امام صاحب نے دیکھا کہ اس جگہ جو قالین بچھا ہوا تھا اس میں شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس تصویر کو حکم دیا کہ اس شعبدہ باز کو پکڑ لو وہ تصویر زندہ شیر بن کر کھڑی ہوگئی اور اس شعبدہ باز کو پکڑ کر زمین میں گاڑ دیا۔ پھر واپس اسی طرح قالین میں نقش ہوگئی۔ متوکل نے بڑی عاجزی سے کہا کہ اس غریب کو زمین سے نکال دیں۔ آپ نے فرمایا اسے تم کبھی نہ دیکھو گے۔ [1]

وصال:

آپ کا وصال عراق کے شہر سر من رآی میں جمادی الاخریٰ ۲۵۲ ہجری میں ہوا۔ خلیفہ متوکل نے آپ کو مدینہ طیبہ سے عراق بلوایا تھا۔ اسی دوران آپ کا یہاں وصال ہوا آپ کو آپ کے گھر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۴۰ برس تھی۔

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۲

فصل ہشتم:

امام حسن عسکری بن امام علی نقی رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

حسن عسکری بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید کربلا بن مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو حسن خالص بھی کہا جاتا ہے اور حسن عسکری بھی۔

ولادت:

آپ کی ولادت سن ۲۳۱ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کا نام سوسن تھا۔

آپ کے اخلاق عالیہ:

آپ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیادہ عمر سر من رآئی (عراق) میں گزری۔ آپ کی سخاوت بھی اپنے آباء کرام کی طرح معروف تھی۔ ایک حسینی سید محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ کاظم تنگ دستی میں مبتلا تھے وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے راستے میں ان کے والد ان سے کہہ رہے تھے، اگر امام حسن عسکری نے ہمیں پانچ سو درہم دیے تو ہم دو سو درہم کے کپڑے خرید لیں گے۔ دوسرے سے کھانے پینے کا سامان اور ایک سو سے دوسری اشیاء ضرورت خریدیں گے۔ جبکہ انہوں نے کہا کہ اگر امام صاحب نے تین سو درہم دیے تو ایک سو سے کپڑے ایک سو سے آٹا دانا اور ایک سو سے گدھا خریدیں گے اور کوہستان جائیں گے۔ جب وہ امام حسن عسکری کے پاس گئے تو آپ بہت تکریم سے ملے اور فرمایا تم لوگ ہمیں ملنے نہیں کیوں نہیں آتے۔ کہنے لگے میرے والد صاحب نے کہا ہم غریب

لوگ ہیں ہم نہیں چاہتے کہ کوئی سوچے کہ شائد یہ فلاں کے پاس کچھ لینے جاتے ہیں۔ جب ہم ملاقات کر کے نکلے تو آپ کے غلام نے ہمیں تھیلی دی جس میں پانچ سو درہم تھے۔ غلام نے میرے والد کو تفصیل دیتے ہوئے کہا:

امام صاحب نے فرمایا ہے کہ دوسو سے کپڑے دوسو سے آٹا دانا اور ایک سو سے دیگر ضروری اشیاء خریدنا پھر دوسری تھیلی دی جس میں تین سو درہم تھے اور کہا کہ امام صاحب فرماتے ہیں ایک سو سے آٹا ایک سو سے کھانا اور ایک سو سے گدھا خریدنا مگر کوہستان نہ جانا۔ [1]

یعنی باپ بیٹا دونوں نے جو سوچا تھا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے دونوں کے مطابق ان کو نوازا اور انہوں نے جو باہم گفتگو کی تھی وہ بھی ان کو ساری بتا دی۔ یہ آپ کی عظیم کرامت ہے اس کو کشف صدور کہا جاتا ہے۔

ابن خلقان نے لکھا ہے کہ آپ بچپن میں ایک بار کسی جگہ بیٹھے رو رہے تھے جبکہ دوسرے بچے کھیل رہے تھے۔ مشہور صوفی حضرت بہلول وہاں سے گزرے انہوں نے دیکھ کر کہا اے بچے تم کیوں رو رہے ہو کیا تمہارے پاس کھیلنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا میں تمہیں کچھ خرید کر دوں؟ آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے، بہلول نے پوچھا پھر ہم کس لیے پیدا کیے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم عبادت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس نے کہا اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ [2]

حضرت بہلول نے آپ سے کہا آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے ان کو چند اشعار سنائے جن میں عبرت خیز بیان تھا۔ اشعار پڑھتے پڑھتے امام حسن عسکری پہ غش طاری ہوگئی، جب آپ کو ہوش

---

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۳

[2] سورہ مومنون، آیت ۱۱۵

آیا تو حضرت بہلول نے کہا: ابھی تو آپ بچے ہیں آپ کے پاس کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر آپ رو رو کر بے ہوش کیوں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ میری والدہ جب چولہا جلاتی ہے تو بڑی لکڑیوں کو آگ لگاتی ہے، اگر آگ نہ لگے تو چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگا کر ان میں ڈالتی ہے تا کہ بڑی لکڑیاں بھی جل اٹھیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے جہنم کی چھوٹی لکڑی نہ بنا دیا جائے۔ [1]

آپ کا علم و فضل:

جن دنوں آپ کو عباسی خلیفہ معتمد نے گرفتار کر رکھا تھا۔ عراق میں قحط پڑا، خلیفہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تین دن مسلسل باہر نکل کر دعاء کریں۔ لوگوں نے ایسا کیا مگر بارش نہ ہوئی۔ تب نصاریٰ دعا کے لیے نکلے اس کے ساتھ ان کا راہب تھا وہ جب بھی آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا تو بارش شروع ہو جاتی اس نے تین دن دعا کی تینوں دن بارش ہوئی۔ چنانچہ کئی لوگ شک میں پڑ گئے بلکہ کئی عیسائی ہو گئے۔

خلیفہ نے یہ حالت دیکھی تو امام حسن عسکری کو گھبرا کر بلایا اور عرض کیا کہ اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کو گمراہی سے بچائیے۔ ایسا نہ ہو کہ سب ہلاک ہو جائیں امام حسن عسکری نے فرمایا: کل سب لوگ میدان میں پھر نکلیں، میں سارا شک زائل کر دوں گا ان شاء اللہ۔ چنانچہ خلیفہ کے حکم سے آپ کو قید سے رہا کر کے عزت و تکریم کے ساتھ لایا گیا۔ ادھر عیسائی لوگ اپنے اس راہب کے سا[تھ] پھر میدان میں نکلے جب اس راہب نے ہاتھ اٹھائے تو آسمان پہ بادل اُمڈ آئے۔ امام حسن ع[سکری] نے لپک کر راہب کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس میں ایک ہڈی تھی۔ آپ نے اس سے وہ ہڈی لے لی ہے جو اب دعاء کرو اس نے ہاتھ اٹھائے مگر کوئی بادل نہ آیا بلکہ جو بادل تھے چلے گئے اور سور[ج نکل آیا] [illegible] حدیث لوگ حیران ہوئے خلیفہ نے پوچھا اے حسن عسکری یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کسی پیغمبر [کی ہڈی ہے جو کسی] طرح اسے ملی ہے اور جب بھی کسی پیغمبر کی ہڈی آسمان کے سامنے پیش کی جا[ئے تو بارش ہوتی ہے] [illegible] کرنا خود ساختہ ہیں۔ چنانچہ لوگوں کے شبہات دور ہو گئے اور خلیفہ کے ہاں امام حسن عسکری کا گھ[ر] [illegible]

[illegible] روت

---

[1] الصواعق صفحہ ۲۹۴

نے آپ کو رہا کیا اور بقیہ زندگی آپ کی بارگاہ میں تحائف بھیجتا رہا۔ [1]

اس حکایت کی توجیہہ یہ ہے کہ قرآن کے بقول بنی اسرائیل انبیاء کرام کو شہید کرتے تھے۔ [2] تو ممکن یہ کسی پیغمبر کو شہید کر کے اس کے جسم سے ہڈی حاصل کی گئی ہو ورنہ قبر کی مٹی تو کسی پیغمبر کے جسم کو کھا نہیں سکتی کیونکہ انبیاء زندہ ہیں۔

وصال:

امام حسن عسکری نے ۲۵۴ ہجری عراق کے شہر سرمن رآئی میں وصال فرمایا اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۸ برس تھی۔ آپ کو آپ کے والد گرامی امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

فصل نہم:

امام محمد بن عبداللہ المہدی رحمہ اللہ

امام مہدی رحمہ اللہ قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے حدیث کے مطابق جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو پہلی نماز امام مہدی کے پیچھے ادا کریں گے اور یہ اس لیے ہو گا تاکہ لوگوں کو بتایا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطور نبی مبعوث نہیں ہوئے بلکہ امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو کر آئے ہیں۔

امام مہدی اس امت کے آخری خلیفہ ہوں گے وہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے۔ اہل تشیع کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ امام مہدی حضرت حسن عسکری کے کسی بیٹے کا نام ہے جو غائب ہو گیا ہے اور دنیا کے کسی خفیہ مقام پر حکومت کرتا ہے اور قرب قیامت میں ظاہر ہو گا اور معاذ اللہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو ان کی قبور سے نکال کر ان کی لاشوں کو نذر آتش کرے گا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کوڑے مارے گا یہ سب ملحدانہ و کافرانہ خیالات ہیں۔

---

[1] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۹۵

[2] سورۃ بقرہ، آیت: ۶۱

امام مہدی کے بارہ میں احادیث نبویہ:

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا:

اَلْمَهْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِی مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ۔

ترجمہ: مہدی میری اولاد میں سے ہوگا یعنی اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے۔ [1]

اس حدیث کو ابن ماجہ، طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب المہدی کے اندر یہ حدیث بھی درج کی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھا اور کہا:

ان ابنی هٰذا سَیِّدٌ كما سماه النبیُّ ﷺ و سَیَخرُجُ من صُلبه رَجُلٌ یُسَمّٰی باسمِ نبیِّكم یُشْبِهُهُ فی الخُلُقِ و لا یُشْبِهُهُ فی الخَلْقِ یَملَاءُ الاَرْضَ عَدْلاً۔

ترجمہ: یہ بیٹا (حسن) سردار ہے جیسا کہ نبی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کا یہ نام رکھا ہے اور اس کی نسل سے وہ شخص آئے گا جس کا نام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام والا ہوگا (یعنی محمد) اس کا خُلق آپ جیسا ہوگا مگر خَلق (حلیہ) نہیں وہ ساری زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اصل میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ یہ آئندہ کی پیش گوئی ہے جو حضرت علی اپنی طرف سے نہیں دے سکتے اور دوسری احادیث اس کی تائید کر رہی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام مہدی حضرت امام حسن کی اولاد سے ہوں گے۔ اس لیے اہل تشیع کا امام حسن عسکری کے بیٹے کو امام مہدی بنانا پھر انہیں غائب کر دینا اور انہیں آخر زمانہ میں ظاہر کرنا خود ساختہ باتیں ہیں کیونکہ حضرت حسن عسکری تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

---

1. سنن ابوداؤد شریف کتاب المہدی حدیث ۴۲۸۴
2. العرف الوردی فی اخبار المہدی لسیوطی جلد ۲ صفحہ ۵۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
3. سنن ابوداؤد کتاب المہدی حدیث ۴۲۹۰

محدث نعیم بن حماد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن کی اولاد میں سے ایک شخص مشرق کی طرف سے نکلے گا اگر پہاڑ بھی اس کے سامنے آئیں گے تو وہ ان کو گرا دے گا اور ان میں سے راستہ بنالے گا۔ [1]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہے (میری اولاد سے ہے) اس کی پیشانی روشن ہوگی ناک اونچا ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جیسا کہ وہ اس سے قبل ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی وہ زمین میں سات برس حکومت کرے گا۔ [2]

اس حدیث کو نعیم بن حماد اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر مہدی ان سے کہے گا آئیے آپ نماز پڑھائیں وہ کہیں گے سنو تم ہی ایک دوسرے کے لیے امیر ہو (یعنی امام ہو) یہ اس امت کی کرامت کے لیے ہے۔

ابونعیم نے حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِنّا الّذِیْ یُصَلّی عیسٰی بن مریم خَلْفَهٗ۔

ترجمہ: ہم (اہل بیت) میں سے وہ بھی ہوگا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ [4]

عیسیٰ علیہ السلام کا امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا اس کا اشارہ بخاری ومسلم کی اس متفق علیہ حدیث سے بھی ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُم۔

ترجمہ: تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی

---

[1] العرف الوردی فی اخبار المہدی لسیوطی جلد ۲ صفحہ ۶۲

[2] سنن ابوداوٗد کتاب المہدی حدیث ۴۲۸۵

[3] العرف الوردی جلد ۲ صفحہ ۵۵

[4] العرف الوری لاخبار المہدی جلد ۲ صفحہ ۶۱

میں سے ہوگا۔ [1]

پھر مسلم کی یہ حدیث مزید وضاحت کرتی ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ حق پر جہاد کرتے رہیں گے اور کامیاب ہوں گے۔

آگے فرمایا:

فَيَنْزِلُ عيسىٰ ابنُ مريَمَ فَيَقُولُ اَميرُهُم تَعَالَ صَلِّ لِنا، فَيَقُولُ اِنَّ بَعْضَكُم علىٰ بعضٍ امراءُ تكرِمَةً لهٰذه الاُمَّةِ۔

ترجمہ: پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آئیے آپ ہمیں نماز پڑھائیں وہ فرمائیں گے نہیں۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے لیے امراء (آئمہ) ہو یہ اس امت کی تکریم کے لیے ہے۔ [2]

یعنی یہ اس امت کی عظیم کرامت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھیں۔

الغرض امام مہدی آخر زمانہ میں ایک امام ہوں گے جو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہوں گے۔ حسنی سادات میں سے آئیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ان کے پیچھے ایک نماز پڑھیں گے اور امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مل کر دجال سے جنگ کریں گے اور اسے جہنم میں پہنچائیں گے پھر دونوں مل کر زمین میں عدل وانصاف قائم کریں گے۔ امام مہدی تو صرف سات برس حکومت میں شامل رہیں گے جیسا کہ حدیث میں گزرا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک حکومت کریں گے، پھر فوت ہونگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونگے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں کی اولاد میں ہمیشہ ایسے آئمہ دین اور اولیاء کاملین پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے جن کے ذریعہ اللہ دین کو قوت و شوکت عطا فرماتا ہے۔ اہلِ تشیع نے تو صرف بارہ افراد میں شانِ اہل بیت کو منحصر کر دیا ہے، جبکہ اس

---

[1] بخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث ۳۴۴۹، مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۴۴

[2] مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۴۸

خاندانِ رسالت میں صرف بارہ نہیں ہزاروں لوگ آسمان رشد و ہدایت کے تابندہ و درخشندہ ستارے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ محض ہیں جو امام حسن کے پوتے ہیں۔ عظیم محدث ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ محض کے بیٹے نفس زکیہ ہیں جن کے عظیم فضائل ہیں بلکہ احادیث میں ان کے بارہ میں اشارات ہیں۔

بلکہ وہ وقت بھی آیا جب اموی خلافت زوال پذیر تھی تو تمام علوی و فاطمی سادات نے اور تمام اولادِ عباسی عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو خلافت کے لیے امیدوار و حقدار قرار دیا، جن میں خود امام جعفر صادق رحمہ اللہ بھی تھے۔ مگر حالات نے عجیب کروٹ لی اور آلِ عباس میں سے سفاح نے حکومت قائم کر لی اور نفس زکیہ کو گرفتار کر لیا اور بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ (شیعوں کا ایک فرقہ نفس زکیہ کو امام غائب اور امام مہدی سمجھتا ہے، جو قرب قیامت ظاہر ہو گا)

پھر سادات میں سے حضرت زید بن امام زین العابدین بھی ہیں جن کے بارہ میں بقول ابو الفرج اصفہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری نسل میں زید نامی شخص آئے گا کہ روزِ قیامت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر اس کا استقبال کریں گے۔[1]

شیعوں کا زیدی فرقہ سمجھتا ہے کہ حضرت زید فوت نہیں ہوئے وہ غائب ہو گئے ہیں وہ امام مہدی ہیں اور قرب قیامت میں نمودار ہوں گے۔

پھر سادات کرام میں سے حضرت حسین بن علی بن حسن بن ثلث بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بہت عابد و زاہد تھے جنہوں نے امام موسیٰ کاظم کے زمانہ میں کوفہ میں حکومت کے خلاف اس طرح خروج کیا تھا جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں کیا اس لیے ان کو حسین ثانی کہا جاتا ہے۔ شیعان اہل کوفہ نے ان سے بھی اس طرح بے وفائی کی جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ تب سے شیعوں کو رافضہ کہا جاتا ہے یعنی ساتھ چھوڑ دینے والے اور بے وفائی کرنے والے۔

پھر سادات کرام میں سے حضرت امام جعفر صادق کے بیٹے محمد بن جعفر ہیں کتب سیرت میں ان کے کثیر فضائل درج ہیں۔

---

[1] مقاتل الطالبین صفحہ ۱۲۰

پھر ساداتِ کرام میں سے غوث الثقلین نجیب الطرفین حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمہ اللہ ہیں۔ جو سردار اولیاء ہیں جن کے ذریعہ دین اسلام کو نئی زندگی ملی اسی لیے ان کو محی الدین بھی کہا جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ان کے ہاتھ پہ کفر یا گناہوں سے تائب ہوئے۔

پھر ساداتِ کرام میں سے سیدنا علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے فیض سے سارا برصغیر روشن ہوا اور ہو رہا ہے۔

پھر ساداتِ کرام میں سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے فیض سے اولیاء چشت کی ایک عظیم جماعت پیدا ہوئی اور ایک جہان ان کے نور ہدایت سے روشن ہوا۔

ساداتِ کرام میں سے ہر زمانہ میں بڑے بڑے محدثین، محققین اور مفسرین پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا اے لوگو میں تم میں قرآن اور اپنی عترت یعنی اپنے اہل بیت چھوڑ رہا ہوں تم جب تک ان سے وابستہ رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور قرآن اور اہلبیت ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے تا آنکہ روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پہ پہنچ جائیں گے۔ [1]

مگر حیرت ہے کہ شیعہ فرقہ اہل بیت میں سے صرف بارہ افراد کو سب فضائل کا محور جانتا ہے اور مذکورہ تمام آئمہ دین اور اولیاء کاملین کو کافر و ملحد گردانتا ہے۔ یہ حب اہل بیت نہیں بغض اہل بیت ہے۔ الحمد للہ اہل سنت و جماعت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے بچے سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

---

[1] مسلم کتاب الفضائل

دیگر مطبوعات

محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شرح مؤطا امام محمد

تحفہ جعفریہ (5 جلدیں)

فقہ جعفریہ (4 جلدیں)

عقائد جعفریہ (4 جلدیں)

دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ (2 جلدیں)

نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میزان الکتب

تعارف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

منکرین وجوب اللحیہ کا شرعی محاسبہ

قانونچہ رسولیہ

اطیب الحواشی شرح اصول الشاشی

مفسر قرآن علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

ابن ماجہ کا عربی حاشیہ بنام اسعاف الحاجہ

دلائل ختم نبوت مع ردِ قادیانیت

مسئلہ خلافت وشان صحابہ رضی اللہ عنہم

دعا بعد نمازِ جنازہ کا جواز

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعقائد اہل سنت

دلائل النبوۃ (امام ابونعیم اصفہانی)

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواز

عظمت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جمال الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواز

تفسیر برہان القرآن (زیر طبع)

سیرت خلفائے راشدین از کتب شیعہ (زیر طبع)

الکلام المحمود فی شرح سنن ابوداؤد (زیر طبع)

فضل الھادی فی شرح مسند الحمیدی (زیر طبع)

عطاء الربانی فی شرح جامع الصغیر الطبرانی (زیر طبع)

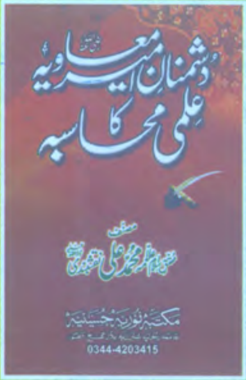

PRINTEX 0300-4199945

مکتبہ برہان القرآن
مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570